وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۷۷)

اہلِ کتاب صحابہؓ و تابعینؒ

جس میں

ترانوے ۹۳ ایسے صحابہؓ، صحابیاتؓ، تابعین اور تابعاتؒ کے سوانح اور کارنامے درج ہیں، جو مذہباً یہودی یا نصرانی تھے، اور مشرف باسلام ہوئے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے، جس میں جزیرۂ عرب میں یہود و نصاریٰ کی قدیم تاریخ، ان کے تمدنی و سیاسی اثرات اور انکی دینی و اخلاقی حالت کی تفصیل بیان کیگئی ہے

مرتبہ

مولوی حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

باہتمام مولانا مسعود علی ندوی

معارف پریس اعظم گڑھ میں چھپی

۱۹۵۱ء

فہرست مضامین

اہل کتاب صحابہ وتابعینؓ

فہرست اسماء

پیش لفظ

(از مولانا عبد الماجد دریابادی)

موضوع کی ندرت یقین ہے کہ ہر پڑھنے والے کے لیے دلکش ثابت ہوگی، کس کو خیال تھا کہ یہ بھی موضوع کسی مستقل کتاب کا بن سکتا ہے؟

فاطر کائنات کے انعامات اور نوازشین کسی خاص عہد و زمانہ تک محدود نہین، صدیون پر صدیان گذر گئین صحابیون پر بہتر سے بہتر اور کیسی کیسی جامع کتابین مرتب ہوگئین، اس پہلو کی طرف کسی کا ذہن بھی منتقل نہ ہوا کہ جو اہلِ کتاب مین سے صحابہ ہوئے ہین مخصوص ان کا تذکرہ یکجا کر دیا جائے، یہ سعادت چودہوین صدی ہجری کے وسط کے عہد کے ایک فرزندِ ندوہ کیلئے اٹھ رہی تھی، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ،

خیال کو عمل مین لانا آسان نہ تھا کتنی ہی کتابین غور و استیعاب کے ساتھ پڑھنی پڑین، اور پھر بھی حالات و تفصیلات خاطر خواہ بہم نہ پہنچ سکے، سمندر کے کھنگالنے پر جتنے بھی موتی ہاتھ آگئی یہی بہت غنیمت ہین، ۴۰ صحابی ۶ صحابیات ۳ تابعی، ۲ تابعات کے نام اور کم و بیش حالات فراہم ہوجانا کچھ تھوڑی بات نہ ہوئی، فرطِ احتیاط سے مؤلف سلمہٗ خود ہی کچھ رک گئے، ورنہ چند نام تو اور اس فہرست مین بڑھ سکتے تھے،

دنیا کس طرف جارہی ہے، روشن خیال دنیا قلم ہاتھ مین لیے ہوئے، نفس پرستی کے کیسے کیسے نئے عنوانون کی طرف ہر روز لپک رہی ہے، اور کچھ اللہ کے بندے، اللہ اور رسول

کے نام کے دیوانے اب بھی ایسے پڑے ہوئے ہین کہ دن رات، اللہ والون، اور اللہ والیون ہی کے حالات کی ادھیڑبن مین لگے ہوئے ہین، نفع فوری اور صلہ عاجل حاصل ہو یا نہ ہو، "اجر غیر ممنون" کی توقع انھین ———— بنائے رکھنے کے لیے کافی ہے،

شروع کتاب مین عرب مین یہودیت و نصرانیت کی اجمالی تاریخ اور جغرافی نقشے بڑے کام کی چیزین ہین ———— رسالہ بحیثیت مجموعی "بہ قامت کہتر" ہونے کے ساتھ صحیح معنی مین "بقیمت بہتر" ہے، اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ اسکی طبع و اشاعت کا سامان بھی اُسی ادارہ کی طرف سے ہو رہا ہے، جو سیرت صحابہ کے سلسلہ مین خدمات خصوصی کا امتیاز حاصل کیے ہوئے ہے،

۲۰ اپریل ۱۹۵۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

وجہ تصنیف ندوہ کی تعلیم کا آخری سال تھا، علامہ زمخشری کی کشاف مین تفسیر سورۂ آل عمران درس مین تھی، مومنینِ اہل کتاب کے متعلق جب کوئی آیت سامنے آتی تو اس کے شان نزول اور مصداق کے سلسلہ مین بار بار حضرت عبداللہ بن سلامؓ یا ایک دو اور صحابی کا نام آتا، جب سورہ کی آخری آیت

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ	اہل کتاب مین سے بعض ہین جو اللہ پر ایمان
يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ	لاتے ہین اور جو کتاب تمھاری طرف نازل کیگئی
وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ	(قرآن) اور جو کتاب ان کی طرف نازل کیگئی
(الآیۃ)	اس پر یقین رکھتے ہین،

کی تفسیر شروع ہوئی تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے ساتھ اصحمۃ النجاشی، اور حبشہ اور نجران کے وفود کا ذکر بھی آیا، اس وقت میرے دل مین یہ سوال پیدا ہوا کہ تفسیر کی جتنی کتابین ابتک نظر سے گذر چکی ہین، ان سب مین یہ چیز مشترک ہے کہ جب مومنین اہل کتاب کا ذکر آتا ہے، تو ارباب تفسیر دو چار مخصوص اہل کتاب صحابہ کے علاوہ کسی اور کے نام کا ذکر نہین کرتے، تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ مین نے اپنی اس خلش کا اظہار حضرت الاستاذ جناب مولانا شاہ حلیم عطا صاحب

صاحب سے کیا، انھون نے مذکورہ نامون کے علاوہ دو چار اور نام بتائے، اس وقت مین خاموش ہو گیا، اتفاق سے اسی روز یا اس کے دوسرے روز بخاری شریف کے درس مین یہ حدیث

لو آمن بی عشرۃ من الیھود	اگر دس یہود بھی مجھ پر ایمان لاتے تو انکی
لآمن بی الیھود	کافی تعداد ایمان لے آتی،

سامنے آئی، (حضرت شاہ صاحب ہی کے یہان بخاری کا درس بھی تھا) مین نے ان سے پھر دریافت کیا کہ کیا دس یہود بھی اسلام نہین لائے تھے؟ یہ تو اسلام کی بڑی ناکامیابی اور بے اثری کی دلیل ہے، کہ اس نے اہلِ کتاب مین کوئی مقبولیت حاصل نہین کی، جبکہ وہ اس سے بڑی حد تک قریب بھی تھے،[1] شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس سے بہت زیادہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ ایمان لائے تھے، اس حدیث مین عام یہود نہین، بلکہ علماء اور خواص مراد ہین،[2] اس جواب سے گو تھوڑی سی تسکین ضرور ہو گئی لیکن پورے طور پر میری خلش رفع نہین ہوئی، اور یا لآخر عہد طالب علمی کی یہی خلش اس کتاب کی تصنیف کا باعث ہوئی،

ندوہ کی تعلیم کے ختم کرنے کے بعد جب مین دار المصنفین آیا، تو رہ رہ کر یہ خلش مجھے بےچین کرتی تھی، اتفاق سے ایک دن ابن ہشام دیکھ رہا تھا کہ غزوۂ بنی قریظہ اور غزوۂ بنی نضیر کے سلسلہ مین دو چار اہلِ کتاب صحابہ کے نامون پر نظر پڑی، اس سے مجھے مزید تسکین ہوئی، مین نے استاذ الاساتذہ حضرت سید صاحب قبلہ سے دریافت کیا، کہ کیا اہل کتاب صحابہ کے حالات کہین یکجا مل سکتے ہین؟ انھون نے

---

[1] بعد مین یہ علم ہوا کہ اسی حدیث کے پیش نظر بعض مستشرقین خصوصیت سے تاریخ الیہود کے مصنف اسرائیل ولفنسون نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہود مین اسلام بہت زیادہ غیر مقبول رہا، (ص ۳۷)

[2] یہ جواب عام شراح حدیث حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے دیا ہے، واقعات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے کہ چند سرداران یہود ہی عام یہود کے حلقہ بگوش اسلام ہونے مین سد راہ بنے رہے، حافظ ابن حجرؒ نے ان کے نام بھی لکھے ہین،

فرمایا کہ یکجا تو نہین ملین گے، ہان ابن ہشام سہیلی اور دوسری سیر کی کتابون کا مطالعہ کرو تو متفرق طور پر ان کے نام اور حالات مل جائین گے، مین نے تلاش و جستجو شروع کر دی، بہت دنون تک مغازی و سیر کی کتابون کی ورق گردانی کرتا رہا لیکن مین نے اپنے ذہن مین جو طویل خاکہ بنایا تھا، اس مین رنگ بھرنے کا خاطر خواہ سامان ان کتابون سے بہم نہ پہنچ سکا، پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ طبقات و رجال کی کتابین دیکھی جائین، پہلے تو اس بحر زخار مین گوہر مقصود کی تلاش پر طبیعت آمادہ نہین ہوئی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ہمت عطا فرمائی، اور تحقیق و تلاش شروع کر دی، برسون کی محنت و جانفشانی کے بعد جو کچھ حاصل ہو سکا وہ پیش کش ناظرین ہے،

مآخذ سیر کی کتابون کے بعد رجال کی کتابون مین سب سے پہلے حافظ ذہبی کی "تجرید اسماء الصحابہ" شروع سے آخر تک پڑھی، پھر استیعاب اور اسد الغابہ، اور ان سب کے بعد اصابہ کی ورق گردانی کی، اس سلسلہ مین قبائل اور مقامات کی تحقیق کی ضرورت پڑی، تو اس کے لیے کتاب الانساب سمعانی اور معجم البلدان کی طرف رجوع کیا گیا،

شروع مین تو یہ کتاب اہل کتاب صحابہ کے حالات تک محدود تھی لیکن جب مین نے اصابہ کا بالاستیعاب مطالعہ شروع کیا تو اس مین بعض اہل کتاب تابعین کے نامون پر بھی نظر پڑی جنکو مین جمع کرتا گیا، چونکہ یہ تھوڑے تھے، اس لیے ان کو بھی اس کتاب کے آخر مین شامل کر دیا گیا،

جن بزرگون کے اہل کتاب ہونے مین شبہ ہے بعض قبائل کے متعلق تصریح ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے، لیکن جب تک اس قبیلہ کے کسی بزرگ کے متعلق مخصوص طور پر معلوم نہین ہو گیا کہ وہ اہل کتاب مین سے تھے، اُس وقت تک ان کو اس فہرست مین نہین لیا گیا، مثلاً بنو تغلب کے متعلق اسد الغابہ مین تصریح ہے کہ

لان بنی تغلب کانوا نصاری (ج۱ ص۵) اس لیے کہ بنو تغلب نصاریٰ تھے،

اسد الغابہ ہی مین دوسری جگہ ہے،

ان کثیرا من العرب قد تنصر کتغلب (۳۳) بہت سے عربی قبائل عیسائی ہو گئے تھے مثلاً تغلب،

لیکن بہت سے تغلبیون کو اس فہرست مین اس لیے نہین لیا گیا ہے کہ خاص طور پر ان کے عیسائی ہونے کی کوئی تصریح نہین مل سکی،

اسی طرح حضرت تمیمؓ داری شام کے رہنے والے تھے، اور شام مین عموماً عیسائی ہی آباد تھے، حضرت تمیمؓ جب خدمت نبوی مین آئے تو ان کے اہل خاندان کا ایک وفد بھی ان کے ساتھ تھا، لیکن ان سب مین صرف حضرت تمیمؓ اور ان کی ایک عزیزہ کو اس فہرست مین لیا گیا، اس لیے کہ دوسرون کے عیسائی ہونے کی کوئی تصریح نہین مل سکی،

اسی طرح مصر کے قبطی عام طور پر عیسائی تھے لیکن بہت سے قبطی صحابہ کو اس لیے چھوڑ دیا گیا کہ ان کی قومی نسبت کے علاوہ اور کوئی ثبوت ان کے عیسائی ہونے کا نہین مل سکا،

جن بزرگون کے اہل کتاب ہونے مین شبہ ہے انکے نام ذیل مین درج کیے جاتے ہین،

(۱) ابوہند الداری	یہ حضرت تمیمؓ داری کے چچازاد بھائی تھے، معلوم نہیں انھون نے عیسائیت قبول کی تھی یا نہین،
(۲) احمد بن عبد اللہ بن سلام	ان کا تذکرہ ابن ندیم نے کیا ہے[۱]، لیکن رجال کی کتابون مین حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے دو صاحبزادون حضرت یوسف اور حضرت محمد کا نام تو مذکور ہے جو شرف صحابیت سے بھی بہرہ ور تھے، لیکن احمد نام کے کسی صاحبزادہ کا تذکرہ نہین مل سکا

[۱] ابن ندیم صفحہ ۲۳

	ہوسکتا ہے کہ یہ محمد کی تصحیف ہو، واللہ اعلم،
(۳) تبع بن امرأۃ کعب الاحبار،	یہ کعب احبار کے ربیب تھے،
(۴) ذکوان بن یامین،	ان کے اسلام مین اختلاف ہے،
(۵) سلمہ بن سعد،	اصابہ مین ہے کہ یہ حضرت شعیبؑ کی قوم سے تھے،
(۶) سلمہ بن عیاض،	ان کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اہل کتاب تھے، لیکن تصریح نہین ملتی،
(۷) فیروز الدیلمی	کسریٰ کے امیر تھے، ممکن ہے کہ رومی عیسائی ہون،
(۸) ابن التیہان،	ابن ندیم نے ان کو اہل کتاب مین شمار کیا ہے[1] اگر اس سے مراد ابو الہیثم بن التیہان ہین تو وہ اہل کتاب مین نہین بلکہ انصاری تھے، اور اگر کوئی اور ابن التیہان ہین تو کتب رجال مین انکا ذکر نہین ملتا
(۹) ام المہاجر الرومیۃ،	رومیہ کی نسبت کی وجہ سے انکے عیسائی ہونے کا امکان ہے
(۱۰) ابن جریج تابعی،	تذکرۃ الحفاظ وغیرہ مین ان کو رومی بتایا گیا ہے چنانچہ اسی بنا پر صاحب فجر الاسلام نے ان کو نصرانی لکھا ہے[2] لیکن اس قومی نسبت کے علاوہ ان کے عیسائی ہونے کا اور کوئی ثبوت رجال کی کتابون مین نہین مل سکا، اسلیے انکا نام اس فہرست مین لیا گیا ہے،
(۱۱) ابنۃ عم صفیہ	ابن سعد نے طبقات مین اور امام محمد نے السیر الکبیر

[1] ابن ندیم ص ۳۳ [2] ج ۱ ص ۲۷۶

مین ان کا تذکرہ کیا ہی، امام محمد نے لکھا ہے کہ غزوۂ خیبر مین حضرت صفیہؓ اور انکی ایک چچازاد بہن گرفتار ہوئین، حضرت صفیہؓ، حضرت دحیہؓ کلبی کے حصہ مین آئی تھین، مگر بعض اہم مصالح کے ماتحت آپ نے ان کو ان سے واپس لے لیا، اور ان کے بجائے انکی چچازاد بہن کو انھین دیدیا، چونکہ ان کے اسلام لانے کا کوئی تذکرہ موجود نہین ہے، اسلیے ہم نے انکا ذکر اس فہرست مین نہین کیا ہی، (السیر الکبیر صفحہ ۱۸۷)

حبشہ کے وفد مین عیسائیون کی ایک بڑی تعداد خدمت نبوی مین حاضر ہوئی اور مشرف باسلام ہوئی، اس کے علاوہ نعیم الحبر کے ہاتھ پر جن کا تذکرہ آچکا ہے چالیس علماء یہود نے اسلام قبول کیا تھا لیکن افسوس ہے کہ ان کے حالات کیا پورے نام بھی سیر و رجال کی کتابون مین نہین ملتے،

ترتیب اور نامون کی تعداد کتاب مین پہلے صحابہ کے حالات حروف تہجی کے اعتبار سے درج ہین پھر اسی ترتیب سے تابعین اور ان کے بعد صحابیات اور پھر تابعات کا تذکرہ کیا گیا ہے،

پوری کتاب مین ترسٹھ (۶۳) صحابہ، سات (۷) صحابیات اور تیرہ (۱۳) تابعین اور دو (۲) تابعات کے حالات درج ہین جن مین سے صحابہ مین ۳۹ یہودی اور ۲۴ عیسائی، اور تابعین مین ۴ یہودی اور ۹ نصرانی، اور صحابیات مین ۴ یہودیہ اور ۳ نصرانیہ اور تابعات مین ایک عیسائی اور ایک یہودی ہین،

کتاب کے شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین جزیرۂ عرب کے یہود و نصاریٰ کی تاریخ اور انکے سیاسی، تمدنی اور اخلاقی حالات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے، آخر مین ایک نقشہ بھی ہے جس مین ان کے مرکزی مقامات اور قبائل کا جائے وقوع دکھایا گیا ہے،

خادم
مجیب اللہ ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

کتاب مین بہت سے مقامات اور قبائل کے نام اور یہود و نصاریٰ کی تمدنی اور اخلاقی حالت اور ان کے قبول اور عدم قبول اسلام کے سلسلہ مین متعدد واقعات ایسے سامنے آئینگے، جن کے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جزیرۂ عرب کے یہود و نصاریٰ کی تاریخ پر ایک نظر ڈال لیجائے، تاکہ موضوع کا پورا پس منظر سامنے آجائے، اور کتاب کے بعض گوشے جو اس کے بغیر تشنۂ بیان رہجاتے وہ واضح ہوجائین، اسی ضرورت کے ماتحت یہان یہود و نصاریٰ کی تمدنی، مذہبی اور اخلاقی حالت کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے، لیکن چونکہ اس مین قصداً استقصا اور احتواء کے بجائے اختصار سے کام لیا گیا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ موضوع کے بعض پہلو پورے طور پر سامنے نہ آسکین، اس سلسلہ مین اگر کوئی فروگذاشت ہوئی ہو تو اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ مجھے اس پر متنبہ فرما کر ممنون کرم فرمائین، وفوق کل ذی علم علیم۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے جزیرۂ عرب کے باشندون کا دنیا کے دوسرے ملکون اور قومون سے کوئی خاص تعلق نہین تھا، اور نہ انھون نے کسی ملک یا کسی قوم کا کوئی اثر قبول کیا تھا، لیکن جزیرۂ عرب کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات صحیح نہین معلوم ہوتی، بلکہ اس کے برعکس

پتہ چلتا ہے کہ عربون کے سیاسی، تمدنی اور تجارتی ہر قسم کے تعلقات ان کے پڑوسی ملکون اور قومون سے تھے، اور قومون کے آپس کے اختلاط و ارتباط اور ان کے باہمی سیاسی اور تمدنی تعلقات کے جو اثرات ایک دوسرے پر پڑتے ہین وہ سب اہل عرب پر بھی پڑے تھے،

عربون اور دوسرے ملکون اور قومون مین باہم اختلاط اور تعلقات کے تین بڑے ذریعے تھے،

(۱) تجارت (۲) ایران و روم کے ماتحت عربون کی سرحدی حکومتین یعنی غسان اور حیرہ وغیرہ، (۳) یہودیت اور نصرانیت، پہلی دونون شقین ہمارے موضوع سے خارج ہین اس لیے صرف تیسری شق کے متعلق کچھ تفصیل ہم پیش کرتے ہین ایہین دکھانا ہے کہ جزیرۂ عرب مین ان مذاہب کی ابتدا کب سے ہوئی، اور ان کو یہان کیا کامیابی حاصل ہوئی کن قبائل نے انھین قبول کیا، اور ان کے مرکزی مقامات کون کون سے تھے، اور عہدِ جاہلیت مین عربون کی مذہبی اور تمدنی زندگی پر ان قبائل کا کیا اثر پڑا، اور پھر اسلام کے بعد مسلمانون پر ان کے کیا اثرات پڑے، اور انھون نے مسلمانون سے کیا اثرات قبول کیے، پھر مجملاً یہ بھی ذکر آئے گا کہ ظہورِ اسلام سے پہلے اور اس کے بعد ان کی اخلاقی حالت اور ذہنی سطح کیا تھی، اور قرآن مجید نے اس کے متعلق کیا اشارات کیے ہین،

موخرالذکر شق مین سے بھی پہلے ہم یہودیت، اسکے بعد نصرانیت کی تاریخ بیان کرین گے،

یہودیت جزیرہ عرب مین یہود[۱] کی تاریخ دو دورون پر منقسم ہے، پہلا دور ۷۰ءقبل ق.م. جسے

---

[۱] اس وقت حضرت موسیٰؑ کے ماننے والون کو یہود کہا جاتا ہے، لیکن ان کا قدیم اور اصلی نام بنی اسرائیل تھا (یعنی حضرت یعقوبؑ جن کا عبرانی نام اسرائیل تھا ان کی اولاد) بنی اسرائیل کے بجائے ان کا نام یہود حضرت موسیٰؑ کے بہت بعد غالباً حضرت سلیمانؑ کے عہد کے بعد پڑا، حضرت سلیمانؑ کے بعد یہود دو حصون مین بٹ گئے تھے، ایک گروہ موحد تھا، یہ گروہ حضرت سلیمانؑ کے فرزند و ولی عہد کے ماتحت تھا، اصل مین یہودہ ان ہی کا لقب تھا، اس لیے کہ یہود کا لفظ

(باقی حاشیہ ص ۳ پر)

یہود بائدہ کا دور کہا جاتا ہے، اور دوسرا دور سنہ ۵۰۰ ق م سے ظہور اسلام تک، پہلے دور مین جو یہود جزیرہ عرب مین آئے، ان کے متعلق قدیم صحیفون اور عربی تاریخون مین متعدد روایتین ملتی ہین، لیکن یہ صحیح طور سے نہین بتایا جاسکتا کہ کب سے ان کا وجود یہان ملتا ہے، بعض عربی تاریخون کی روایتون سے تو پتہ چلتا ہے کہ حجاز مین ان کی آمد حضرت موسیٰؑ کے زمانہ یعنی سنہ ۵۰۰ ق - م سے ہی شروع ہو گئی تھی، یاقوت نے معجم البلدان مین مدینہ کے باشندون کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

حین اظہر اللہ تعالیٰ (موسیٰ) علی فرعون	جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون
نوطی انشا هرء اهنک من کان بها منهم ثم	پر غالب کیا تو انھون نے فرعون کے اعوان
بعث بعثاً آخر الی الحجاز الی العمالیق وامرهم	و انصار کو ختم کرنے کے بعد ایک فوج حجاز
ان لا یستبقوا احداً من بلغ الحلم الا من دخل	عمالیق کی سرکوبی کے لیے بھیجی اور فوج کو
فی دینہ فقدموا علیهم فقاتلوهم فاظهرهم	حکم دیا کہ ان مین سے جو لوگ دین مین داخل
اللہ علیهم فقتلوهم قتلوا ملکهم الارقم	ہو جائین ان کے علاوہ ہر بالغ کو ختم کر دیا جائے،

(بقیہ حاشیہ ص ۲) ہود سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کے ہین، چونکہ یہ لوگ اللہ کی طرف رجوع ہوئے اس لیے ان کا نام یہود پڑ گیا، واللہ اعلم۔

دوسرا گروہ مشرک تھا جو یربعام کے تحت تھا، یہ حضرت سلیمانؑ کا سزا یافتہ اور دشمن تھا، لیکن ہمین حضرت موسیٰؑ کے پہلے کے بنی اسرائیل سے نہین بلکہ ان کے امتی اور ماننے والے جو اس وقت یہود کے نام سے مشہور ہین ان سے بحث کرنی ہے، اس لیے ہم نے ہر جگہ یہود ہی کا لفظ استعمال کیا ہے، اس لیے غلط فہمی نہ ہونی چاہیے، قرآن پاک مین انکا تذکرہ انکے قدیم اور جدید دونون نامون سے کیا گیا ہے،

(حاشیہ صفحہ ہذا) لے حجاز مین اسوقت عمالقہ کی حکومت تھی جنکا ظلم و ستم فرعون سے کچھ کم نہ تھا،

وأسروا اليناله شابا جميلا
كأحسن من رأى في زمانه فضنوا به
عن القتل وقالوا نستحييه حتى نقدم
به على موسى فيرى فيه رأيه فأقبلوا
وهو معهم وقبض الله موسى قبل
قدومهم فلما قربوا وسمع بنو اسرائيل
بذلك تلقوهم وسئلوهم عن
أخبارهم فأخبروهم بما فتح الله
عليهم قالوا فما هذا الفتى الذي
معكم فأخبروهم بقصته فقالوا
ان هذه لمعصية منكم لمخالفتكم
أمر نبيكم والله لا دخلتم علينا
بلادنا أبدا فحالوا بينهم وبين
الشام فقال ذلك الجيش ما بلد
اذ منعتم بلدكم خير لكم من البلد
الذي فتحتموه وقتلتم أهله
فارجعوا اليه فعادوا اليها فأقاموا
بها فهذا كان أول سكنى اليهود
الحجاز ثم المدينة........

چنانچہ وہ فوج حجاز گئی اور اسکو عمالقہ پر غلبہ
حاصل ہوگیا، وہاں کا بادشاہ ارقم قتل کیا گیا،
اسکا ایک لڑکا گرفتار ہوا، چونکہ وہ بہت
خوبصورت اور معصوم تھا اس لیے فوج
اسکو اپنے ساتھ شام لیتی آئی، اس لڑکے کے
بارے مین وہ غور کر رہی تھی کہ حضرت موسیٰؑ
کے پاس اسے لیجایا جائے یا نہین، آخر کار
اسے وہ لیکر شام واپس آئے، اس وقت حضرت
موسیٰؑ کی وفات ہوچکی تھی، بنو اسرائیل نے فوج
سے حجاز کے حالات دریافت کیے، انھون نے
اپنی فتح کا واقعہ انکے سامنے سنایا، پھر اس
نوجوان کے بارے مین دریافت کیا تو انھون نے
صورت حال بتائی، اس پر بنو اسرائیل فوج
پر خفا ہوئے کہ تم نے حضرت موسیٰؑ کے قول کی
خلاف ورزی کی، اسلیے تم شام مین نہین رہ سکتے
چنانچہ وہ شام مین داخل نہین ہوسکے، یہ
صورت حال دیکھکر فوج کے سردار نے کہا کہ
فوجو! شام کے بعد تمھارے لیے حجاز ہی کی
سرزمین بہتر ہے، تو وہین واپس چلو، چنانچہ وہ حجاز

.... واپس آئے، مدینہ اور حجاز مین یہود کی یہ پہلی

(ج ۶، ص ۲۷۴) آبادی تھی جو یہان آباد ہوئی،[1]

اس روایت کے متعلق تاریخ الیہود کے مصنف اسرائیل ولفنسون نے لکھا ہے کہ یہ روایت قابلِ اعتبار نہین ہے، اس لیے کہ صحف قدیم مین اس کا کوئی ذکر نہین ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس کی تردید کے لیے صرف اتنا ثبوت کافی نہین ہے کہ "صحف قدیم مین اس کا تذکرہ نہین ہے" بہت سے ایسے قدیم تاریخی واقعات ملین گے جو مسلّمات کی حیثیت اختیار کر چکے ہین، مگر صحف قدیم ان کے تذکرہ سے خالی ہین، تو کیا یہ سب ناقابلِ اعتبار ہین؟ اور پھر مصنف کو بھی یہ تسلیم ہے کہ ۱۲۰۰ سنہ ق.م سے پہلے حجاز مین یہود کی آمد شروع ہو گئی تھی، تو پھر اس روایت کے عدم قبولیت کا سبب اس کے علاوہ کچھ نہین کہ وہ اپنی یہودی عصبیت کی بنا پر عربی ماخذ کی روایات کو کمزور کرنا چاہتا ہے، جیسا کہ اس نے کتاب مین متعدد جگہ اس کا اظہار کیا ہے،[2]

اس کے بعد جزیرۂ عرب مین یہود کی دوسری آمد بنی شمعون کی ہجرت قرار پا سکتی ہے، اس کے متعلق صحفِ قدیم کا بیان ہے کہ وہ چراگاہ کی تلاش کے لیے طورِ سینا تک گئے اور وہان ان سے اور قبائلِ معان سے جو وہان کے قدیم باشندے تھے، جنگ ہوئی، جس مین بنو شمعون غالب رہے، وہ پورا بیان یہ ہے:

(۳۸) یہ جن کے نام مذکور ہوئے، اپنے اپنے گھرانے کے سردار تھے، اور ان کا آبائی گھرانا بہت بڑھ گیا (۳۹) اور وہ جدور کی درآمد تلک اس وادی کے پورب تک اپنے گلون

---

[1] اس روایت کو اغانی نے (ج ۱۹، ص ۹۴) مین اور سمہودی نے وفاء الوفاء ص ۱۱۱ مین اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ ج ۲ ص ۲۸۷ مین نقل کیا ہے [2] اس روایت کو ناقابلِ اعتبار ٹھہرانے مین مصنف کی غلط فہمی کا سبب شاید یہ ہو کہ اس روایت کا ماخذ اس نے صرف اغانی کو سمجھا ہے، حالانکہ دوسری مستند کتابون جنکا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے ان مین بھی یہ روایت موجود ہے،

کے لیے چراگاہ ڈھونڈھنے گئے، (۴۰) وہان انھون نے ستھری اور اچھی چراگاہ پائی کہ وہ
زمین وسیع اور چکنی اور سکھ کی جگہ تھی، اَحام کے لوگ قدیم سے اس مین رہتے تھے (۴۱) اور وہ
جن کے نام لکھے گئے ہین، شاہ یہوداہ حزقیاہ کے دنون مین چڑھ آئے اور انھون نے انکا
پڑاؤ مارا اور معونیم[1] کو جو وہان ملے قتل کیا ایسا کہ وہ آج کے دن تک نابود ہین، اور ان کے
گھرون مین آپ رہے، کیونکہ ان کے گلّے کے لیے وہان چرائی تھی (۴۲) اور ان مین سے
یعنی بنی شمعون کے بیٹون مین سے پانچ سو مرد شعیر کے پہاڑ پر گئے اور یسعی کے فلطیاہ اور نعریاہ
اور رفایاہ اور عزیئیل ان کے سردار تھے (۴۳) اور ان باقی عمالیقون کو جو بھاگ نکلے تھے
قتل کیا اور آج کے دن تک وہان بستے ہین۔" (تواریخ ۱ باب ۴)

اس ہجرت کے سنہ کی تعین مین اختلاف ہے، ڈوزی (Dozy) نے اپنی
کتاب "بنی اسرائیل مکہ مین" مین یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ہجرت حضرت داؤدؑ کے زمانہ سے کچھ پہلے یعنی
۱۱۰۰ء ق۔م کے قریب ہوئی، لیکن مارگولیتھ (Margoliouth) نے ڈوزی سے اختلاف
کیا ہے، اور اپنی کتاب "عربون اور بنی اسرائیل کے تعلقات" مین یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ہجرت حزقیل
کے وقت مین ہوئی، جنھون نے ۷۶۹ء سے ۶۹۷ء ق۔م تک بلادِ یہودا پر حکومت کی ہے،
خود بائبل کے مترجمین نے اس ہجرت کے سنہ کی جو تعین کی ہے اس سے بھی مارگولیتھ کے
خیال کی تائید ہوتی ہے، یعنی انھون نے اسکو ۷۱۵ء ق۔م کا واقعہ قرار دیا ہے،

---

[1] معونیم یعنی قبائل معان یا معین جو مکہ اور یثرب کے اطراف مین آباد تھے، تاریخ الیہود ص ۵، اس بیان
سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے اور قبائل معان مین جو جنگ ہوئی اس مین بنی اسرائیل غالب رہے، اور انھون
نے معان کو قتل کرکے اس سرزمین پر قبضہ کرلیا، یہ قبائل عرب کے بہت قدیم قبائل ہین انھون نے کئی سو برس تک
جزیرۂ عرب مین حکومت کی ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے ارض القرآن، جلد اول،

تاریخ الیہود کے مصنف کا خیال ہے کہ کم از کم اس ہجرت کا زمانہ سنہ [illegible] ق م ہے، لیکن اس نے کوئی ثبوت پیش نہین کیا ہے، غالباً اس نے یہ رائے اس لیے قائم کی ہے کہ بائبل مین اس واقعہ کا سنہ تو سنہ ۱۵۰۰ ق م درج ہے، لیکن اس واقعہ سے پہلے اور بعد کے جتنے واقعات ہین، وہ سب سنہ ۱۳۰۰ ق م کے تحت درج ہین، صرف اسی واقعہ کے سامنے سنہ ۱۵۰۰ ق م درج ہے۔

بہرحال اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ سنہ ۵۰۰ ق م سے پہلے بنی شمعون عرب مین آباد ہو چکے تھے اسی اختلاف روایات کی بنا پر بعض مستشرقین نے بنی شمعون کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے، لیکن کتاب یوشع بن نون کے دیکھنے سے ان کے اس خیال کی تردید ہو جاتی ہے، اس مین ان قبائل کے نام اور انکی جائے قیام کے حدود مفصل درج ہین،[1]

اس کے علاوہ صحفِ قدیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب تاجر برابر کنعان اور بنی اسرائیل کے دوسرے شہرون تک سامانِ تجارت لیکر جایا کرتے تھے، اور یہود تجار سبا تک برابر تجارتی سفر کرتے رہتے تھے،[2] اوپر یہود اور عمالقہ کی جنگ کا ذکر آچکا ہے، اس کے علاوہ متعدد بار عمالقہ اور عربی قبائل مین لڑائیان ہوئی ہین[3] جو یہود کے عرب مین متوطن ہونے کا بڑا سبب ہوئین،

غرض ان ہی مذکورہ اسباب کی بنا پر حجاز مین یہود کی آمد و رفت اور بود و باش شروع ہوئی، لیکن اس دور کے یہود کے تاریخی آثار باقی نہین رہ گئے ہین، اس لیے ان کو یہود بائدہ (یعنی مٹ جانے والے) کہا جاتا ہے۔

دوسرا دور | دوسرے دور مین جو یہود حجاز آئے، وہ زیادہ تر شام و فلسطین کے باشندے تھے،

۱؎ کتاب یوشع بن نون فصل ۱۹ آیت ۱ تا ۹ ۲؎ حزقیاہ باب ۲۷ آیت ۲۱ ۳؎ مارک ج ۱ باب ۹ آیت ۲۶،

وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر انھون نے اپنے سرسبز و شاداب وطن کو چھوڑ کر جزیرۂ عرب جیسی بے آب و گیاہ سرزمین کا رخ کیا، ان کی تفصیل کا یہ موقع نہین ہے، مختصر طور پر ان کی ہجرت کے تین قوی سبب یہ تھے،

(۱) فلسطین مین یہود کی آبادی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی چنانچہ اس وقت ان کی تعداد چالیس لاکھ تک بتائی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ فلسطین جیسی چھوٹی جگہ مین اتنی کثیر آبادی کا فراغت اور خوش حالی کے ساتھ رہنا، اور پھر اس کے ذرائع معاش کا مہیا ہونا دشوار ہوگا، اس لیے وہ عرب اور عراق کا رخ کرتے تھے، جہان کی آبادی انکے رقبہ کے اعتبار سے بہت کم تھی، اور پھر جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، یہود کی آبادیان منتشر طور پر پورے جزیرۂ عرب مین پھیلی ہوئی تھین جو یہان ان کی آمد کا ایک بڑا سبب بن گئین،

(۲) پہلی صدی ہجری مین رومیون نے متعدد بار فلسطین پر حملہ کیا، یہان تک کہ یہود کو زمام حکومت ان کے ہاتھ مین دیدینا پڑی، لیکن ظاہر ہے کہ فلسطین یہود کا صرف وطن ہی نہین تھا، بلکہ وہ ان کی سب سے مقدس عبادت گاہ بھی تھی، اس لیے وہ چین سے نہین بیٹھے اور بغاوت کے فتنے برابر اٹھاتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیون نے ان پر ہر قسم کے ظلم توڑنے شروع کر دیے، اب ان کے لیے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہین تھا کہ فلسطین چھوڑ کر کہین ہجرت کر جاتے جس کیلیے انکو سب سے قریب آزاد سرزمین جزیرۂ عرب ہی کی مل سکتی تھی[1]،

(۳) اس کے بعد پہلی صدی ہجری یعنی سنہ ۷۰ء مین رومیون اور یہودیون مین ایک زبردست جنگ ہوئی جس مین پورا فلسطین تہ و بالا ہوگیا، یہانتک کہ بیت المقدس کی مشہور عبادت گاہین تک برباد کر دی گئین، اس جنگ مین یہودیون کو شکست اٹھانی پڑی، اور

[1] ویری یوجی لیشر نیل بحوالہ تاریخ الیہود ص ۹

اس شکست کے بعد خاص طور سے ان کے قافلے کے قافلے فلسطین سے نکلنے لگے، اور ان کو جہان جاے پناہ ملی، وہان چلے گئے، ان تارکین وطن مین ایک بڑی تعداد نے عرب کا رخ کیا، جہان ایک کثیر تعداد مین یہود پہلے سے موجود تھی یہود کی اس ہجرت کی پوری تفصیل یہودی مورخ یوسف جو ان جنگون مین شریک بھی رہا ہے اسکے بیان سے معلوم ہوتی ہے،[1]

رومیون اور یہودیون کی جنگ، اور یہود کی جزیرۂ عرب کی طرف ہجرت کے متعلق بہت سی مفید باتین عربی مصادر مین بھی مل جاتی ہین، چنانچہ صاحب اغانی نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کی ہجرت کے سلسلہ مین لکھا ہے کہ

لما ظهرت الروم على	جب رومیون نے شام کے بنو اسرائیل (یہود)
بنی اسرائیل جمیعا بالشام	پر غلبہ پایا تو ان کو خوب برباد کیا، انکو قتل
فوطئوهم وقتلوهم ونكحوا	کیا، ان کی عورتون کو اپنے حبالۂ عقد مین لے آئے
نساءهم خرج بنو نضير و	اس ظلم و ستم سے بچنے کے لیے بنو نضیر
بنو قريظة وبنو هدل هاربين	بنو قریظہ اور بنو ہدل وغیرہ حجاز مین
منهم الى من بالحجاز من	اپنے دوسرے یہودی بھائیوں کے
بنی اسرائیل[2]	یہان چلے آئے،

بہر نوع یہی اسباب تھے جن کی بنا پر یہود حجاز مین آئے،

جزیرۂ عرب اپنی طبعی تقسیم کی بنا پر کئی حصون پر مشتمل ہے، لیکن تمدنی اور سیاسی اعتبار سے دو حصون مین منقسم ہے، حجاز اور یمن۔ اب تک زیادہ تر بحث حجاز مین یہود کی آمد اور اس سے ان کے قدیم و جدید تعلقات پر تھی، اب ہم عرب کے دوسرے حصہ یمن سے

[1] دیری یوپی لیشر ٹیل بحوالہ تاریخ الیہود ص ۹ [2] اغانی جزء ۱۹ ص ۹۰۵

یہود کے تعلقات پر بھی ایک نظر ڈال لینا چاہتے ہیں،

یمن میں یہودیت | یمن گو جزیرہ عرب ہی کا ایک حصہ ہے، لیکن سیاسی اور تجارتی اہمیت کے اعتبار سے ہمیشہ وہ ایک مستقل ملک رہا ہے، اس اہمیت کی بنا پر اس کا تذکرہ ہم علیحدہ کرتے ہیں،

اہل یمن سے بھی یہود کے تعلقات قدیم زمانہ سے شروع ہو چکے تھے، اوپر آچکا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے وقت یعنی ۱۰۰۰ ق۔م میں اہلِ عرب اور یہود میں تجارت ہوتی تھی جس کا سب سے بڑا مرکز سبا تھا جو یمن کا دار السلطنت تھا،

اس کے علاوہ قرآن پاک میں حضرت سلیمانؑ اور ملکۂ سبا کا جو واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے اس سے بھی یہود اور اہل یمن کے تعلقات پر کافی روشنی پڑتی ہے معین جو یمن کے بیچ میں واقع تھا، اس کا تذکرہ تحریری طور پر ۸۰۰ ق۔م میں ملتا ہے[1]

یمن میں یہودیت کو اصل فروغ حمیری حکومت کے بعد ہوا۔ اس لیے کہ یہودیت حمیری حکومت کا تقریباً سرکاری مذہب ہو گیا تھا، اس کے فرمانرواؤں میں ایک ستارہ پرست ایک دو عیسائی، بقیہ سب یہودی تھے، لیکن حمیری حکومت کی ابتدا کب ہوئی، اس بارے میں مورخین کی بہت مختلف اور متضاد رائیں ہیں،

حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے ارض القرآن میں اس پر مفصل بحث کی ہے، ڈاکٹر ہالوے نے اس کی ابتدا ۱۱۵ ق۔م قرار دی ہے، لیکن سید صاحب نے اس پر نقد کیا ہے، اور مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ حمیری حکومت کی ابتدا[2] ۱۱۵ ق م سے آگے نہیں بڑھتی، بہرنوع اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوسری صدی قبل مسیح یا پہلی صدی

[1] تاریخ دوم آیت ۲۶-۸ یہ بڑی ترقی یافتہ حکومت تھی، جدید اثری تحقیقات نے اسکے بارے میں بہت کچھ معلومات فراہم کر دیئے ہیں،

کے وسطے سے یمن میں یہودیت کو فروغ ہونا شروع ہو گیا تھا، اور ۵۰ برس تک وہاں اس کو فروغ حاصل رہا، لیکن حمیری حکومت کے آخری فرمانروا ذونواس کی موت (۵۲۵ء) کے بعد، یمن میں یہودیت کا زور ٹوٹ گیا، اور اسکی جگہ عیسائیت نے لی جس کا تذکرہ آگے آتا ہے،

جزیرۂ عرب میں یہودیت کا ذکر کرتے ہوئے یعقوبی نے لکھا ہے کہ

فامامن تھود منھم فالیمن باسرھا[1]	جزیرۂ عرب میں جو لوگ یہودی ہوئے انمیں یمن بھی ہے، یمن پورا کا پورا یہودی تھا،

پھر اس کے بعد یعقوبی نے یمن میں یہودیت کی ابتدا کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ

کان تبع حمل حبرین من احبار الیھود الی الیمن فابطل الاوثان وتھود من بالیمن[2] (ج ۱ ص ۲۹۸)	ملک تبع نے دو یہودی عالموں کو یمن بھیجا' انھوں نے وہاں سے بت پرستی کو مٹایا اور انکے اثر سے یمن کے باشندوں نے یہودیت قبول کر لی'

جدید اثری تحقیقات کے مطابق تبابعہ کا زمانہ تیسری صدی عیسوی سے آگے نہیں بڑھتا' اس لیے یعقوبی کے بیان کے مطابق یمن میں یہودیت کو پورا فروغ تیسری صدی میں ہوا، اوپر یمن میں یہودیت کی جو قدامت دکھائی گئی ہے، اس سے یہ بیان کچھ مختلف معلوم ہوتا ہے، مگر اس میں کوئی تضاد نہیں ہے ممکن ہے کہ وہاں یہودیت بہت قدیم زمانہ سے موجود ہو، مگر اہل یمن کا وہ عام مذہب تیسری صدی میں ہوا ہو،،

کیا عرب کے یہود ہجرت کرکے نہیں آئے تھے؟

اوپر ذکر آچکا ہے کہ مختلف اسباب کی بنا پر یہود شام و فلسطین کی سرسبز و شاداب سرزمین چھوڑ کر جزیرہ عرب جیسے بے آب و گیاہ مقام

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۲۹۸ [2] ایضاً

کا رخ کرتے تھے، لیکن بعض مورخین کا خیال ہے کہ عرب کے یہود کہین باہر سے نہین آئے تھے، بلکہ یہ عرب ہی نسل سے تھے، جنھون نے یہودیت قبول کرلی تھی، یعقوبی کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ وہ بنی نضیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے

وھم فخذ من جذام الا انھم تھودوا ونزلوا یقال لہ النضیر فسموا بہ (ج ۲ ص ۴۹)	یہ جذام کی ایک شاخ تھی، مگر یہ یہودی ہو گئے تھے، اور جہان یہ آباد ہوئے، اس مقام کا نام نضیر تھا، اسی وجہ سے اس نام سے مشہور ہو گئے

پھر بنو قریظہ کے متعلق لکھتا ہے،

وھی فخذ من جذام اخوۃ النضیر ویقال انھم تھودوا فی ایام عادیا بن سموئیل ثم نزلوا بجبل یقال لہ قریظۃ فنسبوا الیہ (ج ۲ ص ۵۲)	یہ بھی جذام کی ایک شاخ ہے، بنو نضیر کے بھائی بند تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ عادیا بن سموئیل کے زمانہ مین یہودی ہوئے، پھر جبل قریظہ کے پاس آباد ہوئے، اور اسی نسبت سے ان کا یہ نام پڑ گیا،

جو لوگ اس خیال کے موید ہین، یعقوبی کے بیان کے علاوہ ان کا قیاسی استدلال یہ ہے کہ دنیا کے دوسرے حصون کے یہود اپنے عادات واطوار اور اپنے تمدنی اثرات کے اعتبار سے وہان کے باشندون سے ہمیشہ ممتاز رہے ہے، لیکن عرب کے یہود کسی حیثیت سے بھی عربون سے ممتاز نہین تھے، اور نہ انھون نے کوئی تمدنی یا علمی یادگار چھوڑی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی ہی جنس سے تھے، صرف انھون نے کسی وجہ سے اپنا مذہب تبدیل کرلیا تھا،

لیکن صرف یعقوبی کے بیان اور فرضی قیاسات پر یہ فیصلہ کرلینا کہ عرب کے تمام کے تمام

یہود عربی النسل تھے، صحیح نہین ہے،

اوپر جن واقعات کا تذکرہ آچکا ہے، ان ہی سے اس کی پوری تردید ہو جاتی ہے، لیکن اس سلسلہ مین دو تین باتین قابلِ لحاظ ہین،

(۱) یعقوبی نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح نہین ہے، انشاء اللہ ان قبائل کے تذکرے کے وقت اس کے دلائل ہم پیش کرینگے،

(۲) یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ عرب کے یہود دنیا کے دوسرے حصون کے یہود سے ممتاز نہین تھے، یا ان کا کوئی تمدنی امتیاز نہین تھا، اس گوشہ پر یہود کے تمدنی اثرات کے تحت آیندہ ہم مفصل بحث کرینگے لیکن یہان دو ایک باتین سرسری طور سے کہی جاتی ہین، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہود کو دنیا کے کسی گوشہ مین کوئی امتیاز کبھی بھی حاصل نہین تھا، اس لیے کہ ان کے پاس وہ اسباب و ذرائع (خصوصیت سے حکومت) موجود ہی نہین تھے، جن کی بنا پر قومین امتیاز حاصل کرتی ہین، اس لیے یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ وہ کہین بھی ممتاز تھے، دوسری بات یہ ہے کہ عرب کے یہود کو شاید سب سے زیادہ امتیازی حیثیت حاصل تھی، اس لیے کہ قرآن نے زیادہ تر ان ہی کے عقائد، اور اخلاق و معاملات سے بحث کی ہے، اس خیال کی زیادہ تر تائید غالباً یہودی مستشرقین نے بھی کی ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کے ان بیانات کی اہمیت گھٹائی جائے، جن کا تعلق یہود سے ہے، لیکن یہ خیال تاریخی حیثیت سے صحیح نہین ہے،

یہ بات کہ یہود باہر سے نہین آئے تھے، پورے جزیرہ کے متعلق تو یہ کہنا صحیح نہین ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ جزیرہ عرب کے باشندون کی ایک بڑی آبادی نے یہودیت قبول کرلی تھی خصوصیت کے ساتھ یمن کے یہود تو اکثر و بیشتر عرب ہی تھے، اس لیے اس سلسلہ مین صحیح مسلک یہ ہے کہ

یہود باہر سے بھی آئے اور خود عربوں کے بعض قبائل اور افراد نے بھی اسے قبول کیا، جن کا تذکرہ آگے آئے گا، خصوصیت سے شمالی حجاز کے یہود زیادہ تر باہر سے آئے تھے،

کیا عرب کے یہود دنیا سے منقطع ہو چکے تھے؟ تاریخ الیہود کے مصنف اسرائیل لفنسون نے لکھا ہے کہ عراق مصر، یونان اور اس کے علاوہ جہاں بھی یہودیوں کی آبادی تھی، وہاں کے یہود کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے، یہی نہیں بلکہ انھوں نے تاریخ میں اپنے سیاسی تمدنی آثار کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، اور دنیا کی دوسری قوموں سے ان کے گوناگوں تعلقات تھے، لیکن جزیرہ عرب کے یہود دنیا سے بالکل منقطع ہو گئے تھے، اور عربوں میں اس طرح گھل مل گئے تھے کہ دونوں کی تہذیب و معاشرت میں کوئی نمایاں فرق باقی نہیں تھا، اور نہ دوسرے ممالک کے یہود کی طرح ان کے کوئی قابلِ ذکر تمدنی اور علمی آثار موجود تھے، لیکن واقعات کی روشنی میں یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

(۱) یہ بات کہ وہ عربوں میں بالکل گھل مل گئے تھے، اور دونوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا، بالکلیہ صحیح نہیں ہے، جزیرہ عرب میں جہاں یہود منتشر طور پر موجود تھے، وہاں واقعی انکی نمایاں حیثیت نہیں تھی لیکن جو ان کے مرکزی مقامات مثلاً یثرب، خیبر، وادی القریٰ اور تیماء وغیرہ تھے، وہاں وہ ہر نقطۂ نظر سے عربوں سے ممتاز تھے، پوری تفصیل آگے آتی ہے،

(۲) دنیا کے دوسرے حصوں سے ان کا تعلق نہیں تھا، یہ غلط فہمی ویسی ہی ہے جیسی کہ خود عربوں کے متعلق یہ خیال کہ وہ دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھے، لیکن یہ خیال نہ تو عربوں کے متعلق صحیح ہے اور نہ یہود کے متعلق عربوں اور حجاز اور یمن کے یہود کے تجارتی اور معاشرتی تعلقات دوسرے ملکوں سے قدیم زمانہ سے تھے، ذکر آ چکا ہے کہ یمن کے یہودی تجارت کی غرض سے برابر شام کا سفر کرتے رہتے تھے، جزیرہ عرب کے جتنے تجارتی مرکز تھے وہ سب یہودیوں کے قبضہ میں تھے، یمن کی حمیری حکومت اور حبشہ کی

عیسائی حکومت کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک برابر سیاسی جشمک جاری رہی، خصوصیت سے شام کے یہودیون سے تو ان کے بعض معاشرتی تعلقات بھی تھے، شام کے یہودی مدینہ کے یہودیون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیا کرتے تھے، بنو قینقاع جلاوطن کیے گئے تو وہ یہان سے اذرعات جو شام کے علاقہ مین ہے، چلے گئے، اسی طرح دوسرے یہودی قبائل کا بھی شام کی طرف جانا ثابت ہے، حجاز سے مدینہ کو جو راستہ جاتا ہے اس شاہراہ پر جتنے مرکزی مقامات تھے، ان میں یہودیون کی آبادیان ملتی ہین، اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ قریش تو تجارت کے لیے شام تک کا سفر کرین اور یہود جو جزیرہ عرب کے سب سے زیادہ تاجر اور مالدار باشندے تھے، شام کا تجارتی سفر نہ کرتے ہون، اور پھر مزید بران یہ کہ شام ہی مین ان کا قبلہ اور سب سے مقدس عبادت خانہ تھا، ان وجوہ کی بنا پر یہ خیال کرنا صحیح نہین معلوم ہوتا کہ یہود دنیا سے منقطع ہوکر بالکل قبائلی زندگی گذار رہے تھے،

(۳) تمدنی اور علمی حیثیت سے بھی عرب کے یہود ممتاز تھے۔ ان کے تمدنی و سیاسی اثرات پر بحث آگے آئے گی، البتہ علمی حیثیت کے متعلق کچھ باتین یہان لکھی جاتی ہین،

جزیرہ عرب کے یہود کے علمی امتیاز کے لیے یہی ثبوت بہت ہے کہ ان مین حضرت عبداللہ رضہ ابن سلام، حضرت زید بن سعنہ، حضرت مخیریقؓ، حضرت میمونؓ بن یامین، کعب احبار، محمد بن کعب القرظی، وہب بن منبہ جیسے علما، اور کعب بن اشرف اور سموءل جیسے شعرا موجود تھے، حضرت عبداللہ بن سلام کے صاحبزادے حضرت یوسف نے اپنی ایک علمی یادگار بھی چھوڑی تھی، ان کے متعدد مدارس قائم تھے، خود مدینہ مین بیت المدارس کے نام سے ان کی ایک مشہور درسگاہ تھی،

جزیرہ عرب مین سب سے زیادہ لکھے پڑھے یہودی ہوتے تھے، مدینہ مین غالباً سب سے پہلے

تحریر کا رواج یہود ہی کے ذریعہ ہوا، وہ صرف اپنی مذہبی زبان عبرانی ہی نہیں بلکہ عربی سے بھی بخوبی واقف تھے، اور اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دیتے تھے، ان کی زبان بھی یہی تھی، پوری تفصیل آگے آئے گی،

غالباً یہ یہود ہی کا اثر تھا کہ ظہور اسلام کے وقت متعدد صحابہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، بعض صحابہ تو عربی کے ساتھ عبرانی سے بھی واقف تھے،

بہر نوع یہ کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ عرب کے یہود تمدنی اور سیاسی حیثیت سے کوئی ممتاز حیثیت نہیں رکھتے تھے، یا وہ علمی حیثیت سے دوسرے مقامات کے یہود سے پست تھے،

یہود کے مرکزی مقامات اور ان کے مشہور قبائل

یوں تو جزیرۂ عرب کے ہر حصہ میں یہودیوں کی آبادیاں موجود تھیں، لیکن خصوصیت سے شمالی عرب کے تمام مرکزی مقامات پر یہودی قبائل آباد تھے، اور ان میں اکثریت ان یہودیوں کی تھی جو باہر سے ہجرت کر کے آئے تھے، ان قبائل کے نام، ان کی آمد اور مقامِ ہجرت کے سلسلہ میں جو معلومات مل سکی ہیں وہ درج ذیل ہیں،

یثرب ظہور اسلام کے وقت جزیرۂ عرب میں یہود کی سب سے بڑی آبادی یثرب اور خیبر میں تھی، اس لئے سب سے پہلے ان ہی مقامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، یثرب کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں صاحب معجم البلدان نے لکھا ہے کہ یہ یثرب بن قانیہ کا آباد کیا ہوا ہے، اسلئے اس کا نام یثرب پڑ گیا، یثرب بن قانیہ حضرت نوحؑ کی اولاد کی ساتویں پشت میں تھا، اگر یہ بیان صحیح ہے تو یہ بہت قدیم آبادی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت

۱؎ بعثت نبوی سے ایک سو سال پہلے یہودیت کا سب سے بڑا مرکز یمن تھا، لیکن حمیری حکومت کی شکست اور ذونواس کے قتل کے بعد یمن میں یہودیت کی جگہ نصرانیت نے لے لی تھی، تفصیل آگے آئے گی،

بھی یہی نام رائج تھا، مگر آپ نے اس کا نام طابہ اور طیبہ رکھا، پھر آپ کی ہجرت کے بعد وہ مدینۃ النبی کے نام سے پکارا جانے لگا، اور آخر مین یہی نام مخفف ہوکر زبان زد خاص و عام ہوگیا،

مدینہ مین جو یہودی قبیلے آباد تھے ان کی تفصیل یہ ہے،

بنو قریظہ یہ نہایت قدیم قبیلہ تھا، جو اپنا وطن شام کو چھوڑ کر یہان آیا، اور وادی مہز وز کے قریب جو مدینہ کے مشرق مین واقع ہے، آباد ہوگیا، [لہ] یہ وادی بعد مین انہی کے نام سے مشہور ہوگئی، اور رفتہ رفتہ ان کی ملک مین آگئی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے جن قبائل سے معاہدہ کیا تھا ان مین بنو قریظہ کا قبیلہ بھی تھا، معاہدہ کی رو سے مسلمان اور یہود ایک دوسرے کے خلاف کسی جنگ مین شریک نہین ہو سکتے تھے، لیکن ۵ھ مین انھون نے معاہدہ شکنی کی، اس سے پہلے بھی غزوۂ احزاب وغیرہ مین یہ مسلمانون کے خلاف سازش کر چکے تھے، اسلیے ان کو اس جرم کی سزا بھگتنی پڑی، حضرت ثعلبہؓ، حضرت زید بن سعنہ، حضرت سعیہؓ، حضرت عطیہؓ، حضرت ریحانہؓ وغیرہ اہل کتاب صحابہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے،

بنو نضیر اس خاندان نے بھی بنو قریظہ کے ساتھ ہی اپنا آبائی وطن چھوڑا اور مدینہ کے جنوب مشرق مین وادی بطحان کے پاس آکر آباد ہوا، یہ مدینہ کی سب سے بڑی وادی تھی، یاقوت نے بطحان کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بنو نضیر اسی وادی کے قریب آباد ہوئے، لیکن ایک جگہ ایک مقام بویرہ کو ان کی طرف منسوب کیا ہے، اور اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

لہ معجم البلدان ج ۸ ص ۲۱۲

ھو موضع منازل بنی نضیر	بنو نضیر کی آبادی اسی جگہ پر ہے،

بویرہ ایک کنوئین کا نام ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ کنواں وادی بطحان کے قریب ہی رہا ہو، اس بنا پر دونوں روایتون مین کوئی تضاد نہین ہے[۱]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ سے بھی معاہدہ کیا تھا، لیکن انھون نے بھی معاہدہ شکنی کی، اور اس کی پاداش مین سنہ ۴ھ مین جلاوطن کیے گئے، حضرت مخیریقؓ حضرت یامینؓ، حضرت ابوسعدؓ وغیرہ اسی قبیلہ سے تھے،

بنو قینقاع اس قبیلہ کے متعلق یہ نہین معلوم ہو سکا کہ یہ باہر سے ہجرت کرکے آیا تھا یا یہین کا کوئی عرب قبیلہ تھا، جس نے یہودیت قبول کر لی تھی، اس قبیلہ کے لوگ عام طور پر صناع اور زراعت پیشہ تھے خصوصیت سے آہنگری اور زرگری ان کا خاص پیشہ تھا، خود انکا نام بھی ان کے پیشون کی طرف راہ نمائی کرتا ہے، قین عربی مین لوہار کو کہتے ہین، اور قاع اس ہموار اور نرم زمین کو کہتے ہین جس مین کھیتی کی جا سکے، جن سے ان کی دونون خصوصیتین معلوم ہوتی ہین، مدینہ کے دوسرے یہودی قبائل کے مقابلہ مین یہ زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے، سب سے پہلے اسی قبیلہ نے معاہدہ شکنی کی، اور اس کے نتیجہ مین جلاوطن کیے گئے، مدینہ سے نکلکر اذرعات مین، جو شام کا ایک ضلع ہے، چلے گئے،

بنو ہدل یہ قبیلہ بھی بنو قریظہ کے ساتھ اپنے وطن سے ہجرت کرکے مدینہ آیا تھا، اور ان ہی کے ساتھ وادی مہزور مین آباد ہو گیا تھا[۲]، یہ قبیلہ اپنی کوئی الگ حیثیت نہین رکھتا تھا، بلکہ ہر معاملہ مین بنو قریظہ ہی کا شریک تھا، بعض کتابون مین اس کا نام بنو بہدل لکھا ہوا ہے، سمہودی نے لکھا ہے کہ ان کو بنو ہدل اس سبب سے کہتے تھے کہ عام طور پر ان کے ہونٹ موٹے اور لٹکے

۱؎ معجم البلدان ج ۲ ص ۲۲۶ ۲؎ ایضاً ج ۸ ص ۲۹۷

ہوئے ہوتے تھے، عربی میں ایسے آدمی کو ہدل کہتے ہیں،[1] حضرت ثعلبہؓ حضرت اسد بن کعبؓ
اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ اسی قبیلہ سے تھے،

بنو زنباع یہ قبیلہ بھی بنو قریظہ ہی کی ایک شاخ اور اس کے ماتحت تھا، بنو قریظہ سے
اس کے تعلق کی بنا پر یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبیلہ بھی ہجرت کرکے آیا تھا، مگر اس کی جائے قیام
کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی، حضرت رافعؓ کا نسبی تعلق اسی قبیلہ سے تھا،

یثرب کے دوسرے یہودی قبائل مذکورہ قبائل کے علاوہ مدینہ منورہ میں اور بھی متعدد یہودی قبائل تھے
جن کو خود کوئی ممتاز حیثیت حاصل نہیں تھی، بلکہ وہ ہر معاملہ میں ان ہی یہودی قبائل کے پابند
تھے، مثلاً بنو عریض جبل احد کے قریب آباد تھے، بنو ظفر وادی مہزور کے آخری سرے
پر آباد تھے، بنو اشہل اور بنو حارثہ مدینہ کے بالکل مشرق میں آباد تھے، ان کے علاوہ چند
اور قبائل کے نام اس معاہدہ میں آئے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے کیا تھا،

(۱) یہود بنی عوف (۲) یہود بنی نجار (۳) یہود بنی ساعدہ (۴) یہود بنی عوف،
(۵) یہود بنی الاوس (۶) یہود بنی ثعلبہ (۷) بنو جفنہ (۸) بنو الشطیبہ (۹) بنو حارث،

اس معاہدہ میں ان قبائل کے ذکر کے بعد یہ دفعہ بھی ہے کہ

وان لبطانة يهود — اور یہودیوں (کے قبائل) کی ذیلی شاخوں کو
كانفسهم — بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو اصل کو حاصل ہیں،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے اور بھی دوسرے ذیلی قبائل تھے، چنانچہ اس کی تائید
سمہودی کے بیان سے بھی ہوتی ہے، وہ مدینہ کے یہودی قبائل کا تذکرہ کرتے ہوئے
لکھتے ہیں:

[1] وفاء الوفا ج ۱ ص ۱۱۱

ان یهود کانوا نیفا وعشرین قبیلة[1] — مدینہ میں یہودی قبائل بیس سے زیادہ تھے،

ان ذیلی قبائل میں بیشتر ایسے تھے جن کا نسبی تعلق اوس و خزرج سے تھا، مگر انھوں نے یہودیت قبول کر لی تھی، اس لیے وہ یہودی قبائل میں شمار ہوتے تھے، مثلاً بنو اشہل، بنو حارثہ بنو عوف وغیرہ قبیلہ اوس کی شاخیں تھیں، اسی طرح بنو نجار، بنو حارث، بنو ساعدہ وغیرہ خزرج کے تحتی قبائل تھے،

خیبر شمالی حجاز میں یہود کا دوسرا بڑا مرکز خیبر تھا، جو شام کے راستہ میں مدینہ منورہ سے تقریباً آٹھ منزل پر واقع ہے، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہاں کی یہودی آبادی کہیں سے ہجرت کر کے آئی تھی یا یہیں کی خود عرب آبادی نے یہودیت قبول کر لی تھی، بعض قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قدیم آبادی تھا ہے، معجم البلدان نے خیبر کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ یہ بستی خیبر بن قانیہ کی طرف منسوب ہے، اس لحاظ سے ان کے اور انصار کے جد اعلیٰ ایک ہی ہیں، انصار کے جد اعلیٰ یثرب بن قانیہ کا ذکر اوپر آچکا ہے،

اس بیان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہاں یہودیت کو فروغ کب سے ہوا، اس سلسلہ میں عاجز کی رائے یہ ہے کہ خیبر عبرانی لفظ ہے، جس کے معنی قلعہ کے ہیں، یہ لفظ خود اشارہ کر رہا ہے کہ اس بستی کو یہود سے بڑا قدیم تعلق ہے، اور پھر اس سرزمین کو قلعوں کی سرزمین کہا جائے تو صحیح بھی ہے، اس لیے کہ یہاں بہت سے قلعے تھے جنکی یادگار آجتک باقی ہے،

خیبر حجاز کا بڑا زرخیز علاقہ ہے، جس کو تجارتی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت حاصل تھی، یہاں کے یہود اقتصادی حیثیت سے بہت ممتاز تھے، انھوں نے متعدد جنگی قلعے بنا رکھے تھے، جن میں سات قلعے بہت مشہور تھے، ناعم، قموص، حصن الشق، حصن النطاۃ، حصن السالم

[1] وفاء الوفا، ص ۱۱۶

حصن الوطیح، حصن الکتیبہ، یعقوبی کا بیان ہے کہ اس مین بیس ہزار سپاہی رہتے تھے یعقوبی کے اس بیان سے خیبر کی وسعت اور اسکی آبادی کی کثرت کا اندازہ ہوتا ہے،

دوسرے یہود کی طرح اسلام کے خلاف انکی ریشہ دوانیان جب بہت بڑھ گئین تو ؁ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف جارحانہ کارروائی کرکے انکو شکست دی پوری تفصیل آگے آئے گی، حضرت صفیہؓ کا وطن خیبر ہی تھا،

فدک خیبر اور مدینہ کے درمیان فدک کی بستی تھی، یہان بھی یہودیون کی آبادی تھی اور دوسرے مقامات کی طرح یہان کے یہود بھی نہایت ہی خوش حال تھے، یہ بستی بھی پرانی ہے، مگر یہان یہود کب آباد ہوئے، اس کی کوئی تصریح نہین ملتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے آس پاس کے جن قبائل سے صلح کی تھی ان مین اہلِ فدک بھی تھے، تاریخون مین اس کا تذکرہ اسی حیثیت سے آتا ہے،

وادی القریٰ شام اور مدینہ کے درمیان ایک وادی ہے، جس مین بہت سی بستیان آباد تھین، اس کو "وادی القریٰ" (بستیون کی وادی) کہتے ہین، یہ نہایت ہی قدیم آبادی ہے، قدیم زمانہ مین یہان عاد و ثمود آباد تھے، یہ بستیان اپنی سرسبزی و شادابی کے لحاظ سے ہمیشہ سے ضرب المثل تھین، قرآن مجید کی ان آیات مین انہی بستیون کی طرف اشارہ ہے،

اَتُتْرَكُوْنَ فِیْمَا هٰهُنَآ اٰمِنِیْنَ	کیا تم کو ان ہی چیزون مین بے فکری سے
فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ	رہنے دیا جائیگا جو یہان موجود ہین یعنی باغون
وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ	چشمون مین اور کھیتون مین اور ان کھجورون
(شعراء)	مین جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہین،

ارباب تاریخ و جغرافیہ لکھتے ہین کہ عاد و ثمود کی تباہی کے بعد یہان یہود آباد ہوئے،

[1] اس کی تفصیل معجم البلدان وغیرہ مین ملتی ہے [2] یعقوبی جلد ۲ ص ۵۶

انھون نے دوبارہ یہان کی زراعت اور آب رسانی کو ترقی دی، یہود کے بعد دوسرے عربی قبائل بھی یہان آباد ہوئے، مگر وہ سب کے سب یہود کے زیر اثر رہے، قضاعہ، جہینہ اور عذرہ وغیرہ قبائل اسی وادی مین آباد تھے،[1] اس تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ یہان کے یہود جزیرہ عرب مین ہجرت کرکے آئے تھے، اور بہت قدیم زمانہ سے یہان آباد تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر اور فدک سے واپس ہوئے تو یہان کے باشندون نے بھی خیبر کے شرائط صلح کے تحت صلح کرلی،

عہد اسلام کے بعد بھی کئی صدیون تک یہان یہودیون کے وجود کا پتہ چلتا ہے، تاریخ الیہود کے مصنف کا بیان ہے کہ گیارہوین صدی عیسوی تک یہان یہود موجود تھے (ص ۱۸۷) یاقوت نے اپنے زمانہ یعنی ساتوین صدی ہجری مین اس کا حال ان الفاظ مین لکھا ہے، اس وقت یہ سرزمین بالکل ویران ہے، کنوئن، اور چشمون کا پانی ابتک ویسے ہی جاری ہے، مگر اس سے فائدہ اٹھانے والا کوئی موجود نہین ہے،[2]

ان دونون بیانون سے پتہ چلتا ہے کہ پانچوین اور ساتوین صدی ہجری مطابق گیارہوین اور تیرہوین صدی عیسوی کے درمیان یہود نے اس سرزمین کو چھوڑا ہے، لیکن یہ نہین معلوم ہوسکا کہ ان کے ترک وطن کے اسباب کیا تھے، اور وہ یہان سے کہان گئے،

بلاذری کی ایک روایت ہے کہ "حضرت عمرؓ نے خیبر کے یہودیون کے ساتھ وادی القری کے یہودیون کو بھی جلاوطن کردیا تھا،[3] لیکن یہ بیان محل نظر ہے، دوسرے یہ روایت "قیل" کے لفظ سے مروی ہے، جو اس کے ضعف پر دال ہے، اس کے علاوہ کچھ اور بھی دلائل ہین

[1] معجم البلدان ج ۸، ص ۱۴۳، یہود اور مسلمانون مین جتنی جنگین ہوئین ان سب مین یہ قبائل یہود کے ساتھ نظر آتے ہین

[2] معجم البلدان ج ۸، ص ۱۴۳ [3] فتوح البلدان ص ۴۱

جس کی بنا پر بلاذری کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، واللہ اعلم

تیماء وادی القریٰ سے قریب ہی تیماء کی بستی تھی، فدک اور وادی القریٰ کی طرح تیماء بھی مدینہ اور شام کے راستہ پر واقع تھا، یہاں بھی یہود کی آبادی تھی، ظہور اسلام سے پہلے یہاں بنو عادیا کا خاندان حکمران تھا[1]، اس خاندان کا ایک ممتاز فرد سموئل بن عادیا تھا، جو اپنی شاعری اور وفا شعاری میں ضرب المثل تھا، حضرت رفاعہؓ جن کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے" اسی کے لڑکے تھے، یہ حضرت صفیہؓ کے ماموں ہوتے تھے،

بلاذری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی القریٰ سے واپس ہوئے تو اہل تیماء نے صلح کی درخواست کی اور آپ نے قبول کرلی[2]، مگر یہ بیان بھی قابلِ غور ہے تفصیل آگے آئے گی،

نجران بعض واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ نجران میں بھی قدیم زمانہ سے یہود آباد تھے، لیکن یمن کی یہودی سلطنت کے زوال کا اثر نجران کے یہودیوں پر بھی پڑا، اور آہستہ آہستہ انکی آبادی وہاں سے ختم ہوگئی، اور ان کی جگہ نصرانیوں نے لے لی،

ظہور اسلام سے پہلے نجران میں یہود کی موجودگی کے واقعات کے سلسلہ میں یہ واقعہ ارباب تاریخ اور مفسرین عام طور پر لکھتے ہیں کہ "عیسائیوں نے نجران کے کسی یہودی کے دو لڑکوں کو کسی وجہ سے قتل کر دیا، یہودی نے یمن کے یہودی حکمران ذو نواس سے داد رسی کی، اس نے نجران پر حملہ کیا[3]، اور وہاں کی عیسائی آبادی کا قتل عام کیا جس کی

---

[1] کتاب الشعر والشعراء ص ۵۴ [2] فتوح البلدان ص ۴۲ [3] اس حملہ کے سلسلہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا رجحان اور انکا تعاون دینی رشتہ کی بنا پر حبشہ کی عیسائی حکومت کیساتھ زیادہ تھا، اور یمن کے یہودی حکمرانوں اور حبشہ کے عیسائی حکمرانوں میں برسوں سے سیاسی کشمکش چلی آرہی تھی، اس کشمکش کی موجودگی میں اہل نجران کی

(باقی ص ۲۴ پر)

طرف قرآن کی اس آیت مین اشارہ ہے؛

قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ (بروج) — خندق والے یعنی بہت سی ایندھن کی آگ رکھنے والے ملعون ہوئے

یہ واقعہ ظہور اسلام سے ایک صدی پہلے کا ہے، اس کے بعد ہی یمن کی یہودی سلطنت ذونواس کے بعد ختم ہو گئی، اور پھر یہودیون کو جزیرۂ عرب مین سیاسی غلبہ نہین ہوا، اس زوال کا اثر یہودیون کی تمام آبادیون پر پڑا، ظہور اسلام کے وقت نجران مین عیسائیون کے ساتھ یہود بھی آباد تھے، مگر تاریخ کی عام کتابون مین اس کا ذکر نہین ملتا، البتہ ابو داؤد کی ایک روایت سے ان کی آبادی کا پتہ چلتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ "نجران مین یہود کی آبادی تھی، جو حضرت عمرؓ کے زمانہ تک باقی رہے، اور آپ ہی کے زمانہ مین بعض سیاسی مصلحتون کی بنا پر جلاوطن کر دیے گئے[۲]

آیندہ اوراق مین "جزیرۂ عرب مین عیسائیت" کے عنوان کے تحت اس کی پوری تفصیل آئے گی،

اذرح اور جربا	جزیرۂ عرب کی سرحد پر یہ بستیان پاس ہی پاس واقع تھین جنمین یہود آباد تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳) یہ روش یہودیون کے لیے سیاسی حیثیت سے خلش کا سبب بنی ہوئی تھی، حبشہ پر براہ راست حملہ کرنا انکے بس سے باہر تھا، اسلیے انھون نے نجران ہی کو اپنی دشمنی کا نشانہ بنایا، ممکن ہے یہودی بچون کے قتل ہی کو یہودیون نے نجران پر حملہ کرنیکا ایک سیاسی اور قانونی بہانہ بنایا ہو جسطرح یمن کے عیسائیون نے کعبہ پر حملہ کیلیے ایک معمولی بہانہ نکال لیا تھا،

(حواشی صفحہ ہذا) اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ مین تفسیرون مین متعدد واقعات مذکور ہین، ممکن ہے ایک ہی واقعہ نے متعدد جگہ پر مختلف شکلین اختیار کر لی ہون، جیسا کہ عام طور پر اس قسم کے واقعات مین ہوتا ہے،

۲ ابو داؤد ج ۲ باب اخراج الیہود

اور ان ہی کا غلبہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس ہوئے تو یہان کے باشندون نے صلح کی درخواست کی، اہل اذرح نے سو دینار سالانہ اور اہل جربا نے جزیہ کے طور پر کچھ متعین رقم دینے کی خواہش ظاہر کی، اس پر آپ نے ان سے صلح کرلی،[1]

مقنا | یہ بستی خلیج عقبہ (ایلہ) کے کنارے آباد تھی، اس کی حیثیت ایک بندرگاہ کی تھی، یاقوت اور بلاذری دونون نے لکھا ہے کہ یہان کے باشندے یہودی تھے، مگر یہ کسی نے نہین لکھا ہے کہ وہ یہان کب آباد ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو معاہدہ کیا تھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ شکار ماہی، کتائی اور زراعت ان کا خاص پیشہ تھا،

اہل مقنا کے معاہدہ کے سلسلہ مین کچھ قابل غور باتین ہین جنکا تذکرہ آگے آئے گا،

بحرین | بحرین فارس اور جزیرہ عرب کی سرحد پر واقع ہے، جو فارس کے ماتحت تھا، یہان کے باشندے نہ خالص عربی تھے اور نہ عجمی، بلکہ یہ مقام مختلف اور متضاد مذہب اور تہذیب و تمدن رکھنے والی قومون کا سنگم تھا، عرب و عجم، یہود و نصاریٰ اور مجوس و آتش پرست سبھی یہان موجود تھے، عربون کو جن مقامات پر دوسری قومون سے ملنے اور قریب سے ان کی تہذیب و ثقافت سے واقف ہونے کا موقع ملا، ان مین ایک بحرین بھی ہے، فتوح البلدان مین ہے کہ

اھل الارض من المجوس	اہل بحرین کی آبادی مجوس، یہود اور
والیھود والنصاریٰ (ص۸۶)	نصاریٰ پر مشتمل تھی،

عرب کے مشہور قبائل عبدالقیس، بکر بن وائل تمیم وغیرہ یہین آباد تھے،

افسوس ہے کہ بحرین کی قدیم تاریخ پردۂ خفا مین ہے، ظہور اسلام کے وقت منذر بن ساوی

[1] فتوح البلدان ص ۶۶ [2] ایضاً ص ۶۷

وہاں کا حکمران تھا، غالباً یہ عرب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں جب قریب کے ملوک و سلاطین کو دعوتی خطوط لکھے تو ایک خط منذر والی بحرین کو بھی لکھا، اور حضرت علاء رض ابن عبداللہ کے ہاتھ روانہ فرمایا، منذر پر اس خط کا بہت اچھا اثر پڑا، اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا، اس کے ساتھ اہل بحرین کی ایک بڑی تعداد بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر کو اس عہدہ پر جون کا توں باقی رکھا،[1]

۸ھ میں منذر نے تحریری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہاں کے یہود کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے، آپ نے جواب میں لکھا کہ جو لوگ تبلیغ اسلام کے بعد بھی اسلام نہ قبول کریں، ان سے فی کس ایک دینار سالانہ جزیہ لیا جائے،[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سعادت کے بعد یہاں کے باشندے عام طور پر مرتد ہونے لگے، تو حضرت بشر بن جارودؓ جن کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے، انھوں نے اہل بحرین کو ارتداد سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی،[3]

مکہ و طائف | مکہ و طائف میں خالص عرب مشرکین کی آبادی تھی، مگر مکہ کی قدیم تاریخوں میں عربوں اور خصوصیت سے قریش اور یہود میں تجارتی و تمدنی تعلقات کے بیان کے سلسلہ میں یہود کا ذکر بھی آتا ہے، جس سے یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ آیا مکہ و طائف میں بھی عرب مشرکین کے ساتھ یہود آباد تھے یا نہیں، بعض مستشرقین نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام سے پہلے مکہ میں عربوں کے ساتھ یہود بھی آباد تھے،[4] مگر عربی تاریخوں سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس کی صحت میں ہم کو تامل ہے،

[1] فتوح البلدان ص ۸۶ [2] ایضاً ص ۹۱ اور سیاسی زندگی ڈاکٹر حمید اللہ ص ۳۵۰ [3] فتوح البلدان ص ۹۱ [4] تاریخ الیہود ص ۹۴

اس سلسلہ مین قابل غوربات یہ ہو کہ اگر مکہ مین یہود موجود ہوتے تو قریش کا وفد مکہ کے یہودیون کو چھوڑ کر مدینہ کے یہود کے پاس کیون جاتا، جیسا کہ ابن ہشام اور دوسرے ارباب سیر نے تصریح کی ہے کہ قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن معیط وغیرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے مین کچھ باتین دریافت کرنے کے لئے مدینہ بھیجا تھا، چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اصحاب کہف، روح اور ذوالقرنین کے سلسلہ مین جو آیات نازل ہوئین ان کا سبب نزول یہی واقعہ ہے،

یہ ضرور ہے کہ اہل مکہ اور یہود مین گوناگون تعلقات تھے، مکہ کے عکاظ اور مجنہ کے بازارون مین یہودی تاجر اور کاہن شریک ہوتے تھے، جہان کہانت کی شعبدہ بازیان زیادہ تر ان ہی کے دم سے قائم تھین، مکہ مین بعض یہودی غلامون کا تذکرہ بھی ملتا ہے، پھر مکہ کے قریب ہی بنو کنانہ آباد تھے، جن مین یہودیت موجود تھی، مین سمجھتا ہون کہ ان ہی وجوہ کی بنا پر یہ خیال قائم کر لیا گیا کہ یہان یہود موجود تھے، حالانکہ یہ صحیح نہین ہے،

البتہ طائف کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ یہان قدیم زمانہ سے یہودیون کی ایک نو آبادی موجود تھی، فتوح البلدان مین ہے،

کان بمخالیف الطائف قوم من	طائف کے ایک حصہ مین یہودیون کی
الیہود طردوا من الیمن ویثرب	آبادی تھی جو یمن و یثرب سے نکالدیئے
فاقاموا بھا للتجارۃ (ص ۶۳)	گئے تھے اور بسلسلۂ تجارت یہان آکر آباد ہو گئے تھے.

جب طائف پر مسلمانون کا قبضہ ہوا تو وہان کے یہودیون پر جزیہ لگایا گیا، بلاذری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہو کہ حضرت معاویہؓ نے یہان کے بعض یہودیون کی جائداد خریدی تھی،[۱]

[۱] فتوح البلدان ص ۶۳،

اس سے زیادہ یہان کے یہودیون کے وجود کے متعلق کچھ معلوم نہین ہوسکا،

تبالہ وجرش تبالہ وجرش طائف کے جنوب مین واقع ہین، تاریخون مین ہے کہ ان بستیون مین بھی عربون کے ساتھ اہل کتاب آباد تھے، یہ بصراحت معلوم نہین ہوسکا کہ اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ دونون مراد ہین یا صرف یہود، لیکن ہمارا قیاس ہے کہ دونون مراد ہین، اور دونون آباد ہون گے، اس لیے کہ اکثر مرکزی مقامات مین دونون کے آباد ہونے کا پتہ چلتا ہے، جیسا کہ مقنا اور بحرین کے سلسلہ مین ذکر آچکا ہے،

یہ بہت ہی قدیم اور زرخیز بستیان تھین، اور خصوصیت سے تبالہ کے بارے مین تویاقوت نے لکھا ہے" اس کی زرخیزی ضرب المثل ہے"[1]

سنہ۱۰ھ مین یہان کے عرب باشندون نے تو اسلام قبول کرلیا، لیکن اہل کتاب اپنے دین پر قائم رہے، اور انھون نے جزیہ دینا قبول کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہان کی امارت پر حضرت سفیانؓ کا تقرر فرمایا تھا،[2]

یہودیون کی ان یکجا آبادیون کے علاوہ عرب کے مختلف قبائل مین ایک ایک دو دو اشخاص ملتے ہین، جنھون نے یہودیت قبول کرلی تھی، اور بعض ایسے عربی قبائل کا بھی پتہ چلتا ہے جو پورے کے پورے دائرۂ یہودیت مین داخل ہو گئے تھے، مثلاً حمیر، بنوکندہ، بنوکنانہ، بنوالحارث، قضاعہ[3]، غسان اور جذام کے بعض خاندانون مین بھی یہودیت تھی،[4]

یہودی قبائل اور ان کی آبادیون کا ذکر اس وسعت کیساتھ اسلیے کیا گیا ہو کہ یہ معلوم ہوجائے کہ جزیرۂ عرب کے اندر جتنے بھی تجارتی، زراعتی، سیاسی، مرکزی مقامات تھے، تقریباً ان سب پر یہودیون کا قبضہ تھا، یا کم از کم وہان ان کا اثر و رسوخ تھا، دوسرے آیندہ جو مباحث آنیوالے

---

[1] معجم البلدان ج ۲ ص ۲۵۷ [2] فتوح البلدان ص ۶۶ [3] معارف ابن قتیبہ ص ۲۶۶ [4] یعقوبی ج ۱ ص ۲۹۸

ہین ان مین بھی اس تفصیل سے واقعات کے سمجھنے مین بہت کافی مدد ملے گی۔

اسلام سے پہلے عربون اور یہودیوں کے تعلقات اور اس کی نوعیت

جزیرۂ عرب مین یہودیون کی آمد اور ان کی آبادیون کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے، اس سے اجمالاً عربون اور یہودیوں کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے، مگر پھر بھی اس سلسلہ مین مزید تفصیل کی ضرورت ہے، تاکہ ان کے تعلقات کی تمام جہتین اور انکی نوعیتین پورے طور سے سامنے آجائیں،

اسلام سے پہلے عربون اور یہودیون مین گوناگون معاشرتی اور تمدنی تعلقات تھے، مگر ان کے باوجود ذہنی طور پر ان مین ایک طرح کی اجنبیت اور مغائرت بھی موجود تھی، مگر وہ وطنی اور معاشرتی نہیں تھی، بلکہ معاشی اور مذہبی تفوق یا افضلیت ومفضولیت کی تھی،

یہود دین الٰہی کے ماننے والے اور صحف سماوی کے حامل تھے، پھر اسی کے ساتھ انکو پورے جزیرہ مین معاشی غلبہ بھی حاصل تھا، اس لیے وہ عام عربون کے مقابلہ مین اپنے کو افضل اور بہتر سمجھتے تھے،

غالبًا اسی تفوق پسندی ہی کا نتیجہ تھا کہ یہود خالص عرب آبادی مین بہت کم آباد تھے، اور جہان عربون کے ساتھ وہ آباد بھی تھے، تو وہان انھون نے اپنا تفوق قائم رکھنے کے لیے کوئی نہ کوئی امتیاز بھی باقی رکھا، یہودی آبادیون کے نقشے پر آپ نظر ڈالین گے تو عاجز کے اس خیال کی پوری تائید ہوگی،

مگر چونکہ ان کو پورے جزیرہ مین عددی اکثریت حاصل نہین تھی، اور دوسرے ان کے تجارتی اسباب وسامان اور زراعتی پیداوار وحاصلات کی منڈی زیادہ تر عرب ہی آبادیان تھین، اس لیے وہ عربون سے بالکل منقطع اور بےتعلق ہوکر نہین رہ سکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس تفوق کے باوجود انھون نے ہمیشہ عربون سے اپنے تعلقات استوار رکھنے کی کوشش

کی، جیسا کہ ہر تجارت پیشہ اور کاروباری قوم کا شیوہ ہوتا ہے، اسی کے مقابلہ مین عام اہل عرب مذہبی اور معاشی دونون حیثیت سے اپنے کو یہود سے کمتر سمجھتے تھے، اور وہ شاید سمجھنے پر مجبور بھی تھے، اس لیے کہ ان نعمتون سے جو یہودیون کو حاصل تھین، ان کا دامن قریب قریب خالی تھا، نہ توان کے پاس کوئی کتاب الہٰی تھی اور نہ معاشی حیثیت سے وہ مطمئن تھے، قریش جو تجارت مین معروف ومشہور تھے، اور جن کو کعبہ کے کلید بردار اور نگران ہونے کی وجہ سے سارے عرب کی سیادت ہی نہین بلکہ پورے جزیرۂ عرب کی بے تاج کی بادشاہی بھی حاصل تھی، وہ بھی یہود کی مذہبی فضلیت وتفوق کے معترف اور ان کی معاشی برتری کے ماننے پر مجبور تھے۔

قرآن نے متعدد جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر تم کو (اہل عرب) رسول کی سچائی اور دین حق مین شبہہ ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو، حدیث وسیر کی کتابون سے ثابت ہے کہ قریش نے متعدد بار اپنے وفود مدینہ کے یہود کے پاس اس لیے بھیجے کہ وہ آپ کی نبوت اور آپ کے صفات کتب سابقہ کی روشنی مین ان سے دریافت کرین، اسی تفوق وفضیلت ہی کا اثر تھا کہ جب لوگون کے بچے زندہ نہین رہتے تھے تو وہ منت مانتے تھے کہ بچہ زندہ رہ جائیگا تو اسے یہودی بنادین گے، چنانچہ مدینہ مین اس طرح کے بہت سے جدید الیہودیہ افراد موجود تھے[۱]، تفصیل آگے آئے گی،

معاشی حیثیت سے بھی یہود کو عربون پر عام طور سے تفوق حاصل تھا، مدینہ کی بیشتر عرب آبادی ان کی مقروض تھی، خیبر کا بھی یہی حال تھا، وہان وہ عربیون سے مزدوری کراتے تھے، جس وقت خیبر فتح ہوا ہے، اس وقت بہت سے عرب خدمت گار، ان کے پاس موجود تھے[۲]

---

[۱] ابوداؤد ج ۲ ص ۹ کتاب الجہاد [۲] ابن ہشام وغیرہ

قریش جو پورے عرب میں ممتاز اور صاحب "رحلۃ الشتاء والصیف" تھے، وہ بھی شادی بیاہ کے موقع پر خیبر کے یہودیوں سے زیورات کرایہ پر لیجاتے تھے، ایک مرتبہ اسی طرح کے مستعار زیورات گم ہوئے تو قریش نے یہودیوں کو دس ہزار دینار[1] ہرجانہ ادا کیا،

کہنا یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں اور یہودیوں میں باہم معاشی اور معاشرتی تعلقات تھے، اور باوجود تفوق و مذہبی مغایرت کے جنگ وغیرہ کے مواقع پر اپنے مصالح کے ماتحت عربی قبائل سے وہ تحلیف و معاہدہ کرتے تھے۔ اور اس میں شریک ہوتے تھے،

مدینہ کے مشہور عربی قبائل اوس و خزرج میں جتنی لڑائیاں[2] ہوئیں، ان میں وہاں کے یہودی قبائل کسی نہ کسی کے حلیف تھے، اسی طرح خیبر کے یہودیوں سے آس پاس کے تمام قبائل سے معاہدۂ جنگ تھا، چنانچہ اسلامی غزوات کے مواقع پر انھوں نے اس حلف و معاہدہ سے پورا فائدہ اٹھایا،[3]

یہی نہیں بلکہ بعض عربی قبائل اور یہودیوں میں شادی بیاہ کے رشتے بھی شروع ہوگئے تھے، کعب جو یہود مدینہ کا اشعر الشعراء اور سب سے بڑا دشمن اسلام تھا، اس کا باپ اشرف قبیلہ طے اور بعض روایتوں میں ہے کہ بنو نبہان سے تھا جس نے مدینہ میں آکر اپنا اثر و رسوخ پیدا کیا، اور سردار بنو نضیر ابو رافع کی لڑکی سے شادی کر لی تھی،[4] اسی طرح مدینہ کے یہود اور عربی قبائل میں بھی غالباً اسی قسم کے تعلقات تھے، اور خصوصیت سے وہ قبائل جو جدید الیہودیہ[5] تھے،

---

[1] السیرۃ الکبیر جلد ۱ ص ۱۸۶، تقریباً ۲۵ ہزار روپئے ہوئے [2] مثلاً جنگ فجار اور جنگ بعاث وغیرہ [3] مثلاً غزوۂ بدر، غزوۂ خندق، غزوۂ خیبر وغیرہ [4] زرقانی ج ۲ ص ۹ [5] ان قبائل کا ذکر اوپر آچکا ہے،

ظہور اسلام سے پہلے یہود اور عرب کے ایک دوسرے پر تمدنی اور معاشرتی اثرات

یہ تو اب تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ عرب اسلام سے پہلے دنیا سے بالکل منقطع نہیں ہو گئے تھے، بلکہ دنیا کے دوسرے ملکون سے ان کا ہمیشہ واسطہ رہا، اور دنیا کی مختلف قومون کے تمدنی اور مذہبی اثرات بھی ان پر پڑے تھے، اسی طرح ان ملکون اور قومون پر بھی انھون نے اپنے اثرات ڈالے جن سے ان کا واسطہ رہا یا جو جزیرۂ عرب مین آباد تھین،

یہود ایک قدیم قوم تھی، جو دنیا کے ہر خطہ مین آباد تھی، خصوصیت سے عراق، ایران، مصر، یونان اور شام کے علاقہ مین ان کی کثیر آبادی تھی لیکن اس قدامت کے باوجود انکی قسمت مین زیادہ تر ہجرت ہی مقدر تھی، یا ان کی طبیعت ہی ایسی واقع تھی کہ کسی ایک جگہ جمکر نہین رہ سکتے تھے، جو بات بھی ہو، بہر حال ایسا ضرور ہوا کہ وہ جہان بھی آباد ہوے وہان سے انھین ہجرت ضرور کرنی پڑی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو دنیا کی مختلف قومون اور انکے تمدنون اور تہذیبون سے واسطہ پڑا کسی کو کچھ دیا اور کسی سے کچھ لیا،

عرب مین جو یہود آباد تھے، جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ ان کی اکثر آبادی باہر سے اور خصوصیت سے شام و فلسطین کے علاقون سے ہجرت کرکے آئی تھی، ظاہر ہے کہ وہ جب یہان آئے تو ان ملکون اور قومون کے تمدنی اور مذہبی اثرات بھی اپنے ساتھ لائے، جن سے ان کا واسطہ رہ چکا تھا، اور چونکہ یہ جزیرۂ عرب کے ہر خطہ مین آباد تھے، اس لیے انھون نے پورے جزیرہ کی عرب آبادی کو اس سے کم وبیش متاثر کیا، لیکن یہ اثرات صرف ایک ہی طرف سے نہین، ہر دو طرف سے پڑے تھے، بلکہ بعض حیثیتون سے تو عربون کے اثرات ان پر زیادہ معلوم ہوتے ہین، اسی بنا پر بعض مستشرقین نے یہ رائے قائم کرلی کہ جزیرۂ عرب کے یہود دنیا سے بالکل منقطع ہو چکے تھے، اور ان مین یہودی خصوصیات

باقی نہین رہ گئی تھین، اور بعض نے یہ خیال قائم کرلیا کہ جزیرہ عرب کے یہود باہر سے ہجرت کرکے سرے سے آئے ہی نہین تھے،

اب ہم مختصر طور سے یہود کے اثرات کا ذکر کرتے ہین جس کے ضمن مین عربون کے بعض بعض اثرات کا ذکر بھی آئے گا، اوپر ذکر آچکا ہے کہ یہود کو عربون پر مختلف حیثیتون سے تفوق حاصل تھا جس کا عرب بھی اعتراف کرتے تھے، اور بہت سے معاملات مین انہی کی اقتدا کرتے تھے، ابن عباسؓ کے اثر سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے، وہ فرماتے ہین،

کان ھذا الحی من الانصار وھم اھل وثن مع ھذا الحی وھم اھل الکتاب، فکانوا یرون فضلاً علیھم فی العلم وکانوا یقتدون فی کثیر من فعلھم (ابوداؤد)	یہ انصار کے قبائل اہل کتاب کے قبائل کے ساتھ آباد تھے، انصار انکو علم و فضل مین اپنے سے افضل سمجھتے تھے، اور اکثر معاملات زندگی مین ان کی اقتدا کرتے تھے،

یہود کے پیشے جزیرۂ عرب مین جہان بھی یہود آباد تھے، عموماً ان کے خاص تین پیشے تھے، زراعت، تجارت، اور صنعت وحرفت،

زراعت بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ زراعت مین یہود عربون کے استاد تھے،[1] اسکا یہ مطلب نہین کہ عرب یہود کی آمد سے پہلے زراعت کرنا نہین جانتے تھے، اور یہود نے آکر ان کو سکھایا، بلکہ انھون نے زراعت کے نئے نئے طریقے، اور اس کے لیے جدید قسم کے آلات عربون کو بتائے، اور بعض نئے قسم کے پودون اور درختون سے ان کو آگاہ کیا،[2] جن سے پہلے یہان کے لوگ واقف نہین تھے، اسی طرح یہودیون کو پرندون اور جانورون

[1] تاریخ الیہود ص ۱۷ و ۱۸ [2] ابن ہشام بحوالہ تاریخ الیہود

کے پالنے کا بھی شوق تھا،

حجاز کے یہود عموماً شام و فلسطین سے آئے تھے، جہان کی زمین زرخیزی اور زراعت کی موزونیت کے لحاظ سے ضرب المثل تھی، اس لیے وہان سے آنے والے یہودیون نے اگر عربون کو نئے طریقۂ زراعت سے آگاہ کیا ہو تو اس مین تعجب کی کوئی بات نہین ہے، پھر شام کی سرزمین کو صحفِ قدیم مین تین و زیتون کی زمین کہا گیا ہے،[2] بہت ممکن ہے کہ یہ اور اسی قسم کے اور دوسرے درخت بھی یہودیون کے ذریعہ جزیرہ مین آئے ہون،

لیکن جانورون کے پالنے کا شوق تو اس مین دونون شریک ہین، بلکہ کہنا چاہیے کہ یہودیون سے کہین زیادہ عربون مین تھا، اس لیے کہ جزیرۂ عرب کی بیشتر آبادی کی مدارِ زندگی جانورون کے دودھ ہی پر تھا، دوسرے وہان کی زیادہ تر آبادی خانہ بدوش تھی، جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور اسباب لیجانے کے لیے بھی جانورون کی ضرورت ہوتی تھی، یہ بات ضرور ہے کہ عرب زیادہ تر نقل و حمل اور دودھ اور غذا کے لیے جانورون کی پرورش کرتے تھے، ہو سکتا ہے کہ زراعت اور اس کی سیرابی وغیرہ کے لیے جانورون کی پرورش اور ان کا گوناگون استعمال عربون نے یہود سے سیکھا ہو،

تاریخ الیہود کے مصنف نے ابن ہشام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بعض یہود مرغیان بھی پالتے تھے، مگر مجھے ابن ہشام مین یہ واقعہ نہین مل سکا، اگر یہ صحیح ہے تو یہ یہود کی خصوصیت تھی،

تجارت ظہورِ اسلام کے وقت اور اس سے بہت پہلے سے یہود اور عرب دونون جزیرہ مین اور جزیرہ کے باہر تجارت کرتے نظر آتے ہین، اور خصوصیت سے قریش تو اس حیثیت سے پورے عرب مین ممتاز تھے، اس لیے ان مین سے کسی ایک کو مقدم یا مؤخر کرنا بہت

فتوح البلدان ص ۶۲ و ۶۸ ۔ [2] انجیل اور توریت قرآن نے بھی اسی وجہ سے تین میں ان چیزون کا تذکرہ کیا ہے،

دشوار ہے، تاہم یہ صحیح ہے کہ یہود کئی سو برس قبل مسیح سے تجارت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہین اور جہان بھی وہ رہے، یہ پیشہ ان کے ساتھ رہا، جزیرۂ عرب مین آئے تو یہان بھی انھون نے یہی پیشہ اختیار کیا، جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہین، دوسرے اپنی سکونت و رہائش کے لیے بھی انھون نے خاص طور سے جزیرہ کے ان ہی خطون اور علاقون کو پسند کیا، جن مین پہلے سے کچھ زرعی و کاروباری صلاحیت موجود تھی، بخلاف اس کے عربون کی عام بستیون اور آبادیون کو اس طرح کی کوئی خصوصیت حاصل نہین تھی، ہان مکہ کو کعبۃ اللہ اور بیت الحرام کی وجہ سے دینی اہمیت و مرکزیت ضرور حاصل تھی، اور اسی کی کشش دور دور سے لوگون کو یہان کھینچ لاتی تھی، اور اس طرح وہ سال کے کچھ مہینون مین تجارتی منڈی بن جاتا تھا لیکن بذات خود اس مین کوئی زرعی یا تجارتی صلاحیت نہین تھی، اور اسی لیے رب کعبہ نے اس کو قرآن پاک مین وادی "غیر ذی زرع" سے تعبیر کیا ہے،

پورے حجاز مین طائف اور مدینہ دو ایسے مقامات تھے، جنھین تجارتی اور زرعی اہمیت بھی حاصل تھی، اور جہان عربون کی عددی اکثریت بھی تھی، اور یہود اقلیت مین تھے، مگر وہان کی تجارت و زراعت پر یہودی ہی چھائے ہوئے تھے، ان دونون مقامات کا تذکرہ اوپر آچکا ہے،

یہ وجوہ ہین، جن کی بنا پر ہمارا قیاس ہے کہ یہ پیشہ عربون مین یہودیون ہی کے ذریعہ آیا ہوگا،

تجارتی بازار عربون کی ہر مشہور بستی مین چھوٹے بڑے میلے اور بعض جگہ ہفتہ وار بازار لگتے تھے[1]، ان کے علاوہ سال مین بعض اور بھی بڑے بڑے بازار اور میلے لگتے تھے، جہان

---

[1] نظام حکمرانی ڈاکٹر حمید اللہ ص ۲۳ ہ

یہود کے شرکت کی تصریح کم ملتی ہے، مگر وہ ان میں شریک ضرور ہوتے ہوں گے، اسلیے کہ جزیرہ عرب کے ۲۰ مشہور شہروں میں سے تقریباً دس، گیارہ شہروں میں یہود کا معاشی و اقتصادی غلبہ تھا، محمد بن حبیب نے لکھا ہے کہ بحرین اور دومۃ الجندل میں جہاں یہود آباد تھے، دو مشہور میلے لگتے تھے[1]، یقیناً ان میلوں میں ان کی موثر شرکت ہوتی ہوگی، مدینہ میں ایک بازار سوق بنی قینقاع تو یہود کے مشہور قبیلہ قینقاع ہی کے نام سے مشہور تھا جس کا تذکرہ سیر کی کتابوں میں موجود ہے،

سامان تجارت

سامان تجارت میں عموماً غلے، کھجوریں، اسلحے اور کپڑے وغیرہ ہوتے تھے، جنھیں یہ بیچنے کے لیے باہر لے جاتے تھے، بعض حصوں کے یہود مچھلی کی بھی تجارت کرتے تھے، مثلاً مقنا کے یہودیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاہدہ کیا تھا، اس میں جو چیزیں بطور ٹیکس لینا طے پائی تھیں ان میں مچھلیاں بھی تھیں[2]،

ظہور اسلام کے وقت جزیرہ سے باہر یہود سے زیادہ عرب اور ان میں بھی خصوصیت سے اہل مکہ ہم کو تجارتی سفر کرتے نظر آتے ہیں، ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہود جن کا قدیم زمانہ سے عرب سے باہر بھی کاروبار تھا، اور جنکا ایک فرد، ابو رافع یہودی آخری دور میں بھی بہت زیادہ مشہور تھا، یہانتک کہ اس کا لقب ہی تاجر الحجاز والشام پڑ گیا تھا[3]، ظہور اسلام کے وقت دفعۃً ان کی برآمدی تجارت کیوں کم ہوگئی، اور ان کا کاروبار اندرون ملک تک کیوں محدود ہو کر رہ گیا،

اسی کے ساتھ یہ بھی قابل ذکر امر ہے کہ پورے جزیرۂ عرب میں ربا یعنی سود خوری کا بھی رواج تھا جس میں یہود، نصاریٰ، اور مشرکین عرب سب برابر کے شریک تھے،

[1] کتاب المحبر ص ۲۶۵ [2] فتوح البلدان ذکر مقنا [3] تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۱۱۲ صحیح بخاری باب قتل النائم المشرک

خصوصیت سے اہل طائف سودی کاروبار مین زیادہ مشہور تھے، معجم البلدان مین ہے،

کانوا اصحاب ربا؎ — اہل طائف بڑے سود خوار تھے،

مشرکین عرب اگر سودی کاروبار کرتے تھے، تو کچھ زیادہ تعجب خیز نہین ہے، لیکن یہود و نصاریٰ کی سود خواری البتہ حیرت انگیز ہے کہ وہ صاحب شریعت اور اہل کتاب تھے، اور قرآن کی تصریح ہے کہ ان کو جہان اور بہت سی باتون پر ملامت کی گئی تھی، اور ان کو ان سے روکا گیا تھا، ان مین ایک سود بھی تھا، مگر وہ باز نہ آئے،

وَاَخْذِھِمُ الرِّبٰو وَقَدْ نُھُوْا عَنْهُ — اور ان کے سود لینے کی وجہ سے (ملامت کی گئی) حالانکہ وہ اس سے روکے گئے تھے،

البتہ عربون کا خیال تھا کہ ربا بھی ایک قسم کی تجارت ہے، قرآن مین ہے،

قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰو — ان لوگون نے کہا کہ بیع مثل ربا کے ہے،

بہرحال یا تو یہ لعنت یہود کے ذریعہ عربون مین آئی یا عربون کے اثر سے یہود اس مین مبتلا ہوئے، دونون باتون کا امکان ہے،

لیکن سورہ مائدہ مین جہان یہود کے ان معائب کا جو بہت قدیم زمانہ سے ان مین موجود تھے تذکرہ ہے، ان مین ایک سود خواری بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قدیم زمانہ سے وہ اس مین مبتلا تھے، اس کے برخلاف عربون کی تجارت کی تاریخ بہت زیادہ قدیم نہین ہے، اس لیے غالب گمان یہ ہے کہ اس طریق تجارت کو یہود ہی نے یہان فروغ دیا ہوگا، جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ربا کا جتنا عام رواج یہود مین تھا اور اس کی جتنی سخت سے سخت شرطین وہ مقرر کرتے تھے، عرب اس مین ان سے پیچھے تھے،

رہن دارتہان کا طریقہ بھی یہود اور عرب دونون مین رائج تھا، خصوصیت سے مدینہ

اور خیبر کے یہودیون مین یہ بہت عام تھا، یہ بھی سود خواری ہی کی ایک شاخ تھی، مگر اس کو بھی وہ ایک قسم کی تجارت سمجھتے تھے،

صنعت وحرفت

صنعت وحرفت کا رواج اگرچہ جزیرۂ عرب کے تمام باشندون مین تھا، مگر یہود اس مین بہت ممتاز تھے، اور وہ عموماً گہرے، اسلحے اور سونے اور لوہے کا کام کرتے تھے، اور بعض حصون کے یہودیون مین لکڑی کی صنعت بھی تھی[1]، روئی کی کتائی اور کپڑے کی بنائی مین مردون کے ساتھ عورتین بھی حصہ لیتی تھین، یثرب کے یہودیون مین تو کپڑے کی صنعت بہت کم تھی، مگر مقنا، دومۃ الجندل اور یمن کے یہودی اس مین بڑی مہارت رکھتے تھے،[2] اسلحہ سازی یہود کا خاص پیشہ تھا، یہود جس جگہ بھی آباد تھے، یہ صنعت ان مین موجود تھی، مدینہ مین بنو قینقاع اور خیبر کے یہودی اس مین بہت ممتاز تھے، اس زمانہ کے ہر قسم کے مروج اسلحے مثلاً تلوار، نیزے، ڈھال، خود اور زرع وہ تیار کرتے تھے، خیبر کے یہود تو شاید منجنیق تک جو اس وقت کا سب سے ترقی یافتہ اسلحہ تھا، تیار کرتے تھے، غزوۂ خیبر مین انھون نے مسلمانون کے خلاف اسے استعمال بھی کیا تھا، کیا عجب ہے کہ مسلمانون کو منجنیق یہین سے ہاتھ لگی ہو، جسکو انھون نے بعد مین طائف وغیرہ کی جنگ مین استعمال کیا،

اس صنعت کی وجہ سے یہود اپنے کو دفاعی حیثیت سے بہت زیادہ مضبوط اور مامون تصور کرتے تھے، اور اس کی وجہ سے ان مین ایک قسم کا غرور وتکبر بھی پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ بنو قینقاع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تحدی کے کہا تھا کہ ہم سے مقابلہ ہو گا تو معلوم ہوگا، فن تعمیر مین بھی عربون کے مقابلہ مین یہود زیادہ ترقی یافتہ تھے، مدینہ اور خیبر کے یہودیون

---

[1] ابن سعد ج ۲ ص ۲۸، فتوح البلدان ص ۶۷ و ۶۸

[2] فتوح البلدان،

کے بعض مکانات اور قلعون کے نشانات اب بھی باقی ہین، جو ان کے ذوق تعمیر کی شہادت دیتے ہین،

عربی ادب مین یہود کا حصہ

یہود کی مادری زبان عبرانی تھی، مگر جزیرۂ عرب مین آکر ان کی زبان رفتہ رفتہ بالکل عربی ہوگئی تھی، ان مین عبرانی زبان مذہبی حیثیت سے اب بھی باقی تھی جسکو ان کے علمار و احبار جانتے تھے، اس مین ان کی مذہبی کتابین تھین، اور اسی زبان مین وہ ان کی تلاوت کرتے تھے، مگر عوام شاید اس قدر بھی عبرانی نہین جانتے تھے،

لا یعلمون الکتاب الا امانی — ان مین بعض ہین جو کتاب کا علم نہین رکھتے مگر صرف خواہشات،

بخلاف اس کے ان کی روزمرہ کی زبان اور ان کی شاعری کی زبان عربی تھی، اور اسی مین وہ کاروبار اور معاہدۂ صلح وجنگ کرتے تھے، یہ ضرور ہے کہ عبرانی زبان کی سیکڑون ترکیبین، مذہبی اصطلاحین اور تمدنی و معاشرتی الفاظ ان کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے، جو ان کے ذریعہ عربی زبان مین داخل ہوئے، خود قرآن مجید مین ایسے متعدد الفاظ موجود ہین، جن کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ عبرانی زبان سے عربی مین آئے ہین،

مثلاً حبر کا لفظ عربی ادب اور خود قرآن مین مستعمل ہے، عبرانی مین ابتداءً اس کے معنی رفیق (ח ב ר) کے تھے، پھر یہ گروہ اور مذہبی فرقہ کے معنی مین مستعمل ہونے لگا، اس کے بعد عالم کے معنی مین استعمال ہوا، اور اسوقت عربی زبان مین اسی معنی مین مستعمل ہی، اسی طرح نسئی کے لفظ کے متعلق بعض مستشرقین نے لکھا ہی کہ عبرانی لفظ ہی، عبرانی مین الناسی (دنٗ N) اس شخص کو کہتے ہین جو مہینون کو مقدم و موخر کرتا تھا، عربی مورخین لکھتے ہین کہ عربون مین نسئی کا رواج سب سے پہلے بنو کنانہ مین شروع ہوا،[۱] اوپر ذکر آچکا ہے کہ بنو کنانہ مین یہودیت موجود تھی، اسلیے

اس لیے ممکن ہے کہ یہ طریقہ انھون نے یہودیون سے سیکھا ہو، اور پھر عربون مین اس کو رواج دیا ہو، اس خیال کی تائید مقریزی اور بیرونی کے بیان سے بھی ہوتی ہے، انھون نے لکھا ہے کہ عمل کبیسہ اہل عرب نے یہود سے دو سو برس قبل اسلام سیکھا تھا،[۱]

لفظ آطام کے متعلق بھی بحث ہے کہ یہ خالص عربی لفظ ہے، یا عبرانی، اس لفظ کے جتنے عربی مشتقات ہین ان سب مین ارتفاع، بلندی، حفاظت اور بند کرنے کے معنی پائے جاتے ہین،[۲] جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عبرانی سے عربی مین آیا ہے، اسلیے کہ عبری مین اطم تقریبًا ان ہی مذکورہ معنون مین مستعمل ہے، ظہور اسلام کے وقت یہ لفظ عام طور پر قلعون اور اونچے ٹیلون کے معنی مین بولا جاتا تھا، مگر یہود خصوصیت سے اطم کو قلعہ کے علاوہ ان مقامات کے لیے بھی استعمال کرتے تھے جن مین وہ جمع ہو کر مشورہ کرتے تھے،[۳] یہ لفظ زیادہ تر شمالی حجاز مین مستعمل تھا، عرب کے دوسرے حصون مین اس کا استعمال شاید نہین تھا، اور اگر تھا تو بہت کم جو اس بات کا ثبوت ہو کہ یہ یہود کے ذریعہ یہان آیا، ان وجوہ کی بنا پر اسے عبرانی کہنا زیادہ صحیح ہے،

امام سیوطی نے قرآن کے ان جملون کو عبرانی سے ماخوذ بتایا ہے،

کفر عنھم سیاٰتھم، اس کے معنی عبرانی مین محا عنھم ہین، اخلد الی الارض کے معنی عبرانی مین رکن ہین، انا ھدنا الیک کے معنی شبنا الیک ہین،

ان الفاظ کو بھی عبرانی الاصل بتایا گیا ہے،

رمز، مرقوم، اواہ، یم، حطۃ، اسباط، راعنا، بعیر، لینۃ، قبیس ابلیس، جہنم، شیطان،

ان مین بعض لفظ ایسے ہین جن کے ساتھ ایک دینی اصطلاح اور ایک تاریخ

---

[۱] تاریخ الیہود بحوالہ الآثار الباقیہ [۲] دیکھیے لفظ اطم لسان العرب ج ۱۴،

وابستہ ہے ظاہر ہے کہ ان اصطلاحون اور ان واقعات کی تفصیل سے زیادہ تر یہود ہی واقف تھے، اس لیے اہل عرب ان کے متعلق سوالات کرتے ہون گے، اور وہ انکی تشریح کرتے ہون گے جس سے کتنے نئے واقعات اور کتنے نئے تصورات، کتنے جدید الفاظ سے عربی زبان کا دامن مالا مال ہوتا ہوگا اسی بنا پر اہل عرب یہود کے بارے مین کہتے تھے،

لکم علم لیس لنا[1] — تم لوگون کے پاس علم ہے جس سے ہم بے بہرہ ہین'

تحریر کا رواج اس سلسلہ مین یہ بحث بھی آتی ہے کہ عربی تحریر کا رواج سب سے پہلے کس کے ذریعہ ہوا؟ صاحب فتوح البلدان نے عربی خط پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سب سے پہلے قبیلہ طے کے چند افراد نے عربی خط ایجاد کیا، اور اس کے حروف تہجی کی بنیاد انھون نے سریانی زبان پر رکھی، اس کے بعد ان سے اہل انبار نے اور اہل انبار سے اہل حیرہ نے سیکھا، پھر اہل حیرہ سے دومۃ الجندل کے حکمران بشر بن عبد الملک نصرانی نے سیکھا، اور اسی نے اس کو مکہ مین رواج دیا[2]، پھر آگے لکھا ہے کہ قبیلہ طے کے ان ہی افراد سے بنو کلب اور اہل وادی القری نے بھی عربی تحریر سیکھی[3]،

اس بیان سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربون ہی کی ایجاد ہے، مگر اس کی ایجاد کا جو زمانہ اس مین بیان کیا گیا ہے وہ ظہور اسلام سے کچھ ہی پہلے کا ہے، حالانکہ عربی خط کی تاریخ اس سے قدیم ہے،

معجم البلدان کا ایک دوسرا بیان یہ ہے

کان الکتاب (الکتابۃ) بالعربیۃ فی الاوس والخزراج قلیلاً — قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگ عربی مین لکھنا پڑھنا بہت کم جانتے تھے، مدینہ کے

[1] ابن ہشام بحوالہ تاریخ الیہود ص ۷۸ [2] فتوح البلدان ص ۴۷۸ [3] ایضاً

وکان بعض الیہود قد علم	بعض یہود نے بہت قدیم زمانہ سے عربی میں
کتاب العربیۃ وکان تعلمہ	لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، اور اپنے بچوں کو
الصبیان بالمدینۃ فی الزمن	بھی اس کی تعلیم دیتے تھے،
الاول[1]	

اسی بیان کو سامنے رکھکر تاریخ الیہود کے مصنف نے لکھا ہے کہ

ان یہود یثرب کانوا اساتذۃ	یثرب کے یہود عربی تحریر میں عربوں کے
العرب فی تعلم الکتابۃ العربیۃ (ص۳)	استاذ تھے،

بلاذری کے بیان سے یہ تو نہین معلوم ہوتا کہ پورے جزیرۂ عرب مین یہود کے ذریعہ عربی تحریر کا رواج ہوا، مگر اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ شمالی حجاز مین یہود ہی کے ذریعہ اسے فروغ ہوا، یہ قرین قیاس بھی ہے، اس لیے کہ تحریر کی ترویج و ترقی تمدن و حضارت کے سایہ مین ہوتی ہے، اور وہ اہل عرب مین مفقود تھی، بخلاف یہود کے کہ وہ عربوں کے مقابلہ زیادہ متمدن تھے، پھر ان کو تجارتی کاروبار مین بھی اس کی ضرورت پڑتی رہی ہوگی ظہور اسلام کے وقت مکہ اور مدینہ مین جو چند پڑھے لکھے لوگ ملتے ہین وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ تمدنی ضروریات نے انھین لکھنے پڑھنے پر مجبور کیا، ورنہ اس سے پہلے یہ چیز ان مین ناپید تھی،[2]

شعروشاعری شعروشاعری اہل عرب کے خمیر مین تھی، اس کا چرچا ہر محفل اور ہر گھر مین تھا، اس کے ذریعہ بڑے بڑے معرکے سر ہوتے تھے، اور اسی کے سہارے قبیلون اور خاندانون کی سیادت و قیادت ملتی تھی. جزیرہ مین جتنی قومین آباد تھین، یہودی، نصرانی یا مجوسی، وہ سب عربون کے

---

[1] فتوح البلدان ۴۷۳ [2] اس کی تفصیل کا موقع نہین، ورنہ اس کے دلائل پیش کیے جاتے،

شعروشاعری سے متاثر ہوئین اور انھون نے خود بھی اس مین حصہ لیا، اور اس طرح سے عربون
کے بہت سے اخلاق، عادات اور تصورات غیرمحسوس طور پر ان مین رواج پاگئے،

جزیرۂ عرب کے یہود مین متعدد خطباء وشعراء پیدا ہوئے، ابن سلام نے طبقات الشعراء مین
ان کا تذکرہ کیا ہے، مگران مین کسی قدیم شاعر کا نام نہین ہے، ان مین بیشتر ظہور اسلام کے وقت
موجود تھے، یا اس سے کچھ پہلے گذر چکے تھے، ان کے نام یہ ہین:

(۱) سموئل بن عادیا، یہ یہود کے صاحب دیوان اور فحول شعراء مین تھا، اس کا دیوان
الاب شیخو صاحب المنجد نے بڑے اہتمام سے چھپوایا ہے[1]، اس کا زمانہ ظہور اسلام سے کچھ پہلے
ہے، اسی کے لڑکے حضرت رفاعہؓ صحابی ہین، جن کا تذکرہ اس کتاب مین موجود ہے۔

(۲) رافع بن الحقیق، قبیلہ بنونضیر سے اس کا تعلق تھا، اس نے اسلام کے خلاف اپنے
اشعار مین بہت زہرافشانی کی ہے، سیرت اور طبقات کی کتابون مین اس کے بہت سے اشعار
موجود ہین۔

(۳) کعب بن اشرف۔ یہود مدینہ کا سب سے مشہور شاعر اور ان کا سرگروہ تھا، اسکو شاعری
پر پوری قدرت تھی، اسلام سے اس کو طبعی بغض تھا، اس لیے وہ اپنے اشعار کے ذریعہ اسلام کے
خلاف خوب زہر اگلتا تھا، مقتولین بدر کا مرثیہ لکھکر اس نے قریش سے خراج تحسین وصول کیا، ادب
وسیرت کی کتابون مین اس کے مراثی اور دوسرے اشعار کثرت سے ملتے ہین۔

ان کے علاوہ شریح بن عمران، شعبہ بن غریض، ابوقیس بن رفاعہ، ابوالذیال، درہم بن
زید وغیرہ یہودی شعراء کا تذکرہ بھی ابن سلام نے کیا ہے[2]، بعض یہودی شعراء کا تذکرہ اس کتاب
مین بھی موجود ہے، اغانی مین ایک یہودی شاعر کا تذکرہ موجود ہے جس نے یہودی مقتولین کا

[1] اسکے یہودی یا نصرانی ہونے کی بحث کتاب مین موجود ہے اسلیے ہم یہان نظرانداز کرتے ہین [2] طبقات الشعراء ص ۱۰۹ و ۱۱۰

مرثیہ کہا تھا[1]، اسی طرح صاحب تاریخ الخمیس نے ایک خاتون شاعرہ عصماء کا تذکرہ کیا ہے[2]،

طوالت کے خیال سے ان شعراء کے اشعار نقل نہیں کیے گئے، لیکن ان کے اشعار کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عربی شاعری کی عام خصوصیات ان کی شاعری میں بھی بڑی حد تک پائی جاتی ہین، خصوصیت سے سموئل اور کعب اس حیثیت سے بہت زیادہ ممتاز ہیں،

شعراء یہود کی شاعری اس حیثیت سے عام عرب شعراء سے ممتاز ہے کہ ان کے اشعار مین مذہبی اصطلاحین، مذہبی تصورات، انبیاء اور کتب مقدسہ کے نام خدا و آخرت کے تذکرے کثرت سے ملتے ہین، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے بہت سے تمدنی اور مذہبی تصورات شاعری کے ذریعہ بھی عربون مین آ گئے ہون گے۔

اجتماعی ادارے عربی تاریخون سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مقامات پر یہود کے اجتماعی ادارے بھی قائم تھے، خود مدینہ مین بیت المدارس کے نام سے ان کا ایک ادارہ تھا جس مین ان کے احبار اور صاحب امر یکجا ہو کر آپس مین صلاح و مشورہ کرتے تھے، ممکن ہے کہ مراسم عبادت بھی وہ یہین ادا کرتے ہون اور یہین پر ان کی مذہبی کتابین بھی محفوظ رہتی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کئی بار بغرض تبلیغ یہان تشریف لے گئے تھے[3]، خصوصیت سے حضرت عمرؓ کے بارے مین مذکور ہے کہ وہ اکثر ان کے مدارس مین جاتے رہتے تھے، جس کی بنا پر یہود ان سے کہتے تھے کہ ہم کو آپ سے بہت انس ہے[4]۔

اس کے علاوہ ان کے قلعے بھی اجتماعی کامون مین استعمال کیے جاتے تھے، خیبر مین انکے فوجی اور مالی دونون الگ الگ ادارے تھے، اور ان کے علٰحدہ علٰحدہ ذمہ دار تھے،

مذہبی اثرات اوپر ذکر آ چکا ہے کہ اہل عرب یہود کو علمی اور مذہبی حیثیت سے ممتاز سمجھتے تھے، اور

---

[1] اغانی ج ۱۹ ص ۹۶ و [2] ج ۱ ص ۴۰۶ [3] روض الانف ج ۳ ص ۳۸ [4] تفسیر طبری ج ۱ ص ۳۲۶

بہت سے امور میں ان کی اقتدا بھی کرتے تھے، یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ان کے ذریعہ ان کی بہت سی مذہبی اصطلاحین، الفاظ اور تصورات عربی زبان مین داخل ہو گئے تھے، اس سلسلہ مین حضرت سلمہؓ نے ظہور اسلام سے قبل کا ایک واقعہ جو قابلِ ذکر ہے، بیان کیا ہے فرماتے ہین،

"میرے پڑوس میں قبیلہ بنو اشہل کا ایک یہودی رہتا تھا، اس نے ایک دن تمام بنو اشہل کو جمع کیا اور ان کے سامنے قیامت، بعث بعد الموت، حساب کتاب، میزان، جنت اور دوزخ وغیرہ کے متعلق ایک وعظ کہا، اور آخر مین کہا کہ یہ اہل شرک اور بت پرست لوگ، موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہین ہین، اس پر حاضرین نے کہا کہ تم کیا بک رہے ہو، کیا مرنے کے بعد ہم لوگ پھر زندہ کیے جائین گے، اور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا؟ یہودی نے پھر مجمع کو اس کے بارے مین سمجھایا، مجمع نے اس سے دوبارہ مطالبہ کیا کہ وہ اس کی کوئی دلیل اور نشانی بتائے، اس نے کہا کہ اس سرزمین سے ایک نبی پیدا ہون گے، اور وہ اسکے بارے مین بتائین گے"[1]

قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ اہل عرب عام طور پر آخرت اور بعث بعد الموت کے قائل نہین تھے، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ اس کے قائل تو نہین تھے، لیکن یہود کے ذریعہ ان سے آگاہ ضرور ہو گئے تھے،

سیر کی کتابون سے پتہ چلتا ہے کہ یہود تین وقت کی نماز بھی پڑھتے تھے[2]، ابن الہیبان یہودی عالم جس کا تذکرہ اس کتاب مین آیا ہے، اس کے متعلق کتابون مین ہے کہ وہ پانچ وقت کی

---

[1] ابن ہشام بحوالہ تاریخ الیہود ص۲۳ ایضاً

نماز پڑھتا تھا[5]

نماز کے اعلان کے لیے وہ بوق[2] بجاتے تھے، وہ روزے بھی رکھتے تھے[3]،

ظاہر ہے کہ یہود کے ان مذہبی مراسم کو عرب اپنی آنکھون سے دیکھتے رہے ہون گے، ان مین اس کا چرچا رہتا ہوگا، اور اس کا اثر بھی ان پر پڑتا رہا ہوگا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جہاں جتنے زیادہ یہود آباد تھے وہان اسی قدر ان کے اثرات بھی عربون پر نمایان تھے، مثلاً مدینہ کے عرب یہود کے رسم ورواج اور مذہبی امور سے سب سے زیادہ واقف اور متاثر نظر آتے ہین، اور غالباً اسی تاثر کا نتیجہ تھا کہ انصار نے بہت آسانی سے اسلام قبول کر لیا، اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کی حقانیت سے وہ پہلے سے آگاہ ہو چکے تھے، سوال یہ ہے کہ عقائد کے لحاظ سے اسلام سے اس درجہ قریب ہونے کے باوجود خود یہودیون نے اسلام کے قبول کرنے مین کیون تاخیر کی اور کیون لیت و لعل سے کام لیا، واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ یہود کا صالح طبقہ آپ کی نبوت اور اسلام کی حقانیت کا قائل اور اس کی قبولیت کی طرف مائل ضرور تھا، لیکن ان کے لیے کچھ موانع تھے، جن کی وجہ سے وہ اس سعادت ابدی سے محروم رہے، پھر بھی ان مین جو صاحب عزم اور صاحبِ ہمت تھے، اور ان موانع کا مقابلہ ڈٹ کر کر سکتے تھے، وہ قبولِ حق سے باز بھی نہین رہے، تفصیل آگے آئے گی۔

قبائلی نظام اوپر یہودیون کے علمی و تمدنی اثرات کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے، اس سے یہ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہود عربون کے مقابلہ مین زیادہ متمدن اور صاحب علم تھے، مگر اس کے ساتھ جب ہم ان کی معاشرتی زندگی پر غور کرتے ہین تو وہ عربون سے کچھ مختلف نظر نہین آتے، عربون کی طرح وہ بھی مختلف قبائل مین بٹے ہوئے تھے، ہر قبیلہ کا ایک جدا سردار اور علحدہ نظام

[1] تاریخ الیہود ص ۸۰ [2] سینگ کی طرح کی کوئی چیز ہوتی تھی [3] عام کتب حدیث

نظام تھا، اور صلح وجنگ کے مواقع پر وہ اپنی قبائلی مصلحتوں کے تحت ایک دوسرے سے
معاملہ کرتے تھے، اسی کا اثر تھا کہ متعدد جاہلی اور اسلامی لڑائیون مین وہ ایک دوسرے
کے مقابلہ مین یا ایک دوسرے کے خلاف مدد کرتے نظر آتے ہین، تفصیل آگے آئے گی،
اسی طرح یہود کا رہن سہن، معاشرت اور وضع ولباس وغیرہ بھی تقریباً وہی تھا جو عربون کا تھا،
ان باتون سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربون کی قبائلی زندگی کا ان پر اچھا خاصا اثر پڑا تھا،

یہود کی دینی اور اخلاقی حالت | قرآن نے یہود کی دینی حالت اور اخلاقی معائب کا جو نقشہ کھینچا
ہے اس مین دنیا کے تقریباً تمام یہود مبتلا تھے، مگر ہمارا موضوع بحث صرف جزیرۂ عرب
کے یہود ہین، اس لیے قرآن نے ان کے جن معائب کی نشاندہی کی ہے، ہم اس کی تفصیل
پیش کرتے ہین،

دینی گمراہیان | تمام انبیاے کرام کی تعلیم مین یہ بات مشترک رہی ہے کہ عزت وشرافت
اور آخرت کی فلاح وسعادت کا مدار اور خدا کے نزدیک محبوبیت اور مقبولیت کا معیار
ایمان وعمل ہے، نہ کہ نسل وذات، مگر یہودیون کی ایک بنیادی غلطی اور گمراہی یہ تھی کہ انھون نے
شرافت ونجات کا معیار ہی سرے سے بدل دیا، اس کا مدار ایمان وعمل کے بجائے نسل وذات پر
رکھا، ان کے نزدیک یہودی گھرانے مین پیدا ہونا ہی دنیا کا سب سے بڑا شرف اور نجات آخرت
کے لیے کافی تھا، کہتے تھے کہ

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ (مائدہ) ہم اللہ کے لڑکے اور اسکے محبوب ہین

اور سمجھتے تھے کہ

لہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اس سلسلہ مین متعدد یہودیون کا نام بھی لیا ہے، طبری مین انکا قول ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود مین عام طور پر یہ خیال تھا،

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (بقرہ) ہم دوزخ میں چند دن کے لیے ڈالے جائینگے،

ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا گیا،

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے لیے (اے یہود!)

عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ آخرت کی فلاح مخصوص ہے تو پھر موت کی

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ تمنا کرکے دکھلاؤ اگر تم سچے ہو۔

صٰدِقِيْنَ (بقرہ)

دوسری جگہ قرآن نے ان کو خطاب کرکے فرمایا ہے،

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ آپ فرما دیجئے کہ اے یہود! اگر تم کو زعم ہے کہ

اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ تم اللہ کے محبوب ہو، تو موت کی تمنا کرو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (جمعہ) اگر تم سچے ہو،

اسی غلط تصور کا نتیجہ تھا کہ ان کے نزدیک کسی بدعقیدگی، بدمعاملگی اور بداخلاقی کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ گئی تھی، یہودیت کی سند مل جانے کے بعد وہ سمجھتے تھے کہ ان کی کوئی برائی برائی نہیں رہ جاتی، یہی وجہ تھی کہ ان میں وہ تمام برائیاں گھس آئیں جن کا کم از کم ایک صاحب شریعت قوم میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا، عقائد میں سب سے اہم اور اساسی چیز عقیدۂ توحید ہے، اسی کی صحت اور اسی میں اخلاص کی بنیاد پر سارے دین کی عمارت تعمیر ہوتی ہے، اگر اس میں کہیں سے کوئی نقص یا کمی آجاتی ہے تو پھر دین کمزور اور اس کے دوسرے اقدار بالکل بے روح ہو کر رہ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کی بنیادی تعلیم یہی رہی کہ

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو

یہود ایک صاحب شریعت قوم تھی جس کو حضرت موسیٰ کے ذریعہ پہلے ہی دن یہ سبق

دیا گیا تھا کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ — میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ) — اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو،

مگر یہود کی تاریخ بتاتی ہے کہ انھوں نے ہمیشہ عقیدۂ توحید میں رخنہ اندازی کی اور اس چشمۂ صافی کو کفر و شرک اور فسق و فجور سے گدلا کرنے کی برابر کوشش کی، جزیرۂ عرب کے یہود بھی اس جرم میں دنیا کے دوسرے یہود سے پیچھے نہیں تھے، قرآن کو واضح طور پر ان پر کفر و شرک کے ارتکاب کا الزام عائد کرتا ہے،

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِکُفْرِهِمْ[1] (نساء) — ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کی،

سورۂ نساء کے آخر میں ان کے بارے میں وبکفرھم کے الفاظ بار بار دہرائے گئے ہیں، گو یہ کفر، کفر باللہ نہ ہو، مگر کفر باحکام اللہ تو ضرور تھا، جیسا کہ ایک جگہ قرآن نے ان کے بارے میں وَاَکْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ[2]۔ اور ان میں اکثر فاسق ہیں، اسی بنا پر قرآن ان سے کہتا ہے کہ

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (آل عمران) — (اے اہل کتاب) آؤ ایک ایسی بات کیطرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے، یہ کہ بجز اللہ کے کسی اور کی عبادت نہ کریں

وہ شرک میں بھی مبتلا تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ وہ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے،[3]

---

[1] اس سلسلہ میں بعض یہودیوں مثلاً رفاعہ بن زید وغیرہ کا واقعہ تفسیروں میں درج ہے، [2] آل عمران،

[3] بعض مستشرقین نے لکھا ہے کہ صحف قدیم میں اسکا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور نہ اسوقت یہود کا یہ عقیدہ ہے، یہ بحث طویل ہے اسلیے ہم نظر انداز کرتے ہیں، مختصراً اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ یہودیوں میں یہ خیال عیسائیوں کے اثر اور انکی ضد سے پیدا ہوا، اور عرب کے یہودیوں میں ظہور اسلام کے وقت یہ عقیدہ تھا، چنانچہ طبری وغیرہ نے متعدد یہودیوں کا نام بھی لیا ہے مثلاً فنحاص، سلام بن مشکم وغیرہ، پھر انکے اس قول نحن ابناء اللّٰہ واحباءہ اور اتخذوا احبارھم وغیرہ کو سامنے رکھا جائے تو اسمیں کوئی تعجب باقی نہیں رہ جاتا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ — اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں،

انھون نے اپنے علما، احبار کو وہ مرتبہ اور درجہ دیدیا تھا جو صرف اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے،

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (توبہ) — انھون نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علما و مشائخ کو اپنا رب بنا رکھا ہے،

یہ آیت یہود اور نصاریٰ دونون کے بارے مین ہے، نصاریٰ کے سوء اعتقاد کے بارے مین حضرت عدیؓ بن حاتم کی روایت حدیث کی تمام کتابون مین مذکور ہے، یہود سے متعلق اس آیت کی تفسیر مین طبری مین یہ روایت ہے کہ

قال الربیع قلت لابی العالیہ کیف کانت الربوبیۃ فی بنی اسرائیل قال ما امرونا ائتمرنا وما نہونا عنہ انتہینا لقولہم وہم یجدون فی کتاب اللہ ما امروا بہ و ما نہوا عنہ فاستنصحوا الرجال[۲]

(طبری ج ۱۰ ص ۸۰)

ربیع نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ بنو اسرائیل نے کس طرح سے اپنے احبار کو ارباب بنالیا تھا، انھون نے فرمایا کہ جس چیز کا وہ احبار حکم دیتے تھے اسکو ہم کرتے تھے، اور جس بات سے وہ روکتے تھے ہم رک جاتے تھے، یہ سب انکے کہنے کی وجہ سے کرتے تھے، حالانکہ وہ باتین کتاب مین موجود ہوتی تھین، چنانچہ اس طرح انھون نے احبار و علما کے اقوال و افعال کو اختیار کرلیا، اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈالدیا،

اس کفر و طغیان نے ان کے قلوب کو اتنا سخت اور ان کے ذہن و دماغ کو اسقدر ماؤف کردیا تھا کہ وہ خدائے قدوس کے بارے مین گستاخانہ اور تمسخر آمیز الفاظ استعمال کرنے لگے تھے،

---

[۱] اس انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو العالیہ بھی اہل کتاب مین تھے، یہ غلام تھے، اس لیے ان کے اہل کتاب ہونے کا اشتباہ تو کیا جاسکتا ہے [۲] طبری ج ۱۰، ص ۸۰

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ — یہود کہتے تھے کہ اللہ کا ہاتھ تنگ ہو گیا ہے،

یہی نہیں بلکہ وہ کہتے تھے،

اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ — اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں،

کتاب الٰہی (توراۃ) کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ کچھ اچھا نہیں تھا، وہ کتاب کی تاویل و تفسیر اپنی خواہشات اور دنیاوی اغراض کے تحت کرتے تھے، قرآن میں ہے

يُحَرِّفُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ — پھر اسکو بدل ڈالتے تھے اسکے سمجھنے کے بعد،

يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ — اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ — اللہ کی طرف سے ہے، اس سے غرض یہ ہوتی

ثَمَنًا قَلِيْلًا (بقرہ ۹) — ہے کہ کچھ روپے پیسے حاصل کریں،

جب اس معنوی تحریف سے کام نہ چلتا تو کلام الٰہی کو چھپا دیتے (مائدہ) اگر ضرورت پڑتی تو لفظی تحریف بھی کر ڈالتے[1]،

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (مائدہ) — کلام الٰہی کو اسکے موقع ومحل سے بدل دیتے تھے،

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (مائدہ) — وہ کلام الٰہی کو اسکے موقع سے بدلتے رہتے ہیں.

یہ تو پڑھے لکھے یہودیوں کا حال تھا، جو اپنی ہر خواہش اور غرض کی تکمیل کے لیے کتاب اللہ کو آلۂ کار بناتے تھے، اور اس کی من مانی تفسیریں کرتے تھے، لیکن ان کے عوام جو ان اسلحہ کا استعمال نہیں جانتے تھے، وہ صرف اپنی خواہشوں اور تمناؤں ہی کو آخری سند سمجھتے تھے،

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ — اور ان میں بہت سے ناخواندہ ہیں جو کتابی علم

الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ (بقرہ ۱۰) — نہیں رکھتے لیکن دل خوشکن باتیں،

حضرت زید بن سعنہؓ کے حالات میں تحریف کی ایک مثال آئے گی جس سے آپ کو اندازہ

[1] اس مسئلہ میں متعدد واقعات عہد نبوی میں پیش آئے جن میں سے بعض کا تذکرہ اوپر آچکا ہے،

ہوگا کہ وہ اس مین کس درجہ بےباک تھے،

ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے مین توراۃ مین جو پیشین گوئیان اور بشارتین تھین، اور جن کو پڑھکر متعدد صالح الفطرت یہود حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ان کو انھون نے چھپانے کی کوشش کی، اسی طرح احادیث مین آتا ہے کہ رجم سے متعلق، توراۃ کے حکم کو بھی انھون نے پوشیدہ رکھنا چاہا، مگر بعض حق پرست علماے یہود نے اسے آپ پر ظاہر کر دیا، اور آپ نے اس کے مطابق عمل کیا، (بخاری و مسلم)

انبیاء ورسل کے ساتھ بھی انھون نے ہمیشہ طغیان و سرکشی ہی کی روش اختیار کی یہانتک کہ ان نفوس قدسیہ مین سے بعض کو انھون نے قتل تک کر ڈالا، اسی وجہ سے حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے ان پر لعنت کی (مائدہ)

جزیرۂ عرب کے یہود بھی اس بارے مین اپنے پیشروؤن سے کچھ مختلف نہین تھے، وہ حضرت ابراہیمؑ کے بارے مین کہتے تھے کہ وہ یہودی تھے، (آل عمران) قرآن نے ان کے اس خیال کی تردید کی (آل عمران) نبوت و رسالت صرف یہود کے لیے مخصوص سمجھتے تھے (جمعہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی انھون نے وہ سب کچھ کیا جو ان کے پیشروؤن نے اپنے وقت کے انبیاے کرام علیہم السلام کے ساتھ کیا، تفصیل آگے آتی ہے،

فرشتون کے متعلق ان کے خیالات عربون سے بالکل مختلف تھے، عرب ان کو خدا کا شریک ٹھیراتے تھے، اور یہ ان سے دشمنی و عداوت رکھتے تھے، خصوصیت سے حضرت جبرئیلؑ کے بارے مین وہ کہتے تھے کہ یہ ان کا قدیم دشمن ہے، قرآن نے ان کے اس خیال کی شدت سے تردید کی[1]

---

[1] اس سلسلہ مین طبری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے یہود کی گفتگو کو نقل کیا ہے، ص ۳۲۷، ج ۱

مشرکانہ اوہام وخرافات، جادو، گنڈا، اور عملیات وغیرہ پر ان کا اعتقاد تھا، لبید، عاصم وغیرہ بہت سے یہودی عامل تھے، جو کنگھیون اور بالون مین منتر پڑھکر پھونکتے تھے[۱]، یہ ان کے دینی معائب کا ایک مختصر خاکہ ہے، جن مین وہ دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تک مبتلا تھے،

اب ان کے اخلاق ومعاملات پر روشنی ڈالی جاتی ہے،

اخلاق ومعاملات اخلاق ومعاملات کے اعتبار سے جزیرہ عرب کے یہود نہایت ہی گرے ہوئے تھے، یہ اخلاقی گراوٹ ان ہی تک محدود نہین تھی، بلکہ اس مین ہر جگہ کے یہود برابر کے شریک تھے، ان کے اخلاق واعمال حد درجہ مبتذل، رکیک اور قابل نفرین تھے جن کا انسانیت، شرافت اور فضائلِ اخلاق سے کوئی دور کا بھی تعلق باقی نہین رہ گیا تھا، سورہ بقرہ اور آل عمران مین خاص طور سے ان کے ایک ایک عیب کی نشاندہی کی گئی ہے، ذیل کی سطرون مین ان کے چند بنیادی عیوب کا تذکرہ کیا جاتا ہے،

نفاق یہود حجاز جن اخلاقی کمزوریون کا شکار تھے، ان مین سب سے اہم منافقت ہے، یہ روح انسانی کے لیے ایسا روگ ہے جو انسان کی تمام اخلاقی خوبیون اور فطری صلاحیتون کو ختم کر دیتا ہے، جس فرد یا جماعت مین یہ مرض پیدا ہو جائے اس سے کسی خیر کی امید نہین کی جاسکتی، چنانچہ یہود حجاز کی تاریخ ہمین بتاتی ہے کہ ان مین بھی نفاق نے اچھی طرح گھر کر لیا تھا، انھون نے اسلام کے بارے مین مسلسل نفاق کا ثبوت دیا، اور ان کی وجہ سے مدینہ منورہ مین ایک ایسا گروہ تیار ہو گیا تھا، جو مرتے دم تک اس روگ مین مبتلا رہا، اور اسلام اور مسلمانون کو نقصان اور اذیت پہنچاتا رہا، قرآن کہتا ہے،

وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا — وہ لوگ جب تم سے ملتے ہین، تو کہتے ہین کہ ہم

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲ کتاب الطب،

عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (آل عمران)

ایمان لائے، اور جب تم سے جدا ہوتے ہین تو تم پر اپنی انگلیان کاٹ کاٹ کھاتے ہین ارے غصہ کے، آپ کہدیجئے کہ مرر ہو اپنے غصہ مین،

سورہ بقرہ (ع - ۸) مین اسی طرح کی ایک آیت موجود ہے،

دوسرون کو بھی اس نفاق پر ابھارتے تھے،

وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (آل عمران)

بعض اہل کتاب نے کہا کہ ایمان لے آؤ اس پر جو مسلمانون پر نازل ہوا (یعنی قرآن) اور صبح کے وقت اور شام تک اس سے انکار کردو، شاید کہ وہ پھر جائین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ساتھ انھون نے مستقلاً جو منافقانہ طرز عمل اختیار کر رکھا تھا، اس کی پوری تصویر ان آیتون مین آگئی ہے، وہ مسلمانون ہی کے ساتھ نفاق نہین برتتے تھے، بلکہ اس عادت بد کیوجہ سے اپنون تک سے منافقانہ پیش آتے تھے، اور ایک دوسرے کو دھوکا اور فریب دیتے تھے، غزوات کے سلسلہ مین متعدد مواقع پر انھون نے خود ایک دوسرے کو دھوکا دیا،[1]

حرام خوری

حرام خوری بھی ان کا شاید قومی خاصہ ہو گیا تھا، قرآن مین ہے،

اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (مائدہ)

یہ بڑے حرام کھانے والے ہین،

سورہ مائدہ مین ان کی حرام خوری کو متعدد بار دہرایا گیا ہے،

ان کے سودی کاروبار کا ذکر آچکا ہے، رشوت ستانی اور ناجائز طریقہ پر شکم پری کے بھی

[1] مثلاً غزوۂ نضیر، غزوۂ خندق وغیرہ کے مواقع پر،

یہ عادی ہو گئے تھے،

وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (نساء) — اور ان کے ناحق طریقہ سے مال کھانے کی وجہ سے،

دوسروں کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھا جاتے تھے،

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا — یقیناً جو لوگ حقیر رقم لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو انھوں نے اللہ سے کیا ہے اور بمقابلہ اپنی قسموں کے

اس سلسلہ مین حضرت اشعث اور ایک یہودی کا واقعہ تفسیرون مین ملتا ہے،

ان کے علماء و احبار بھی دوسروں کا مال ہڑپ کر لیتے تھے، (توبہ)

حرص وطمع | یہ مالدار اور خوش حال تھے، مگر ان کی حرص وطمع کا یہ حال تھا کہ دو دو چار چار روپے کے لیے معصوم بچون کو ہلاک کر ڈالتے تھے،[۱] سودی قرضون مین بچون اور عورتون کو رہن رکھ لیتے تھے،[۲] ان کے پاس سونے چاندی کا ڈھیر تھا، مگر راہ حق مین ایک پیسہ بھی نہین خرچ کر سکتے تھے،

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (توبہ) — (حرص کی وجہ سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہین، اور ان کو اللہ کی راہ مین خرچ نہین کرتے،

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (نساء) — کیا ان کے پاس سلطنت کا کوئی حصہ ہے، اگر ہوتا تو وہ ایک ذرہ برابر اس مین سے دوسرون کو نہ دیتے،

خیانت | خیانت حرص وطمع ہی کا نتیجہ ہے، چنانچہ ان مین یہ عیب بھی موجود تھا،

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶ کتاب الدیات [۲] ایضاً قتل کعب بن اشرف

وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ	ان مین بعض ہین کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار
لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ	بھی امانت رکھو تو تم کو وہ ادا نہ کرین گے،
عَلَيْهِ قَآئِمًا (آل عمران)	جبتک کہ تم انکے سر پہ سوار نہ ہو جاؤ،

پھر اس خیانت کو اپنے لیے جائز اور اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے،

قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ	یہ خیانت اسلیے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ غیر اہل کتاب
سَبِيْلٌ (آل عمران)	(کے مال) کے بارے مین ہم پر کوئی جرم نہین،

بغض وحسد بغض وحسد کا جذبہ ایک بدترین جذبہ ہے، اسکی موجودگی مین کبھی حق وانصاف کا جذبہ آدمی کے دل مین پرورش نہین پاتا جس کے اندر یہ جذبہ موجود ہوتا ہے اس کو دوسرون کی خوبیان اور بھلائیان نظر ہی نہین آتین، یا اگر نظر آتی ہین تو وہ ان کی طرف سے صرفِ نظر کرلیتا ہے، اگر کسی کو کوئی شرف اور فضل حاصل ہوجاتا ہے تو ایسے شخص کو انتہائی تکلیف ہوتی ہے یہود کی زندگی اس برے جذبہ کا مکمل نمونہ تھی،

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ	کیا وہ دوسرے آدمیون سے ان چیزون پر جلتے ہین
اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (نساء)	جنہین اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کی ہین،
هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا	ہان تم ایسے ہو کہ ان لوگون سے محبت رکھتے ہو
يُحِبُّوْنَكُمْ (آل عمران)	اور یہ لوگ تم سے قطعاً محبت نہین رکھتے

قرآن نے ان کے اسی بغض وحسد کی بنا پر فرمایا کہ

مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ	اپنے غصہ سے مرو،

دروغ گوئی اور بدعہدی دروغ گوئی، بدعہدی اور جھوٹی قسمین کھانا ان کا شیوہ تھا۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ (مائدہ)	یہ لوگ غلط باتون کے سننے کے عادی ہین

اتخذوا ایمانهم جنة (مجادلہ) انھون نے اپنی قسمون کو ڈھال بنالیا ہے،

عہد نبوی مین ان کی دروغ گوئی اور بد عہدی کی بے شمار مثالین ملتی ہین، معاہدہ کے ذکر مین، اس کی تفصیل آئے گی،

اسی طرح وہ فواحش اور بے حیائیوں سے بھی باز نہین رہتے تھے، عرب عورتون کو چھیڑا کرتے تھے، اور ان سے کھلا ہوا مذاق کرتے تھے، کعب بن اشرف ان کا مشہور شاعر اس مین بیحد بدنام تھا، ایک مرتبہ ایک انصاری بزرگ نے اس سے قرض مانگا تو اس نے ان سے برجستہ کہا کہ اس کے بدلے اپنی بیوی کو میرے یہان گرو رکھدو، اس کی دنائت اور اس کا سفلہ پن اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ازواجِ مطہرات اور صحابیات کا نام لیکر تشبیب[1] کرتا تھا،[2]

ایک برائی ان مین یہ بھی تھی کہ اگر کوئی شریف ومعزز آدمی زنا کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی معمولی اور کم رتبہ آدمی اس کا ارتکاب کرتا تو اس کو سزا دیتے،[3]

ان مین خود غرضی اور قساوتِ قلبی بھی حد درجہ تھی جس کا مظاہرہ دن رات ہوتا رہتا تھا، حتیٰ کہ وہ اپنے یہودی بھائیون کو گھر سے نکال دیتے، اسی خود غرضی کی وجہ سے وہ آپس مین برابر لڑتے بھڑتے رہتے تھے، یہی نہین بلکہ ایک دوسرے کے خلاف اپنے دشمنون تک کو مدد دیتے تھے،[4]

قرآن نے ان کے ان معائب کی تصویر ان الفاظ مین کھینچی ہے،

تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ تم ایک دوسرے سے قتل وقتال بھی کرتے ہو

---

[1] وہ اشعار جن مین حسن وعشق کے جذبات ظاہر کیے جائین [2] طبقات الشعراء، ص ۱۱۰۔

[3] صحیح مسلم باب رجم یہود [4] اوپر ذکر آچکا ہے،

فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ (بقرہ)	اور ایک دوسرے کو گھروں سے نکالدیتے ہو
تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ	تم انکو متفق خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل
شَتَّىٰ (حشر)	آپس میں متفق نہیں ہیں،

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت مسند احمد میں ہے، آپ نے فرمایا کہ جاہلیت میں یہود دو گروہ میں بٹ گئے تھے، ان میں ایک غالب تھا اور دوسرا مغلوب، جب غالب گروہ کا کوئی آدمی قتل کیا جاتا تو اس کی دیت مغلوب کو زیادہ دینی پڑتی، اور اگر مغلوب کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا، تو اس کی دیت کم ملتی، جاہلیت میں تو مغلوب گروہ اس ظلم کو برداشت کرتا رہا، مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایک بار جب ایسا واقعہ پیش آیا تو اس نے زیادہ دیت دینے سے انکار کر دیا، اور غالب گروہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اب نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد ہم ظلم و ستم سہنے کے لیے تیار نہیں[1]،

پھر ان تمام اخلاقی جرائم پر وہ خوش ہوتے اور چاہتے تھے کہ جو خوبیاں ان میں نہیں ہیں ان پر بھی ان کی تعریف و تحسین کی جائے،

الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ	یہ لوگ اپنے اخلاق و کردار پر خوش ہیں اور جو کام انھوں نے
أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا (آل عمران)	نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو،

ان کے دینی اور اخلاقی انحطاط کا یہ بہت مجمل خاکہ ہے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس قوم میں اتنا زیادہ دینی انحطاط، اور اتنے زیادہ جرائم اخلاق ہوں اس کی موجودگی میں کوئی صالح معاشرہ اور پرسکون ماحول کیسے پیدا ہو سکتا ہے، چنانچہ جب تک یہودیوں کا معاشی، اقتصادی، سیاسی تغلب اور ان کا زور باقی رہا، پورے حجاز اور خصوصیت سے مدینہ میں سکون و اطمینان کی فضا پیدا

[1] مسند ج ۱ ص ۲۴۶

نہ ہوسکی، مگر جون جون ان کا زور ختم ہوتا گیا، امن و سلامتی کی فضا پیدا ہوتی گئی، تا آنکہ پورا حجاز انکی ریشہ دوانیون اور فتنہ انگیزیون سے پاک و صاف ہوگیا،

ایسے معائب، مثالب اور ذمائم اخلاق مین گھرے ہونے پر بھی اس بدباطن اور کج فطرت قوم کے جتنے افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، وہ اسلام کی بڑی کامیابی ہے، ورنہ ایسا دین جس کے قبول کرنے مین کوئی جبر و سختی نہ ہو[1]، اس مین ایسی تیرہ بخت اور دون فطرت قوم کے ایک دو فرد کا داخل ہونا بھی درحقیقت اسلام کا ایک معجزہ ہے،

بعثت نبوی کے بعد یہود اور مسلمانون کے اجتماعی اور سیاسی تعلقات کی نوعیت

بعثت نبوی سے قبل یہودیون کے سیاسی، تمدنی اثرات کا جائزہ لینے اور ان کی اخلاقی اور دینی حالت کا تذکرہ کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ظہور اسلام کے بعد ان مین اور مسلمانون مین باہم جو سیاسی و اجتماعی تعلقات پیدا ہوئے، اور اس سے جو فوائد اور مضار منتج ہوئے اس پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مکہ مین ہوئی، اور ذکر آچکا ہے کہ مکہ مین یہود نہین تھے، اس لیے مکی زندگی مین براہ راست ان سے کوئی سیاسی و اجتماعی تعلق نہین پیدا ہوا، لیکن دعوت و تبلیغ کے سلسلہ مین جو ابتدائی سورتین نازل ہوئین ان مین حسب ضرورت اگلے انبیا خصوصاً حضرت موسیٰؑ کا ذکر ملتا ہے، مثلاً سورہ مزمل مین، جو بالکل ابتدائی سورتون مین ہے، حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا ذکر ملتا ہے، پھر سورہ اعلیٰ مین صحف موسیٰ کا تذکرہ بھی آتا ہے، اسی طرح اس کے بعد نازل ہونے والی سورتون مثلاً سورہ قمر، سورہ ق اور سورہ بروج وغیرہ مین بھی حضرت موسیٰؑ

[1] لا اکراہ فی الدین دین مین کوئی جبر نہین ہے، چنانچہ مدینہ سے یہودی قبائل کے اخراج کے بعد متعدد یہودی موجود تھے جنھون نے اسلام قبول نہین کیا تھا لیکن ان سے کوئی تعارض نہین کیا گیا بعض کا تذکرہ اس کتاب مین آیا ہے کہ حضرت صفیہ رض نے اپنی ایک جائداد کے متعلق اپنے یہودی رشتہ دارون کو وصیت کی تھی،

کی کامیابی اور فرعون کے برے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے،

غرض مکہ کے ابتدائی سالون مین براہ راست یہود سے قرآن نے خطاب نہین کیا، محض دعوت و تبلیغ کے نقطۂ نظر سے اس نے ان مشہور واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جن سے اہل مکہ واقف تھے، تاکہ وہ عبرت حاصل کرین،

مکی سورتون مین سب سے پہلے سورۂ اعراف مین ذرا تفصیل سے "بنی اسرائیل" کے نام سے ان کا تذکرہ ملتا ہے، جس مین متعدد انعامات الٰہی کو گنایا گیا ہے، اور ان کی بار بار کی ناشکری و احسان ناشناسی کا ذکر کیا گیا ہے، اس سورہ مین یہ بھی ذکر آیا ہے کہ تورات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی موجود ہے، ان واقعات کی تفصیل اس سورہ کے رکوع ۱۲ سے ۱۸ تک مین موجود ہے، اگر ان مین سے ان آیتون کو نکال دیا جائے جن کو مفسرین مدنی بتاتے ہین، تب بھی یہود کی ابتدائی تاریخ کا خلاصہ مکہ مین نازل ہو چکا تھا[1] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ قرآن مین بنی اسرائیل کا تذکرہ وسیع ہوتا جا رہا تھا،

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کو کئی برس گذر چکے تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً اہل مکہ نے قرآن کے بیان کردہ واقعات خصوصاً وہ جو یہود سے متعلق تھے، ان کی طرف کچھ زیادہ دھیان نہین دیا، لیکن جب قرآن نے بار بار ان کا اعادہ کیا تو ان کو

---

[1] ابن جریج قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس سورہ مین یہ آیت الذین یتبعون الرسول الامی الذی یجدونہ مکتوبا الآیۃ یہود کے بارے مین نازل ہوئی جنھون نے اس کو پہلی والی آیت کے بارے مین جس مین تقویٰ اور زکوٰۃ کا ذکر ہے کہا تھا کہ ہم بھی تو تقویٰ کے حامل ہین اور زکوٰۃ نکالتے ہین، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب براہ راست بھی یہود بحث و مباحثہ کرنے لگے تھے، مگر اس کے علاوہ دوسری کوئی شہادت ہم کو نہین ملی جس سے مکہ مین براہ راست ان سے سوال و جواب کی تائید ہوتی ہو، اس لیے حاشیہ مین اسکا ذکر کیا گیا،

ان کی تردید کا خیال پیدا ہوا ہوگا، مدینہ اور خیبر کے یہودیون سے ان کے قدیم تعلقات تھے، اسلیے انھون نے ان سے یا طائف اور بنو کنانہ کے یہود سے جو انکے قریب ہی رہتے تھے، ان واقعات کی صداقت اور عدم صداقت اور آپ کی نبوت کے بارے مین سوالات کرتے رہے ہون گے، جیساکہ مفسرین اور بعض محدثین نے لکھا ہے کہ روح[1]، اصحاب کہف اور ذوالقرنین وغیرہ کے بارے مین جو آیات نازل ہوئین، وہ درحقیقت کفار عرب کے ان سوالات کے جوابات ہین، جو انھون نے یہود سے پوچھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق کیے تھے، اصحاب کہف کے متعلق تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ خود یہود مدینہ نے اہل مکہ سے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کے بارے مین سوال کرو، اگر وہ نبی ہون گے، تو جواب دین گے،[2]

لیکن اب تک یعنی سورۂ اسرائیل کے نزول تک جو کچھ ان کے بارے مین کہا گیا، یا تو اہل عرب کو براہ راست خطاب کرکے کہا گیا، یا پھر غائب کے صیغہ سے کہا گیا، تو د یہودیون کو براہ راست خطاب نہین کیا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ معراج سے پہلے تک یہود سے براہ راست تعلق نہین

---

[1] روح کے سلسلہ مین عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال مدینہ مین کیا گیا تھا، مگر ترمذی مین ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے یہود سے کہا کہ ہم کو کچھ ایسی باتین بتاؤ جن کے متعلق ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کرین، اس کے جواب مین یہود نے ان سے کہا کہ روح کے بارے مین ان سے سوال کرو! فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۳۔ اصحاب کہف کے سلسلہ مین طبری مین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ خود یہود نے اہل مکہ سے ان چیزون کے بارے مین سوالات کرنے کے لیے کہا تھا، بہرنوع دونون باتین بیک وقت ممکن ہین، اس مین کوئی تضاد نہین، سیر کی کتابون مین تذکرہ آتا ہے کہ قریش نے ایک دفعہ بھی یہود مدینہ کے پاس آپ کی نبوت کے بارے مین دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا ممکن ہے یہ اسی وقت کا واقعہ ہو،

[2] طبری ج ۱۵ ص ۱۱۸

پیدا ہوا تھا، سورۂ اسراء کے بعد سورہ یونس کا نزول ہوتا ہے، اس میں بھی یہود کی پچھلی تاریخ کو دہرایا گیا اور مزید یہ بتایا گیا کہ انھوں نے دین کے بارے میں علم الٰہی آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ان قرآنی قصوں میں شک کرنے والوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوا،

فسئل الذین یقرءون الکتٰب من قبلک (یونس) — تو آپ ان لوگوں سے دریافت کیجئے جو آپ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کو پڑھتے ہیں (یعنی توراۃ وانجیل)

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ یہود میں اس وقت ایسے صالح الفطرت لوگ موجود تھے، جو اظہار حق کر سکتے تھے، اور دوسری یہ کہ اب ان میں اور مسلمانوں میں براہ راست سوال وجواب کے امکانات پیدا ہو گئے تھے، لیکن ان امکانات کے لیے قرآن کی اندرونی شہادت، تاریخ نزول قرآن، اور بعض واقعات کی ترتیب کے علاوہ کوئی خارجی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس سلسلہ میں جو کچھ بھی لکھا جائے گا، اس میں غلطی کا امکان ہے، مگر عاجز قرآن وسیرت کے مطالعہ سے اپنی حد تک جو کچھ بھی اخذ کر سکا ہے، اس پر اسے وثوق ہے، اس لیے اسے پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہے، واللہ اعلم بالصواب،

صحیح روایتوں کے مطابق معراج کا واقعہ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے پیش آیا، ظاہر ہے کہ سورۂ اسراء (یعنی سورہ بنی اسرائیل) اس کے بعد ہی نازل ہوئی، اور سورۂ یونس جس میں اوپر والی آیت مذکور ہے، سورۂ اسراء کے بعد نازل ہوئی،

اہل مدینہ کے متعلق تمام ارباب سیر لکھتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی سنہ ۱۰ نبوی میں ان کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کیا، جو نزول سورۂ اسراء سے پہلے کا واقعہ ہے، ظاہر ہے کہ

[1] بعض مفسرین نے اس سلسلہ میں عبد اللہ بن سلام وغیرہ کا نام لیا ہے، صاحب روح المعانی نے اس کی تردید کی ہے،

یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ مین جاکر خاموش نہین بیٹھے ہون گے، اسلام کا پیغام دوسرون تک پہنچایا ہوگا، عام طور سے ان کے اسلام کا چرچا ہوا ہوگا، عام اہل مدینہ نے جس مین یہود ہی بھی تھے، اسے جانا بھی ہوگا، ہمارے نزدیک اسی کا اثر تھا کہ دوسرے سال یعنی سنہ ۱۱ نبوی مین یہ تعداد دگنی ہوگئی، اور ۱۲ آدمیون نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعیت کی، اور خواہش ظاہر کی کہ ہمارے ساتھ کسی کو کردیا جائے جو وہان رہ کر ہم کو اسلام کی تعلیم دے، چنانچہ آپ نے مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ کردیا، حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہنچے تو گھر گھر جاکر اسلام کا پیغام پہنچایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی مسلمانون کی تعداد پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوگئی،

یہود جو مدینہ مین ہر طرف پھیلے ہوئے تھے جن سے انصار کا دن رات کا تعلق تھا، خود بھی ایک مذہب اور شریعت کے حامل تھے، ان کی اس حیثیت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مین اہل مکہ بغرض تحقیق ان کے پاس آبھی چکے تھے، انھون نے اس نئے دین کے بارے مین اگر انصار سے سوال وجواب اور بحث ومباحثہ شروع کردیا ہو تو کوئی تعجب نہین، اور بعض روایتون سے یہ پتہ چلتا بھی ہے کہ وہ آپ کی نبوت کے منتظر تھے[۱]، جیسا کہ کتب سیر مین ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کے سامنے عقبہ مین سب سے پہلے اسلام پیش کیا تو وہ یہ کہہ کر اسلام لائے کہ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے اس فضل مین سبقت لیجائین،[۲]

ان وجوہ کی بنا پر عاجز کا خیال ہے کہ اس آیت کی تفسیر مین بعض مفسرین نے جو مومنین اہلِ کتاب کا نام لیا وہ صحیح نہین ہے[۳]، اور نہ یہ صحیح ہے کہ مکہ مین بھی یہود تھے[۴]، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ

---

[۱] اس کتاب مین متعدد جگہ اسکا ثبوت ملے گا [۲] سیرۃ النبی ج ا ص ۲۶۲، بحوالہ زرقانی اور ابن سعد [۳] جیسا کہ اس سلسلہ میں مفسرین نے عبداللہ بن سلام اور تمیم داری کا نام لیا ہو، مگر ظاہر ہو کہ یہ سورت اور پھر یہ آیت مکی ہے، اسلیے اس سے انکو مراد لینا صحیح نہیں ہوسکتا، [۴] بعض مستشرقین کا یہی خیال ہے، اس کی تفصیل اوپر آچکی ہے،

ہجرت سے پہلے ہی انصار مدینہ اور یہود کے درمیان اسلام کے بارے میں گفتگو اور بحث و مباحثہ کا آغاز ہو چکا تھا، اور انھوں نے ان کی کچھ نہ کچھ مخالفت بھی شروع کر دی تھی، جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق سے بھی پتہ چلتا ہے۔ ان ہی تعلقات کی بنا پر آیت میں کہا جا رہا ہے کہ آپ ان لوگوں سے (مسلمانوں کے ذریعہ) تحقیق کر لیجئے، جو کتاب کے عالم ہیں،

بیانِ مذکورہ بالا سے واضح ہوا ہو گا کہ ابتداءً اسلام کے مقابلہ میں یہود کا رویہ معاندانہ نہیں تھا، بلکہ بڑی حد تک وہ اسلام کی صداقت کے معترف بھی تھے، مگر جوں جوں اسلام کی تعلیمات سے واقف ہوتے گئے، ان کی مخالفت اور دشمنی بڑھتی گئی، سورہ یونس کے بعد ہود اور حٰم سجدہ وغیرہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں ان کے متعلق بار بار یہ بات دہرائی گئی کہ یہ جان بوجھکر قرآن کا انکار کر رہے ہیں[1]، ان سورتوں کے بعد سورہ غاشیہ کا نزول ہوا، اس میں بھی قریب قریب وہی بات دہرائی گئی، پھر سورۂ صافات نازل ہوئی جس میں ان کی کتاب تورات کو "اماماً و رحمۃ" کے الفاظ سے یاد کیا گیا۔ اور قرآن کو اس کا حریف نہیں بلکہ مؤید قرار دیا گیا، پھر سورۂ انبیاء اتری، اس میں اس کو "الفرقان اور ضیا" کہا گیا، لیکن اس ترہیب و ترغیب کے باوجود یہود کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوئی، بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں وہ اور زیادہ سخت ہو گئے، اور اہل مکہ کو جیسا کہ قرآن میں ہے، پہلے سے زیادہ اسلام کے خلاف اکسانے اور اعتراض کے لیے ابھارنے لگے، چنانچہ سورہ انعام میں کھانے پینے سے متعلق محرمات کے سلسلہ میں ان کے اعتراضات کا جواب ذرا سخت انداز سے اور خاص طور سے ان کی طرف اشارہ کر کے دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے،

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ — اور یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے۔

---

[1] ع۱ آیت ۱۱۴ اور ۱۲

سورۂ نحل مین مکرر ارشاد ہے

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ	اور یہود یوں پر ہم نے وہ چیزین حرام کر دی تھین جنکا بیان ہم اس سے قبل آپ سے کر چکے ہین۔

ان دونون آیتون مین "اَلَّذِینَ ھَادُوا" کے الفاظ خاص طور سے قابل غور ہین۔ اس سے پہلے ان الفاظ کے ساتھ ان کو یاد نہین کیا گیا تھا، پھر دونون آیتون کے آخر مین کہا گیا:

ذٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ (انعام)	انکی شرارت کے سبب ہم نے انکو یہ سزا دی تھی،
وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (نحل)	ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہین کی لیکن وہ خود اپنے اوپر زیادتی کرتے تھے،

یہود اور مسلمانون کے درمیان تعلقات کا جو اتقا، قرآن کی آیات سے دکھایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت سے پہلے ہی چند حق پسند اور صالح الفطرت افراد کے علاوہ پوری قوم یہود مین رفتہ رفتہ اسلام و شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کی مخالفت کا جذبہ پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا، اور اس مخالفت کا اظہار بھی کبھی اہل مکہ کے ذریعہ ہوتا تھا۔ اور کبھی اہل مدینہ کے ذریعہ بھی جن سے ان کا دن رات کا سابقہ تھا، مگر ابھی تک یہ مخالفت صرف ذہنی اور زبانی

ہجرت کے بعد

یہود کا یہ حال تھا کہ آفتاب اسلام کی کرنین افق مدینہ پر چمکین یعنی ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے تشریف فرمائے مدینہ ہوئے، یہود کے بعض صالح اور سلیم الفطرت افراد مثلاً عبداللہ بن سلام اور میمون بن یامین وغیرہ جن کو توراۃ کی پیشین گوئی[1]، علماء و احبار یہود کی بار بار کی یاد دہانی، اور انصار کی مکہ مین آمد و رفت کے ذریعہ آپ کی بعثت کا علم ہو چکا تھا، بڑی بیچینی سے آپ کی ہجرت اور مدینہ مین آپ کی آمد آمد کا انتظار کر رہے تھے، جو نہی آپ جلوہ فرمائے مدینہ

---

[1] اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے،

ہوئے، وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے[۱]۔ ان کے ساتھ بعض اور افراد نے بھی آپ کی نبوت کی صداقت کو تسلیم کیا[۲]، مگر ان کی تیرہ بختی نے نورِ حق کو ان کے تاریک قلوب تک پہنچنے نہین دیا، اور وہ مسلمان نہ ہو سکے،

عبد اللہ بن سلامؓ اور ابن یامینؓ کے اسلام لانے کا یہود پر بجائے اچھا اثر پڑنے کے اور الٹا اثر پڑا، اور انھون نے اس اقدام حق پر ان کو حد درجہ مطعون اور لعنت ملامت کی،

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پہلے مکہ ہی مین یہود کی مخالفت اور دشمنی کا علم ہو چکا تھا، مدینہ آنے کے بعد اس کا عینی مشاہدہ بھی ہوا، اس لیے آپ نے مسجد نبوی و کاشانۂ نبوت کی تعمیر کے بعد ہی پہلا جو کام کیا وہ انصار اور یہودِ مدینہ کے ایک ایک قبیلہ سے معاہدۂ امن و صلح تھا، تاکہ یہود کی مخالفت اور زیادہ آگے بڑھنے نہ پائے، اور آپ کے اور مسلمانون کے بارے ان کو جو غلط فہمی ہو گئی ہے، اس کا ازالہ ہو جائے، چنانچہ آپ نے قبائل یہود سے صرف معاہدہ

---

[۱] ابن الہیبان نے خاص طور پر ان کو جمع کر کے اس پیشین گوئی کو یاد دلایا تھا، کتاب مین حضرت اسیدؓ کے حالات مین یہ پورا قصہ مذکور ہے، انصار کے سامنے آپ نے پہلی بار اسلام پیش کیا، تو انھون نے آپس مین مشورہ کیا، اور کہا ایسا نہ ہو کہ اس فضل مین یہود ہم سے سبقت لیجائین، اور ہم رہ جائین، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہود جانتے تھے کہ خاک بطحا سے وہ نبی عنقریب مبعوث ہونے والا ہے، جس کی بشارت حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو دی تھی، ابھی اوپر حضرت سلمہؓ کی روایت گذری ہے، جس مین ہے کہ ایک یہودی عالم نے یہود کے ایک پورے مجمع مین آپ کے مبعوث ہونے کا اعلان کیا تھا [۲] مثلاً ابو یاسر بن اخطب نے جب قرآن کی آیتین سنین تو اپنے قبیلہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم جس نبی کا انتظار کر رہے تھے وہ آ گئے ہیں، انکی اطاعت کرو، مگر اسکے بھائی حیی بن اخطب نے اسکی مخالفت کی، چونکہ یہ قبیلہ کا سردار تھا، اس لیے پوری قوم اس کی ہم آہنگ ہو گئی۔ فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۲ اس سلسلہ مین بعض واقعات کا تذکرہ آگے آئے گا۔

امن و صلح ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ آپ نے اور آپ کے ساتھ صحابۂ کرام نے ان کے ساتھ اپنا رویہ نہایت مصالحانہ، خیر خواہانہ اور روادارانہ رکھا،

آپ بہ نفس نفیس ان کے مریضوں کی عیادت کرتے تھے، ان کے جنازے جاتے تھے تو آپ احتراماً کھڑے ہو جاتے تھے، آپ کی مجلس میں ان کو چھینک آتی تو آپ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے، جب تک کسی مسئلہ میں قرآن کا صریح حکم نازل نہ ہو جاتا، آپ تورات کے حکم پر عمل کرتے، اور اس میں خود یہود سے مشورہ کرتے تھے، آپ خود اور صحابہ ان ہی کی اتباع میں عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، یہود آپ سے اور مسلمانوں سے بحث و مباحثہ کرتے، مگر آپ کبھی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے، ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ اور چند یہودیوں میں باہم اس بات پر کہ حضرت موسیٰؑ افضل ہیں یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سخت گفتگو ہو گئی، یہود خدمت نبوی میں شکایت لے کر آئے، آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو، اسی طرح ایک مرتبہ حضرت یونسؑ کا ذکر آیا، تو اس وقت بھی آپ نے یہی فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت نہ دو۔

ایک طرف یہ لطف و کرم اور اخلاق و محبت کی بارش تھی کہ بچہ بچہ اس سے سیراب تھا، دوسری طرف یہود کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ کی مجلسوں میں آتے تو السلام علیکم کے بجائے السام علیکم (تم پر موت آئے) کہتے، آپ کی توہین کے لیے راعنا[2] کا لفظ استعمال کرتے، آپ سے اور مسلمانوں سے خواہ مخواہ بحث و مباحثہ کرتے، آپ کی شان میں گستاخیاں اور آپ کی نبوت کی تکذیب کرتے، مسلمانوں کو طرح طرح سے ستانے کی کوشش کرتے، ان سے بدکلامیاں کرتے، لیکن ان کی

[1] ترمذی شریف باب اذا عطس الیہود [2] راعنا کے معنی ہیں میری رعایت کیجئے، مگر یہود اسکو زبان دبا کر راعینا کہتے جس کے معنی عربی میں ہمارے چرواہے کے ہیں، انکی اس روش کو دیکھ کر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی کہ تم راعنا کے بجائے "انظرنا" کا لفظ استعمال کرو۔ تاکہ ان کو آپ کی اہانت کا موقع نہ ملے،

مسلسل ایذا رسانیون، گستاخیون، شرارتون، ریشہ دوانیون، فتنہ آرائیون اور شرانگیزیون کے باوجود مسلمانون کے ہاتھ سے صبر و تحمل کا دامن کبھی نہین چھوٹا، اور ہمیشہ ان کے مقابلہ مین وہ حلم و بردباری اور صبر و ضبط اور اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا اظہار کرتے رہے، اور انھون نے اس کا خاص طور سے خیال رکھا کہ ان کی طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہو، جو صلح و امن کے لیے مضر اور اس معاہدہ کے خلاف ہو، جو ان کے اور مسلمانون کے درمیان ہو چکا تھا، چنانچہ قرآن یہود کے اس طرز عمل کے بارے مین مسلمانون کو ہدایت دیتا ہے،

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا	اور تم بہت سی دل آزاری کی باتین اہل کتاب
الْكِتٰبَ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا	(یہود) اور مشرکین سے سنوگے، تو تم اگر ان پر
اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا	صبر کروگے اور تقویٰ کا طرز عمل اختیار
وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ	کروگے تو یہ عزیمت کا کام ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔
الْاُمُوْرِ (آل عمران)	۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شروع سے یہود کے ساتھ مسلمانون کا جو محبت آمیز برتاؤ تھا، اور جس رفق و لینت اور حسن سلوک کے ساتھ وہ ان سے پیش آرہے تھے، اس کا تو تقاضا یہ تھا کہ وہ مسلمانون سے قریب ہوتے، ان کی دعوت کو قبول کرتے، ان کے معاون و مددگار بنتے، لیکن ہم دیکھتے ہین کہ ان سب کے باوجود وہ اسلام سے بیزار اور مسلمانون سے دن بدن دور ہوتے جارہے تھے، اس کے اسباب اور موانع کیا تھے، اس کو ہم ذرا تفصیل سے یہان لکھتے ہین،

(۱) یہود مین متعدد طبقے تھے اور ان مین سے ہر ایک کا بعثت نبوی کے متعلق الگ الگ نظریہ اور خیال تھا،

(۲) ایک طبقہ تو یہ سمجھتا تھا کہ حضرت موسیٰ کی بعثت اور توراۃ کے نزول کے بعد اب کسی اور نبی کی بعثت یا کسی اور کتاب الٰہی کا نزول نہین ہوگا[۱] لیکن یہ بہت محدود تھا، اس خیال کے

[۱] التلمود بحوالہ تاریخ الیہود

یہود عرب مین زیادہ نہ تھے؛

(ب) دوسرے کا خیال یہ تھا کہ ایک اور نبی کی بعثت تو ہونے والی ہے، مگر وہ بنی اسرائیل سے ہوگا، اور اگر بنی اسرائیل سے نہ بھی ہوا تو ہر معاملہ مین کم از کم ان کی تائید ضرور کریگا چنانچہ انھون نے بارہا آپکے سامنے اس کا اظہار کیا،

حدیث کی کتابون مین ہے کہ ایک بار دو یہودی آپ کی خدمت مین آئے، اور آپ سے چند سوالات کیے، آپنے جواب دیا، تو کہا کہ بیشک آپ نبی ہین، ارشاد ہوا کہ پھر میرے اتباع سے کیون گریز کرتے ہو، کہا حضرت داؤد نے دعا کی تھی کہ نبوت ان ہی کی اولاد (بنی اسرائیل) مین رہے گی، اگر ہم آپ کا اتباع کرین گے تو یہود ہم کو قتل کر دین گے۔[1]

اس خیال کے یہود بکثرت تھے، اور یہی مخالفت مین پیش پیش تھے،

(ج) تیسرا گروہ وہ تھا جو نہ نبوت کو حضرت موسیٰؑ پر ختم سمجھتا تھا اور نہ اس کو بنی اسرائیل مین محدود، بلکہ وہ انبیار کی اصل پیشین گوئی اور تورات کے بیان کے مطابق یہ سمجھتا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے، خواہ وہ عرب مین ہو یا عجم مین، یہی یہود کا اعتدال پسند گروہ تھا، اور یہی آپ کی بعثت کا منتظر تھا، اور اسی کے بعض افراد نے اسلام قبول کیا،[2] مگر بعض ذاتی مصالح کے تحت بیشتر افراد نے دوسرے گروہ کا راستہ اختیار کیا، اور ان کے ساتھ رہے، اور دولت ایمان سے محروم رہے،

(۲) عام طور پہ یہود یہ سمجھتے تھے کہ جو نبی بھی آئے گا، ان کے ہر خیال اور انکی زندگی کے ہر معاملہ مین ان کی تائید کرے گا، لیکن جب ان کی یہ توقع پوری ہوتی ہوئی نظر نہین آئی،

---

[1] مسند طیالسی ص ۱۶۰ جزء ۵، نسائی باب تحریم الدم [2] تفسیر و سیرت مین یہود کے بارے مین بظاہر مختلف و متضاد روایتین ملتی ہین، اسلیے مطالعہ کرنے والون کے لیے پریشانی اور انتشار خیال کا باعث بنجاتی ہین لیکن اگر یہ تقسیم پیش نظر ہو تو انشاء اللہ ان روایتون مین کوئی تضاد نظر نہ آئیگا۔

تو انھون نے مخالفت شروع کردی،

حضرت عیسیٰؑ کے بارے مین یہود جو غلط اور فاسد عقیدہ رکھتے تھے، قرآن نے ابتداے نزول ہی مین اس کا ابطال کیا، اور حضرت عیسیٰؑ کو راست باز اور ان کو مجرم ٹھہرایا،

دوسرے انبیاے کرام علیہم السلام کے متعلق بھی ان کی دینی کتابون مین ایسی بے سروپا باتین، اور ان کے درمیان، ایسے قصے عام طور پر مشہور تھے، جن سے ان کے دامن عفت پر نعوذ باللہ من ذالک داغ ہی نہین آتا تھا بلکہ انکے فساد عقیدہ کا بھی پتہ چلتا تھا، قرآن نے اس طرح کے قصون اور افسانون کی بھی تردید کی، اور انبیا، کی عصمت وعفت کی شہادتین پیش کین سورہ انعام، سورہٗ مریم، سورہٗ صافات مین ایک ایک کا نام لیکر کسی کو صدیقا نبیا، کسی کو کان من المخلصین وغیرہ کہا، اور سورہ انعام مین تمام مشہور انبیا، کے ذکر کے بعد کہا کل من الصالحین، سب کے سب صالح اور نیکوکار تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ انھون نے بہت زیادہ متہم کیا تھا، اور عجیب وغریب واقعات بلکہ کفر وشرک تک کو ان کی طرف منسوب کردیا تھا، قرآن نے سورہٗ نحل، پھر سورہ بقرہ مین اس کی تردید کی، اور ان کو ان چیزون سے منزہ قرار دیا، اسی طرح دوسرے واقعات وقصص وحکایات کا بھی قرآن نے رد کیا، ظاہر ہے کہ یہ ساری باتین یہود کے توقعات کے خلاف تھین، اس لیے ان کا برافروختہ ہونا بالکل طبعی تھا، اور وہ برافروختہ ہوئے،

(۳) یہود، جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین، ہر طرح کے اخلاق ذمیمہ اور معائب سیئہ مین مبتلا تھے، مگر اس کے باوجود اہل عرب مین عزت وشرف کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اس لیے وہ اپنی موجودہ اخلاقی حالت وروش پر مطمئن ہی نہین تھے بلکہ دینی حیثیت سے اس کو اپنے لیے جائز بھی سمجھتے تھے، جیسا کہ اہل کتاب کے اموال کے بارے مین انھون نے اپنے خیال کا اظہار

کیا تھا، (آل عمران)

اسلام اس کے برخلاف مکارم اخلاق، فضائل و محاسن کی تعلیم دیتا تھا جس کے فروغ کا لازمی نتیجہ یہودیون کی موجودہ حالت کا زوال تھا خصوصیت سے ان کی اقتصادی زندگی کی تو قطعی موت تھی، اور چونکہ وہ اپنا روش کو بدل نہین سکتے تھے، اس لیے انھون نے مہرہدایت ہی پر خاک ڈالنی شروع کردی، چنانچہ یہود کے جس طبقہ اور قبیلہ مین جتنی ہی اخلاقی کمزوریان زیادہ تھین، اتنا ہی وہ اسلام کی دشمنی مین پیش پیش تھا،

(۴) یہود نے شرف و نجات کا مدار ایمان و عمل کے بجائے نسل و ذات پر رکھا تھا اسلام آیا تو اس نے شرف و عزت، نجات و بخشایش کا مدار ایمان و عمل قرار دیا، اس نے یہ اصول بتایا،

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا (مزمل-۲) [1]	اور جو نیک عمل اپنے لیے آگے بھیجدوگے اس کو اللہ کے پاس پہنچکر اس سے اچھا اور ثواب مین بڑا پاؤگے۔

شرف و عزت کا یہ معیار قرار دیا،

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (حجرات-۲)	تم سب مین بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

چونکہ قرآن کے ان اعلیٰ اخلاقی اصولون سے ان کے مزعومہ شرف و عزت کے قلعہ کی دیوارین مسمار ہورہی تھین، اس لیے وہ چراغ پا ہوگئے،

(۵) اسلام سے پہلے اہل عرب عام طور سے علمی اور دینی اعتبار سے بالکل بے مایہ تھے، اور یہودیون مین علم بھی تھا اور مذہب بھی، اس لیے وہ قدرتی طور پر عربون کو اپنے سے کم تر،

[1] یہ آیت سورۂ مزمل کی ہے جو ابتدائی سورتون مین ہے۔

حقیر اور بے مایہ سمجھتے تھے، خود عربون کو بھی ان کی برتری کا اعتراف تھا، ان مین اسلام آیا اور انھون نے اس کی تعلیمات کو قبول کیا، تو ان کی دینی اور علمی بے مایگی دور ہونے لگی، اور ان کا احساس برتری خود بخود بیدار ہونے لگا، قاعدہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی شرف و فضل کی حامل ہوتی ہے، تو طبعاً کسی دوسری قوم کو اس کا شریک بننا پسند نہین کرتی، چاہے اس شرف و عزت کی خصوصیات کا کوئی ادنی شائبہ بھی اس مین باقی نہ رہ گیا ہو، اس بنا پر یہود اپنے فضل و شرف مین عربون کو شریک اور اپنے اوصاف و خصوصیات ان کی طرف منتقل ہوتے ہوئے کیسے دیکھ سکتے تھے،

(۶) ظہور اسلام سے پہلے عربون مین آپس مین نہ کوئی وحدت تھی، نہ اخوت، بلکہ ہر طرف اختلاف، انتشار، اور ظلم و ستم کا دور دورہ تھا، وہ بے شمار قبیلون اور خاندانون مین بٹے ہوئے تھے، جب اسلام آیا تو اس نے ان چیزون کو مٹایا، اس نے اختلاف کو اتحاد سے، انتشار کو وحدت سے بدلا، ظلم و ستم کے بجائے اخوت و مساوات کی تعلیم دی، جس کی وجہ سے عربون مین اخوت و مساوات اور اتحاد و اتفاق کی نئی روح دوڑنے لگی، پھر مدینہ پہنچکر آپ نے اس کا عملی نمونہ یہ پیش کیا کہ انصار کے ان قبائل کو جو برسون سے آپس مین لڑتے آرہے تھے، ان کو شیر و شکر کر دیا، پھر اس سے بھی بڑھکر مہاجرین اور انصار مین آپ نے مواخات یعنی بھائی چارہ کرا دیا، انصار کے قبائل، خصوصیت سے اہل مکہ اور اہل مدینہ مین صدیون سے اختلاف چلا آرہا تھا، اور یہود اس سے برابر فائدہ اٹھاتے رہتے تھے، اس لیے ان کو متحد و متفق ہوتے اور گلے ملتے یہ کیسے دیکھ سکتے تھے۔

پھر اسی اخوت و مساوات کی فضا سے عربون ہی کو فائدہ نہین پہنچا، بلکہ خود یہود مدینہ مین ضعیف اور کمزور طبقہ تھا، اس کے دلون مین بھی نئے حوصلے اور انقلابی عزائم کروٹ لینے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہین کہ یہود مدینہ دو طبقون مین بٹ گئے تھے،

ایک غالب اور مضبوط تھا، دوسرا مغلوب اور مقہور، غالب طبقہ ان غریب یہودیوں پر ہمیشہ ظلم و ستم کرتا رہتا تھا، حتی کہ اگر غالب گروہ کا کوئی آدمی مغلوب گروہ کے ہاتھوں مارا جاتا، توان کو سو وسق دیت دینی پڑتی، اور اگر اس کے برعکس ہوتا تو وہ ان کو صرف پچاس وسق دیت دیتے، یہ ظلم و ستم کا بازار اسی طرح گرم تھا کہ آپ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے، آپ کی آمد کے بعد ایک بار اسی طرح کا ایک معاملہ پیش آیا، تو مغلوب گروہ نے دیت دینے سے انکار کیا، اور غالب گروہ کے پاس کہلا بھیجا کہ

انا انما اعطیناکم ھذا ضیماً منکم لنا و فرقا منکم فاما اذ اقدم محمد فلا نعطیکم ذالک

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۶)

ہم ابتک زیادہ دیت صرف تمھارے ظلم اور خوف کیوجہ سے دیتے رہے ہیں، اب جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کے بعد ظلم و زیادتی کا خوف نہیں ہے، تو ہم زیادہ دیت نہیں دے سکتے۔

ظاہر ہے کہ یہ چیزیں یہود کے لیے کسقدر رسوہان روح ہوئی ہوں گی،

(۷) یہود کی مخالفت کے اسباب میں ایک سبب تحویل قبلہ بھی ہے، جبتک مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا، عام عربوں اور مسلمانوں میں اس کی وجہ سے ان کی ایک عظمت باقی تھی، مگر جب تحویل قبلہ ہوا تو ان کی اس عظمت کو ایک اور دھکا لگا، ان کی مخالفت پہلے ہی سے کیا کچھ کم تھی، اب اس میں اور اضافہ ہو گیا، پہلے وہ یہ کہکر لوگوں کے سامنے اسلام کی اہمیت کم کرتے تھے، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمارے ہی قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں، اب وہ یہ کہکر مخالفت کرنے لگے کہ یہ نبی عجیب دین لیکر آئے ہیں کہ جن کا قبلہ بھی بدلتا رہتا ہے، اور پھر یہ کہتے کہ جو لوگ اس سے پہلے والے قبلہ کی طرف رخ کرکے عبادت کر چکے ہیں، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ان کی تمام عبادتیں اکارت گئیں، چنانچہ ان کے اس کہنے سننے کا اثر مسلمانوں پر بھی پڑا، اس لیے قرآن نے ان کے

تمام اعتراضات کا جواب دیا، سورہ بقرہ رکوع ۱۷ و ۱۸ میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے،

اس تحویل قبلہ کا اثر ان پر اسقدر پڑا کہ جو اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے، مثلاً کعب بن اشرف، رفاعہ بن قیس اور قردم بن عمر وغیرہ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیا بات ہے کہ تم نے قبلہ تبدیل کر دیا، اگر پہلے قبلہ کی طرف پھر لوٹ جاؤ تو ہم تمہاری تصدیق اور اتباع کریں گے،[1]

ظاہر ہے کہ یہ بات انھوں نے کسی اخلاص کی بنا پر نہیں کہی تھی، نہ یہ منشا تھا کہ وہ دین اسلام کو قبول ہی کرلیں گے، بلکہ اس تحویل قبلہ سے ان کے وقار اور ان کی دینی عظمت کو جو دھکا لگا تھا چاہتے تھے کہ اس طرح اس کو سنبھال لیں اور پھر ان کو یہ بھی خیال تھا کہ اگر وہ دوبارہ بیت المقدس کو قبلہ بنانے میں کامیاب ہو جائینگے تو عام عربوں اور کمزور مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کا ان کو موقع مل جائے گا،

(۸) ان موانع کے باوجود جو نیک فطرت اور حق پسند افراد تھے، وہ اسلام کی حقانیت کے قائل بلکہ اس کے قبول کر لینے کی طرف بھی مائل تھے، مگر چونکہ عام یہود آبادی اس کی مخالف تھی، اس لیے وہ ان کے خوف سے قدم آگے نہیں بڑھا سکے، اس سلسلہ میں احادیث و سیر میں متعدد واقعات ملتے ہیں،

مسند طیالسی اور نسائی میں ہے کہ کچھ یہود آپ کے پاس آئے، اور انھوں نے آپ سے تسع بینات[2] کے متعلق سوال کیا، ارشاد ہوا کہ شرک نہ کرو، آپس میں قتل و خونریزی نہ کرو، چوری اور زنا سے پرہیز کرو، جادوگری اور سود خواری سے باز آؤ، پاکباز عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ، بزدلی

---

[1] طبری میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے [2] قرآن میں ہے کہ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ" اس روایت میں اسی طرف اشارہ ہے، تسع آیات کیا ہیں اس میں اختلاف ہے،

نہ دکھاؤ کسی کمزور و بے قصور کو ناحق کوئی الزام رکھکر قتل کرنے یا اس کے مال کے لینے کی کوشش نہ کرو۔

آپ جب یہ سب کچھ ارشاد فرما چکے تو انھون نے آپکے ہاتھون اور پیرون کا بوسہ دیا، اور پکار اٹھے

نَشْهَدُ انكَ نبي — ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ بے شک نبی ہین،

آپ نے فرمایا جب تمھین میری نبوت تسلیم ہے تو میرا اتباع کرنے مین کیا چیز مانع ہے، انھون نے کہا،

اِنا نخشی تبعناك ان یقتلنا اليهود (مسند طیالسی ص ۱۶۰ جزء ۵ و نسائی) — ہم کو ڈر ہے کہ اگر ہم نے آپکا اتباع کیا تو ہمین یہودی مار ڈالین گے،

اسی طرح کعب بن اشرف جو بڑا مالدار یہودی تھا، اس کے متعلق زرقانی مین ہے کہ اسکے یہان سے تمام یہودی علما و احبار کو وظیفے ملتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد جب وہ ایک بار اس کے پاس اپنے وظائف لینے آئے تو اس نے کہا کہ اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مین تمھاری کیا رائے ہے، انھون نے کہا کہ

هُوالذی کنا ننتظر — یہ وہی ہین جن کا ہم انتظار کر رہے تھے،

چونکہ یہ جواب اس کی توقع کے خلاف تھا، اس لیے یہ کہہ کر کہ میرے مال مین اور بہت سے لوگون کے حقوق ہین، وظیفہ دینے سے انکار کر دیا، علما و احبار اس کے یہان سے لوٹے تو ان کو اپنے اظہار حق پر بڑا رنج ہوا۔ دوبارہ واپس آئے اور کعب سے عرض کیا کہ ہم نے عجلت مین جواب دیدیا تھا، بعد مین جب ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہم نے جواب مین غلطی کی، یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وہ مُنتظَر نبی نہین ہین، اس کے بعد کعب نے ان کے وظائف جاری کر دیے اور یہ اعلان کر دیا کہ

لکل من تابعهم من الاحبار شیئا! — جو علمائے یہود (آپ کی نبوت کی تکذیب مین) ان احبار کا

ؒ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ تمام عیوب ان مین موجود تھے،

من مالہ (ج ۲ ص ۹-۱۰)   اتباع کرین انکو بھی کچھ نہ کچھ وظیفہ ملے گا۔

اوپر جو اسباب و موانع بیان کیے گئے ہین ان سے یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہود کی مخالفت اور اسلام دشمنی کسی حقانیت یا کسی ٹھوس بنیاد پر نہین تھی بلکہ اس مین صرف ان کی نفسانیت، خود غرضی اور دنیاوی مصلحتین کام کر رہی تھین، اور اس کو چھپانے کے لیے وہ مذہب کی آڑ لے رہے تھے،

یہود سے معاہدہ

اوپر ان سے اور مسلمانون کے تعلقات کے سلسلہ مین ہم معاہدہ کا ذکر کر رہے تھے کہ ضمناً ان اسباب و موانع کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوا جن کی وجہ سے یہود اسلام کی طرف بڑھنے کے بجائے اس سے دور ہوتے جا رہے تھے، اب پھر اس سلسلۂ بحث کو ہم شروع کرتے ہین، معاہدہ انصار اور یہود دونون سے ہوا تھا، جو حصہ یہود سے متعلق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہین کیا جائیگا،

(۲) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

(۳) یہود یا مسلمانون کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کریگا،

(۴) قریش اور ان کے حلیف قبائل کو کوئی امان نہ دے گا۔

(۵) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کریگا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی،

(۶) مدینہ پر کوئی حملہ کریگا تو دونون فریق ملکر مقابلہ کرین گے۔

(۷) خونبہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آرہا تھا، وہ بدستور قائم رہے گا،

(۸) یہود اور انصار مین اگر کوئی اختلاف ہوگا تو اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

یہ آخری دفعہ انصار اور یہود دونون کے معاہدات مین موجود ہے، یہ معاہدہ ۴۷ دفعات پر مشتمل ہے جن مین تقریباً بائیس دفعات یہود سے متعلق ہین جس کا خلاصہ یہان بیان کردیا گیا ہی یہود کے معاہدہ مین یہ بات بھی کئی بار دہرائی گئی ہے کہ جو کوئی شخص یا قبیلہ عہد شکنی یا ظلم کرے گا، اس کو اس کا وبال اٹھانا پڑے گا۔

اس معاہدہ کے سلسلہ مین دو باتین قابل غور ہین، ایک یہ کہ یہ کس سنہ مین ہوا، اور دوسری یہ کہ اس مین یہود کے مشہور قبائل مثلاً بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع کا ذکر کیون نہین ہے؟

تمام ارباب سیر معاہدہ کا ذکر ہجرت کے پہلے سال کے سلسلۂ واقعات مین کرتے ہین، لیکن ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنی کتاب "عہد نبوی مین نظام حکمرانی" کے صفحہ ۸۵ - ۸۶ مین یہود کے معاہدہ کے بارے مین لکھا ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے بعد یعنی ۲ھ مین مرتب ہوا، اس پر انھون نے علمی طور پر کچھ دلائل بھی دیئے ہین، مگر عاجز کو ڈاکٹر صاحب موصوف کی رائے سے اختلاف ہی، اور اس کے لئے اس کے پاس دلائل بھی ہین، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہین ہے، اس سلسلہ مین صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ معاہدہ کا انعقاد اگر غزوۂ بدر کے بعد تسلیم کیا جائے تو پھر بنو قینقاع کے زمانۂ اخراج کو کچھ آگے بڑھانا پڑے گا، اس لیے کہ ۲ سنہ کے رمضان مین غزوۂ بدر پیش آتا ہے اور شوال کے مہینہ مین بنو قینقاع کا اخراج عمل مین آتا ہے، ظاہر ہے کہ ان سے معاہدہ کرنے اور ان کے اخراج مین اتنا کم فصل کسی طرح قرین قیاس نہین ہو سکتا،

اس معاہدہ مین یہود کے کسی مشہور قبیلہ کا ذکر نہین ہے، بلکہ زیادہ تر ان ذیلی قبائل کا ذکر ہے جو حلیف الیہود یہ تھے اس لیے خیال ہوتا ہے کہ یا تو ان سے اس سے الگ کوئی دوسرا معاہدہ ہوا، یا پھر ان قبائل مین سے ہر ایک سے علٰحدہ علٰحدہ معاہدہ ہوا۔

یہ بات اسلئے اور بھی قرین قیاس ہے کہ اس معاہدہ مین دس یہودی قبائل کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا ہر قبیلہ اپنی ایک علیحدہ وحدت اور جداگانہ حیثیت کے ساتھ اس میں شریک ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ جب ان میں سے کسی قبیلہ نے مسلمانون سے جنگ کی تو دوسرے خاموش رہے، بلکہ بعض مواقع پر تو انھون نے اپنے ہم مذہبون کے علی الرغم مسلمانون کی مدد بھی کی، اگر یہ تمام یہودی قبائل کا یہ متحدہ معاہدہ ہوتا تو کسی ایک سے جنگ چھڑ جانے پر دوسرے خاموش نہ رہتے،

یہود مدینہ کا نقض معاہدہ جنگ اور ان کا خاتمہ

ابتک ان کی جو روش تھی، اس سے مسلمانون کو ہر وقت یہ خطرہ لاحق تھا کہ معلوم نہین کس وقت وہ نقض عہد کرکے ان پر حملہ کردین، اسی خطرہ کی وجہ سے جب تک یہود مدینہ مین رہے، آپ جب کسی غزوہ مین مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو مدینہ کی حفاظت کا پورا انتظام فرما جاتے، یہی نہین، بلکہ آہستہ آہستہ وہ معاہدہ کی ان رعایتون کو بھی ختم کرتے جارہے تھے، جنکا مرعی رکھنا ان کے لیے ضروری تھا، غزوہ بدر مین معاہدہ کی روسے ان کو مسلمانون کی مدد کرنی چاہیے تھی، مگر انھون نے کوئی مدد نہین کی پھر بھی ان کو اس پر نہ کوئی شرمندگی ہوئی، اور نہ ان کے طرز عمل مین کوئی فرق آیا بلکہ بنو قینقاع نے تو غزوۂ بدر کے فوراً بعد ہی نقض[۱] معاہدہ کا اعلان کردیا، اور اس کا مظاہرہ بھی شروع کردیا یعنی یہ کہ ایک مسلمان عورت کی کھلے بازار انھون نے بے حرمتی کی لیکن آپ نے نقض معاہدہ اور اس واقعہ کے بعد بھی ان کے خلاف جارحانہ اقدام نہین کیا، بلکہ اتمام حجت کے طور پر ان کو جمع کرکے سمجھانے کی کوشش کی، اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی لیکن وہ کسی طرح نہ مانے اور انکار وجحود پر قائم رہے، تو آخر مین آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو، کہین ایسا

---

[۱] غزوۂ بدر کے بعد فوراً نقض معاہدہ کی وجہ بجز اس کے کچھ سمجھ مین نہین آئی کہ انھون نے سمجھا کہ مسلمان اس وقت کمزور ہین، اگر ان پر حملہ کردیا جائے تو بآسانی ختم ہوسکتے مین [۲] واقدی ص ۱۸۰،

نہ ہو کہ قریش کی طرح عذاب الٰہی تم کو بھی پالے، انھون نے کہا، ہم قریش نہیں ہین، ہم سے جنگ ہو گی تو معلوم ہو گا، چونکہ اس افہام و تفہیم کے بعد اب مزید مہلت کا موقع باقی نہیں رہ گیا تھا، اس لیے مسلمانون نے ان کے مکانون کا محاصرہ کر لیا، آخر کار انھون نے مدینہ چھوڑ دینے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا، اور وہان سے وادی القری، پھر کچھ دنون کے بعد شام چلے گئے،[1]

اس قبیلہ کے بعض افراد کا اس کے بعد بھی مدینہ مین پتہ چلتا ہے، ممکن ہے جن لوگون نے معافی مانگ لی ہو، ان کو رہنے کی اجازت مل گئی ہو۔

بنو قینقاع کے اخراج کے بعد بھی یہود کے دوسرے قبائل کو، کوئی عبرت حاصل نہین ہوئی، اور نہ انھون نے اپنی روش مین کوئی تبدیلی پیدا کی، بلکہ اب پہلے سے بھی زیادہ انھون نے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیان شروع کر دین، خفیہ سازباز کی، قریش کو درپردہ مدد دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی، غرض معاہدہ کی ایک ایک دفعہ کو انھون نے عملاً توڑ ڈالا، تو ان کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا گیا، اور ان کو اس کی سزا بھگتنی پڑی، اس لیے کہ معاہدہ مین بار بار یہ بات دہرائی گئی تھی کہ جو ظلم یا نقض معاہدہ کریگا اس کو اس کا وبال اٹھانا پڑیگا، یعنی سنہ ۴ھ مین بنو نضیر کا مدینہ سے اخراج ہوا، اور سنہ ۵ھ مین بنو قریظہ کا استیصال کیا گیا،

ہم نے یہان قصداً بہت اختصار سے کام لیا ہے، اس لیے کہ اس مختصر مقدمہ مین ان واقعات کی پوری تفصیل کی گنجایش نہین ہے، حالانکہ اس سلسلہ مین عاجز نے مطالعہ مین بعض ایسی چیزین بھی آئی ہین جو سیرت کی متداول کتابون مین نہین ملتین، مگر یہان ان کے تذکرہ کا بھی موقع نہین ہے،

[1] واقدی ص ۳۶۳

سنہ ۴ھ میں بنو نضیر کے اخراج کے بعد مدینہ کی داخلی فضا بڑی حد تک پرسکون ہوگئی، مگر مدینہ کے باہر کی فضا مسلمانوں کے حق میں پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوگئی، یہود مدینہ سے نکلے تو بنو قینقاع تو وادی القری ہوتے ہوئے شام چلے گئے، مگر بنو نضیر خیبر میں قیام پذیر ہوگئے، خیبر مدینہ کے بعد یہود کا دوسرا بڑا مرکز تھا، یہاں پہنچکر وہ خاموش نہیں بیٹھے بلکہ اپنی ریشہ دوانیاں برابر جاری رکھیں، انھوں نے خیبر کے یہود اور آس پاس کے تمام عرب قبائل کو مدینہ پر حملہ کے لیے تیار کیا، ان کا ایک وفد قریش کے پاس بھی گیا، اس وفد کا سرگروہ حی بن اخطب تھا، اس سے اور قریش سے جو گفتگو ہوئی اسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں، تاکہ ان کی ریشہ دوانیوں کا پورا اندازہ ہو جائے،

قریش : بنو نضیر کے لوگ کہاں ہیں، اور کیا کر رہے ہیں؟

حی بن اخطب : ترکتھم بین خیبر و المدینۃ یترددون حتی تاتوھم فتسیروا معھم الی محمد واصحابہ [۱]

میں نے انکو خیبر اور مدینہ کے درمیان چھوڑ دیا ہے، وہ گشت کر رہے ہیں اور تمھاری آمد کا انتظار کر رہے ہیں تم انکو محمد اور انکے اصحاب پر حملہ میں اپنے ساتھ پاؤ گے۔

قریش : بنی قریظہ کا کیا حال ہے،

حی بن اخطب : اقاموا بالمدینۃ مکرا لمحمد حتی تاتوھم فیمیلوا معکم [۱]

بنو قریظہ مدینہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکا دینے کی غرض سے مقیم ہیں، جب تم مدینہ پہنچو گے تو وہ تمھارے ساتھ حملہ کر دیں گے۔

اس سے دو باتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ایک یہ کہ ان کی سازش کا جال کتنی دور تک پھیلا ہوا تھا، دوسری یہ کہ بنو نضیر کے اخراج کے وقت بنو قریظہ جو خاموش تھے، تو درحقیقت اس میں ان کی ایک سیاسی چال اور سازش پوشیدہ تھی، جو غزوۂ خندق کی صورت میں ظاہر ہوئی، جس میں

[۱] مغازی واقدی ص ۳۶۲ مطبوعہ بیپٹسٹ پریس کلکتہ

حجاز کے تمام مشہور قبائل شریک تھے، لیکن نصرت خداوندی اور مسلمانون کے حسن تدبیر سے انکو زبردست شکست ہوئی،

بنو قریظہ جس مقصد سے ابتک مدینہ مین رکے ہوئے تھے، اس کا اس موقع پر انھون نے درپردہ اظہار بھی کیا، مگر ناکامیابی کے آثار دیکھکر وہ کھل کر سامنے نہین آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی درپردہ کبادیون اور فسادانگیزیون کا چونکہ علم ہوچکا تھا، اس لیے غزوۂ خندق کے فوراً بعد ہی مدینہ سے ان کا بالکل استیصال کردیا گیا،

یہود خیبر سے جنگ

غزوۂ خندق کی عبرتناک شکست اور بنو قریظہ کی شدید ناکامیابی کے بعد بھی یہود کو تنبہ نہین ہوا، اور وہ دوبارہ خیبر اور اس کے آس پاس کے قبائل مین جنگ کی آگ بھڑکانے کی فکر مین لگ گئے، اس وقت یہود خیبر کا سردار اسیر بن رزام تھا، اس نے تمام عرب قبائل مین دورہ کیا، اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ان کو ابھارا، یہود کے سامنے تقریر کی کہ ہمارے پیشرون نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ کے لیے جو تدبیرین اختیار کین، وہ غلط تھین، صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرکز حکومت پر حملہ کیا جائے، اور مین یہی طریقہ اختیار کرون گا،[1]

امام سرخسی کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ یہود خیبر اور اہل مکہ کے درمیان بھی ایک خفیہ معاہدہ ہوا تھا، ان کے الفاظ یہ ہین،

لما کان بین اهل مكة واهل خیبر	اہل مکہ اور اہل خیبر (یہود) کے درمیان یہ معاہدہ
من المواخاة علی ان رسول اللہ	تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونون
صلی اللہ علیہ وسلم اذا توجه الی	مین سے کسی فریق پر حملہ کرین تو دوسرا فریق

[1] زرقانی ج ۲ ص ۱۹۶

احد الفریقین اغار الفریق الآخر[۱] اس کی جنگی مدد کرے۔

ایک طرف یہود کے مکرو فریب کا یہ جال بچھا ہوا تھا، دوسری طرف خود اہل مکہ غزوۂ خندق کی ذلت انگیز شکست کے بعد انتقام کی تیاریاں کر رہے تھے، جس کی اطلاعین برابر بارگاہ رسالت مین پہنچتی تھین، ظاہر ہے کہ مسلمانون کیلیے بیک وقت دونون دشمنون سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، دوسرے اس وقت اہل مکہ سے کہین زیادہ اہل خیبر کی طرف سے حملہ کا خطرہ تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اہل مکہ سے حدیبیہ مین صلح کر لی تاکہ دشمن کا ایک بازو بیکار ہو جائے، امام سرخسی لکھتے ہین

فوادع اهل مكة حتى يامن جانبهم[۲]	اہل مکہ سے آپ نے معاہدۂ صلح کر لیا جس سے آپ کو غنیم کے ایک گروہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا

اور اہل خیبر کے خلاف جارحانہ اقدام کر دیا، چونکہ یہ معرکہ مختلف حیثیتون سے بہت سخت تھا، اس لیے آپ نے مدینہ مین یہ اعلان کر دیا کہ

لا یخرجن معنا الا راغب الجہاد	صرف وہی لوگ ساتھ چلین جن کی نیت جہاد کی ہو

اس کے دو مقصد تھے، ایک یہ کہ بزدل، غنیمت کے حریص اور منافقین نہ جانے پائیں، اور دوسرا یہ کہ لوگون کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اقدام ملک گیری کے لیے نہین، بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور حفاظت خود اختیاری کے لیے ہے،

مسلمان مدینہ سے خیبر کے لیے روانہ ہوئے، تو یہود کے بعض حلیف قبیلون نے راستہ مین ان سے کچھ چھیڑ چھاڑ کرنی چاہی، مگر مسلمان ان تمام موانع سے بچتے ہوئے خیبر پہنچ گئے۔

اوپر ہم لکھ چکے ہین کہ خیبر کے یہود نہایت مالدار اور جنگی حیثیت سے نہایت مضبوط تھے،

---

[۱] شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۲۰۱ [۲] مبسوط ج ۲۳ ص ۹

ان کے پاس متعدد نہایت مضبوط اور مستحکم قلعے تھے، جن مین یعقوبی کے بیان کے مطابق بیس ہزار مسلح سپاہی موجود تھے، اس سے پہلے مسلمانون کو اتنا سخت کوئی معرکہ پیش نہین آیا تھا، تقریباً تین ہفتہ تک مسلسل جنگ ہوتی رہی، مسلمانون کو بہت سخت مقابلہ کرنا پڑا، یہود قلعہ بند ہوکر لڑ رہے تھے، پھر ان کے پاس منجنیقین تھین، جنھین وہ اس موقع پر استعمال کر رہے تھے، لیکن آخر کار یہود کے یہ تمام قلعے جن پر ان کو ناز تھا، یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے، اور ان کو شکست فاش اٹھانی پڑی،

خیبر کے یہود کی گذشتہ ریشہ دوانیان تو ایسی تھین کہ وہ کسی رعایت اور مروت کے مستحق نہین تھے، مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان کے ساتھ کوئی سختی نہین کی بلکہ ان کے ساتھ بہت خیر خواہانہ اور فیاضانہ سلوک کیا، ان کے قلعے، مکانات، باغات سب واپس کر دیے، ان کی زمینین ان کے پاس رہنے دین، اور طے کیا کہ ان مین جو پیداوار ہوگی اس کا نصف حصہ وہ برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے رہین گے،

اس ضمن مین دو ایک واقعے قابل ذکر ہین، اثنائے جنگ مین یہودیون کا ایک چرواہا جس کے ساتھ جانورون کا ریوڑ بھی تھا، آکر مسلمان ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جاؤ، جانورون کو ان کے مالک کے پاس پہنچا آؤ،

دوران جنگ مین تورات کے کچھ نسخے مسلمانون کے ہاتھ آ گئے تھے، وہ ان کو واپس کر دیے گئے،[1]

یہانتک رعایت کی گئی کہ خیبر مین کوئی مسلمان امیر تک نہین مقرر کیا گیا، بلکہ مسلمان تحصیلدار سال بسال وہان جاتے تھے اور غلہ وصول کرتے تھے، وہ غلہ کی وصولی مین اسقدر عدل و انصاف

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی ص ۱۸۳

برتتے تھے کہ غلہ کو دو حصون مین برابر تقسیم کر دیتے تھے، اور یہودیون سے کہتے کہ ان مین سے جو چاہو لے لو، یہ دیکھ کر یہود کہتے تھے کہ اسی عدل و انصاف کی وجہ سے یہ زمین و آسمان قائم ہین،[1]

اس موقع پر ایک طویل بحث یہود کے خیبر چھوڑنے کی بھی ہے، مگر ہم اس کو بخوف طوالت نظرانداز کرتے ہین،

حجاز کے دوسرے حصون کے یہود جنگ خیبر کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے، جو ان کے ہم مذہبون کی شکست کی صورت مین برآمد ہوا۔ ان کی شکست اور سقوط خیبر کے بعد ہمیشہ کیلیے حجاز سے یہود کا سیاسی اور جنگی زور ختم ہو گیا، امام سرخسی لکھتے ہین،

ان الیھود بالحجاز کانوا ینظرون مایئول الیہ حال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اھل خیبر فقد کانوا اعز الیھود بالحجاز فلما صاروا مقھورین ذلت سائر الیھود وانقادوا	حجاز کے تمام یہود اہل خیبر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو جنگ تھی، اس کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے، اسلیے کہ خیبر کے یہود حجاز کے یہودیون مین سب سے زیادہ غالب، معزز اور صاحب اثر تھے، جب وہ مغلوب ہو گئے تو سارے یہودی منقاد و مطیع ہو گئے،

چنانچہ اس کے بعد ہی فدک، تیما، وادی القریٰ اور بنو عذرہ کے یہودیون نے یکے بعد دیگرے اطاعت قبول کر کے صلح کر لی،

حجاز سے باہر مقنا، جربا، اذرح وغیرہ مین جو یہود تھے، ان مین سے بیشتر نے ۸ھ اور ۹ھ کے درمیان اطاعت قبول کی، غرض یہ ہے کہ خیبر کی شکست کے بعد یہود کی قوت و عزت کا خاتمہ ہو گیا، اور پھر ان کے اور مسلمانون کے درمیان کوئی جنگ نہین ہوئی،

ابھی یہود بعد از اسلام کی تاریخ کے بہت سے گوشے، مثلاً اسلامی علوم و فنون کی

[1] مبسوط سرخسی ج ۲۳ ص ۲،

ترقی و خدمت مین انھون نے کیا حصہ لیا، اس کے کیا مفید و مضر اثرات مترتب ہوے، مسلمانون کے تمدن و معاشرت پر انھون نے کیا اثر ڈالا، اور اسلامی تمدن و معاشرت کے انھون نے کیا اثرات قبول کیے، وغیرہ تشنۂ تفصیل ہین، لیکن ہم کو ناظرین کتاب کی واماندگی نظر کا احساس ہے، اس لیے اس موضوع کو کسی اور فرصت کے لیے اٹھا رکھتے ہین، اور نصاریٰ کی تاریخ کی طرف توجہ کرتے ہین، جو اس مقدمہ کا دوسرا اہم حصہ ہے،

نصاریٰ

اوپر ہم لکھ چکے ہین کہ عربون سے دوسری قومون کے تعلقات کے جو تین بڑے ذریعے تھے ان مین ایک عیسائیت بھی تھی، جزیرہ عرب مین اس کی ابتدا کب اور کس طرح ہوئی، اسکو سب سے پہلے عرب کے کن قبائل نے قبول کیا، صحیح طور سے ان کی نشاندہی مشکل ہے، تاہم عرب کے نصاریٰ[1] کی تاریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہود کے برخلاف جزیرہ مین ان کی آمد اور عیسائیت کی ترویج و ترقی کے اسباب زیادہ تر سیاسی اور کسی حد تک تبلیغی اور تجارتی تھے، یہود یا تو یہان ہجرت کرکے آئے تھے، یا تجارت کی غرض سے آئے، اور پھر یہان آکر آباد ہوگئے، جس کی وجہ سے یہودیت کو فروغ ہوا، اس کے برعکس یہان عیسائیت کی ابتدا اور اس کی اشاعت زیادہ تر حکومت کے سایہ مین ہوئی، تجارتی آمد و رفت سے بھی کسی قدر اس مین مدد ملی، اور عیسائی مشنریون اور پادریون نے بھی اس کی اشاعت مین حصہ لیا، مگر یہ سب حکومت کے کارندے تھے، تاریخ سے یہ بالکل پتہ نہین چلتا کہ خود عیسائیون کا کوئی طبقہ یا قبیلہ کہین باہر سے ہجرت کرکے جزیرہ مین آیا ہو اور یہان بس گیا ہو، اس لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ عرب مین جو عیسائی تھے وہ سب خالص عربی النسل تھے، عرب کے پڑوس مین روم و حبشہ دو عیسائی حکومتین قائم تھین، جن کے اثر سے

[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والون کو عیسائی اور نصرانی دونون کہتے ہین، نصاریٰ اسی نصرانی کی جمع ہے، جب حضرت عیسیٰؑ کے نام کیطرف انکی نسبت ہوتی ہے، تو عیسائی کہے جاتے ہین، اور جب آپکے وطن ناصرہ کیطرف نسبت ہوتی ہے تو نصرانی کہلاتے ہین،

یہان عیسائیت کو فروغ ہوا، اس یے پہلے ان کے اور عربون کے تعلقات پر ایک سرسری نظر ڈال لینی چاہیئے،

رومیون اور عربون کے قدیم تعلقات

قدیم زمانہ سے عربون کی تجارت تقریباً تمام قریب و بعید ملکون مین تھی، چین ہندوستان، افریقہ اور یورپ تک عرب اپنا مال تجارت لیجاتے تھے، خصوصیت سے ایشیاے کوچک اور رومیون کے تعلقات کا ذریعہ تو عرب تاجر ہی تھے، لیبان[1] نے لکھا ہے کہ ۵ صدی قبل مسیح سے پہلے سے رومیون اور عربون کے تعلقات کا پتہ چلتا ہے، مگر رومی و یونانی مورخین اس سے بہت کم واقف تھے، یہی وجہ ہے کہ مسالے، عطریات، ملبوسات اور جواہرات وغیرہ کی قسم کی چیزین جو ہندوستان و چین سے آتی تھین، اور عربون کے ذریعہ دوسرے ممالک کو جاتی تھین، وہ عرب ہی کی پیداوار اور حاصلات سمجھتے تھے، اسی لالچ مین رومیون نے کئی بار جزیرہ عرب کو فتح کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہین ہوئے،[2]

عربون اور رومیون کے یہ تعلقات اس وقت تھے، جب رومی صرف رومی تھے، عیسائی نہین ہوئے تھے، لیکن ان کے عیسائی ہوجانے کے بعد ان مین اور عربون مین جو تعلقات پیدا ہوئے اس کی تفصیل یہ ہے،

رومی عیسائیون سے تعلقات

قدیم زمانہ مین یمن کے متعدد عربی قبیلے، ترک وطن کرکے دمشق و کوفہ مین آباد ہو گئے تھے، سنہ عیسوی کی ابتدائی صدیون مین ان قبائل نے یہان اپنی متعدد نوآبادیان اور قبائلی ریاستین قائم کرلی تھین، ایک طرف اگر ایرانی سرحد کے قریب حیرہ (کوفہ) مین ان کی ایک ریاست تھی تو دوسری طرف دمشق مین رومی اور عربی سرحد پر قبیلہ سلیح جنکو

[1] تمدن عرب ص ۸۵ [2] ایضاً ص ۳۰

ضجاعمہ اور ضجاعم بھی کہتے ہیں، ان کی نو آبادی قائم تھی، ان کے علاوہ سرحدی علاقہ مین اور بھی متعدد قبائل آباد تھے،

عربون کو ایرانیون اور رومیون دونون سے نفرت تھی، اور پھر وہ معاشی حیثیت سے بھی مطمئن نہین تھے، اس لیے اپنے ملحقہ رومی اور ایرانی علاقون مین برابر لوٹ مار کرتے رہتے تھے، رومیون اور ایرانیون مین صدیون سے سیاسی چشمک تھی، اس لیے دونون کچھ تو اپنے سیاسی مصالح اور دوسرے عربون کی آئے دن کی غارتگری اور لوٹ مار کی وجہ سے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے رہے، جس مین دونون کو کامیابی ہوئی، ایک طرف اگر ایرانیون نے آہستہ آہستہ حیرہ کے عربون کو اپنا ہمنوا بنا لیا[1] تو دوسری طرف رومی دمشق کے عربی قبائل کی حمایت حاصل کرنے مین کامیاب ہوگئے[2]، اور وہان اپنی ایک باجگذار ریاست بنالی، دمشق مین پہلے قبیلہ ضجعم کی جو یہان کا سب سے طاقتور قبیلہ تھا، باجگذار حکومت قائم ہوئی۔ سد مارب کے ٹوٹنے کے بعد قبیلہ غسان جب یمن سے ہجرت کرکے دمشق آیا تو ضجعمیون نے رومی سلطنت کی طرف سے ان پر فی کس ڈیڑھ دینار سالانہ ٹیکس مقرر کیا، پہلے تو اس کے ادا کرنے مین انھون نے پس و پیش کیا، مگر پھر راضی ہوگئے، اور کچھ دنون تک ٹیکس دیتے رہے، پھر اس کے دینے سے انکار کردیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونون مین جنگ ہوئی جس مین ضجعمیون کو شکست ہوئی اور غسانیون نے یہان اپنی حکومت قائم کرلی جس کا سردار اور حکمران ثعلبہ تھا،

غسانی چونکہ رومیون کے ٹیکس سے عاجز آکر لڑائی پر اتر آئے تھے، اسلیے غالبًا رومی حکومت کو خطرہ پیدا ہوا ہوگا کہ کہیں یہ ایرانیون سے نہ مل جائین، اس لیے انھون نے غسانی سردار ثعلبہ

---

[1] تمدن عرب ص ۵۸ [2] خطط الشام ص ۳ ج ۱

کے پاس پیام بھیجا کہ "تم بڑے بہادر لوگ ہو، تم نے عرب کے سب سے طاقتور قبیلہ کو شکست دیدی، اس لیے ضجعمیون کی جگہ تمھین حاکم مقرر کیا جاتا ہے، تم پر کوئی حملہ آور ہوگا تو رومی حکومت چالیس ہزار فوج سے تمھاری مدد کرے گی، اور اگر ہم پر کوئی حملہ آور ہوا تو تم لوگ بیس ہزار مسلح فوج سے ہماری مدد کروگے، اسی کے ساتھ ہمارے اور ایرانیون کے باہمی معاملات مین تمھین کوئی دخل نہ ہوگا، چنانچہ طرفین مین یہ معاہدہ ہوگیا، اور غسانیون کی حکومت یہان قائم ہوگئی[1]،

غسانی حکومت کس صدی مین قائم ہوئی؟ مختلف فیہ ہے، عام مورخین اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مرتبین کے بیان کے مطابق یہ چھٹی صدی عیسوی کی ابتدا کا واقعہ ہے، مگر حبیب کتاب المحبر کا بیان ہے کہ غسانی حکومت کی ابتدا تیسری صدی کے ابتدائی سالون مین ہوئی، محمد بن حبیب نے لکھا ہے کہ غسانیون سے جب رومی شہنشاہ نے معاہدہ کیا تھا اس کا نام دی قیوس (Decius) تھا، جس کی وفات ۲۵۱ء مین ہوئی[2]، اس سے ظاہر ہے کہ غسانیون کی آمد اس سے پہلے ہوئی ہوگی، غرض غسانیون نے ہمیشہ عربی حمیت و وفاداری کی لاج رکھی، اور سخت سے سخت وقت مین بھی رومیون کا ساتھ نہین چھوڑا اور ان کے دمساز رہے، یہانتک کہ ان کے اثر سے خود بھی عیسائی ہوگئے[3]۔

عربون کی یہی سرحدی ریاست جزیرۂ عرب مین عیسائیت کی سوغات لائی، اور پورے جزیرہ مین اس کو لیجا کر تقسیم کیا، اس کے بعد رومیون کے اثرات بتدریج بڑھتے گئے،

[1] کتاب المحبر ص ۱۰۳، حیرہ کی تاریخ جتنی اجاگر ہے، اتنی ہی غسانیون کی تاریخ الجھی ہوئی ہے، یہ بیان ہم نے ڈاکٹر حمید اللہ کے اتباع مین کتاب المحبر سے لیا ہے، جو بہت واضح ہے، اور جس سے غسانیون کی تاریخ پر پوری روشنی پڑتی ہے [2] ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ محمد بن حبیب کے اس بیان کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اب تک یہ خیال تھا کہ ۵۱۸ء کا واقعہ ہے، سیاسی زندگی ص ۲۵۶ [3] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام بحوالہ سیاسی زندگی،

یعنی ان کی اسی حکمبرداری کے سایہ مین ان کا تمدن، ان کا علم اور مذہب بھی آیا جس سے عربون کے دل و دماغ اثر پذیر ہونے لگے، چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ مین سرحدی عربون کی متعدد چھوٹی چھوٹی قبائلی ریاستین پورے طور پر رومیون کے سیاسی اثر کے ماتحت آگیئن، اور متعدد قبائل نے عیسائیت قبول کرلی، ان کے یہ تمدنی اور علمی اور مذہبی اثرات صرف سرحدی مقامات و قبائل ہی تک محدود نہین رہے، بلکہ انھون نے اس کو شمالی حجاز کے مرکزی شہرون مکہ، یثرب اور وادی القریٰ تک پھیلانے کی کوشش کی،

کعبہ کی وجہ سے مکہ کو مذہبی تقدس حاصل تھا، اور اس کی تولیت پورے عرب کی سیادت کے ہم معنی تھی، اس لیے ہر زمانہ مین ہر طاقتور قبیلہ نے اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، پہلے جرہم اس پر قابض تھے، اس کے بعد خزاعہ قابض ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا کے دادا قصی نے خزاعی سردار حلیل جو اس وقت کعبہ کا متولی تھا، اس کی لڑکی سے شادی کرلی قصی نہایت ہوشمند اور صاحب صلاحیت تھے، اس لیے حلیل جب مرنے لگا، تو کعبہ کی تولیت کے لیے ان کو وصیت کر گیا لیکن بنو خزاعہ نے اس کے مرنے کے بعد قصی کو متولی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور جنگ تک نوبت پہنچ گئی، اور قصی کامیاب ہوگئے، ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ

واعانہ قیصر علیھا (لھا) قیصر روم نے اس اقتدار کے حصول مین قصی کو مدد دی،

بعثت نبوی سے دو سو برس پہلے یثرب مین ایک مرتبہ یہودیون اور اوس و خزرج مین جنگ ہوئی تو غسانی عیسائیون نے ان قبیلون کی مدد کی تھی[1]، ظاہر ہے کہ رومیون اور غسانیون کی قصی اور اوس و خزرج کے ساتھ یہ ہمدردی اور امداد و اعانت یونہی نہین تھی، بلکہ

---

[1] ابو الفداء ص ۹۸، وفاء الوفا،

اس مین ان کی ایک سیاسی غرض بھی پوشیدہ تھی یعنی وہ چاہتے تھے کہ سرحدی مقامات کی طرح جزیرہ کے اندرونی مقامات خصوصیت سے حجاز مین بھی ان کا کچھ نہ کچھ عمل دخل ہو جائے اور وہ اس مین کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے، تفصیل آگے آتی ہے،

اہل حبشہ اور عربون کے تعلقات	سرحدی مقامات اور شمالی حجاز مین عیسائی اثرات رومی حکومت

یا اس کے زیر اثر سرحدی ریاستون کے ذریعہ پھیلے، مگر جزیرہ کے جنوبی حصہ یعنی یمن اور اس سے ملحقہ علاقون مین عیسائیت کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ حبشہ کی عیسائی حکومت تھی، اسلیے اسکے اور عربون کے قدیم تعلقات پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے،

بعض مستشرقین حبشہ (ابی سینیا) کے صوبہ اھرہ کا تعلق یمن کے قدیم قبیلہ حہرہ سے ثابت کیا ہے،[۱] ابن خلدون نے حہرہ کے متعلق تو نہین، مگر اس سلسلہ کی دوسری شاخون کے بارے مین لکھا ہے کہ یہ مصر و حبشہ تک پھیل گئے تھے،[۲] ممکن ہے اسی تعلق کی بنا پر مستشرقین نے یہ رائے قائم کرلی ہو،

اگر ابن خلدون اور مستشرقین کے بیان کو تسلیم کرلیا جائے تو تیسری صدی عیسوی سے پہلے عربون اور اہل حبشہ مین تعلقات قائم ہو چکے تھے،[۳]

یمن مین عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز نجران تھا، پانچوین صدی عیسوی سے پہلے یہان عیسائیت آچکی تھی، اس وقت یہان حمیری حکومت تھی، جس کے فرمانروا عموماً یہودی تھے، آخری فرمانروا ذونواس تو غالی یہودی تھا، یمن کی اس حمیری حکومت اور حبشہ کی عیسائی حکومت مین برسون سے کشمکش تھی، یمن مین عیسائیت کے فروغ سے حمیری حکومت اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی تھی، اسلیے وہ اس ملک مین اس کے خاتمہ کی فکر مین تھی، اسی اثنا مین ایک اتفاقی واقعہ یہ پیش آگیا کہ دو یہودی

---

[۱] سیاسی زندگی ص ۱۳۹ [۲] ابن خلدون ج ۲ ص ۲۴۴ [۳] اسلیے کہ جن قبائل کا ذکر ابن خلدون نے کیا ہے وہ مارب ٹوٹنے سے پہلے یمن سے باہر جا چکے تھے، اور سد مارب کے متعلق اوپر ثابت ہو چکا ہے، یہ واقعہ تیسری صدی کی ابتدا مین پیش آیا،

نجران مین قتل کر دیے گئے، ذو نواس کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اس کو ایک بہانہ ہاتھ آ گیا، پوری ایک فوج کے ساتھ نجران گیا، اور عیسائیون کا قتل عام شروع کر دیا، مفسرین لکھتے ہین کہ قرآن کی اس آیت قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ[۱] مین ذو نواس کے اسی حملہ اور قتلِ عام کی طرف اشارہ ہے،

جو نجرانی عیسائی قتل ہونے سے بچ گئے، وہ حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے دربار مین فریاد لیکر پہنچے، اور اس کے سامنے انجیل مقدس کی جلی ہوئی جلدین پیش کین، غالباً وہ تنہا یمنی حکومت سے ان مظالم کا انتقام نہین لے سکتا تھا، اس لیے اس نے قیصر روم سے مدد چاہی بعض مورخین کا بیان ہے کہ خود نجران کے فریادی ہی قیصر روم کے پاس گئے تھے، بہت ممکن ہے کہ ان مین سے کچھ حبشہ گئے ہون، اور کچھ روم، اور مدد کے خواستگار ہوئے ہون،

بہرحال قیصر متاثر ہوا، اور کئی سو کشتیان تیار کرا کے حبشہ روانہ کین، خود نجاشی شاہ حبشہ نے بھی سات سو کشتیان تیار کرائین، اور ان پر ایک لاکھ یا اس سے زیادہ فوج سوار ہوئی، اور یہ فوج ان ہی کشتیون کے ذریعہ آبنائے باب المندب کو عبور کر کے یمن کے ساحل پر اتر گئی، اور یمن پر حملہ کر دیا، جس مین ابتداءً ان کو شکست اٹھانی پڑی، مگر فوراً ہی حبشہ سے مزید کمک آ گئی، اور اس نے حمیری حکومت کو شکست دیدی، ان کے فرمانروا ذو نواس نے خودکشی کر لی، یہ واقعہ ۵۲۵ء کا ہے، ذو نواس کی شکست و خودکشی کے بعد پورا یمن حبشہ کی عیسائی حکومت کے تحت آ گیا، اور اس کے زیر سایہ عیسائیت کو یہان بڑا فروغ ہوا، اور تقریباً سو برس تک اس کا زور باقی رہا، اس کے بعد یمن پر ایرانیون کا قبضہ ہوا، جس سے عیسائیت کا زور تو گھٹ ضرور گیا، مگر ختم نہین ہوا،

---

[۱] اس آیت کی تفسیر و تشریح یہود کے ذکر مین آ چکی ہے،

ہم نے اوپر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جزیرہ عرب مین عیسائیت کو فروغ ہمیشہ حکومت کے زیر سایہ، یا عیسائیون کے سیاسی تغلب کے ماتحت ہوا ہے، ان واقعات سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے،

یمن پر حبشہ کے تسلط کے بعد، اس کی طرف سے برابر گورنر مقرر ہو کر وہان جاتے تھے یمن مین حبشہ کی حکومت کا ایک عیسائی گورنر ابرہہ گذرا ہے، جو بڑا مذہبی تھا، اور جس نے وہان بہت سے تاریخی و تمدنی کارنامے انجام دیے ہین، جن کی وجہ سے اس کا نام ابتک زندہ ہے، مثلاً سد مارب کی مرمت اور متعدد گرجون کی تعمیر وغیرہ،

اصحاب الفیل اسی ابرہہ کے زمانہ کا ایک واقعہ کعبہ کے انہدام کی غرض سے خود اس کی سرکردگی مین اصحاب فیل کی مکہ پر چڑھائی کا بھی ہے، جس کا عربون سے بڑا گہرا تعلق ہے، اور قرآن مین اس کا ذکر آجانے کی وجہ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے، اس حملہ کے مفسرین نے متعدد اسباب بیان کیے ہین، جن مین سے ایک یہ ہے کہ

ابرہہ نے یمن کے دار السلطنت صنعا مین ایک کلیسا تعمیر کرایا، اور شاہ حبشہ کو لکھا کہ اس کلیسا کی تعمیر سے میرا مقصد یہ ہے کہ کعبہ کے بجائے لوگ یہان آئین، اور اس کو کعبہ بنائین، کسی طرح عربون کو اسکا علم ہو گیا، اور اس کا خط ان کے ہاتھ لگ گیا، جس سے ان کو بڑا اشتعال پیدا ہوا، اور ایک شخص نے صنعا جا کر کلیسا کو گندہ کر دیا، ابرہہ نے اس پر کعبہ کے انہدام کا فیصلہ کر لیا اور مکہ پر حملہ کر دیا،

دوسرا یہ کہ کچھ عربون کی غلطی کی وجہ سے کلیسا مین آگ لگ گئی، جس سے مشتعل ہو کر ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کر دی،

امام طبری نے لکھا ہے کہ ابرہہ کے یہان سے بہت سے عربون کو وظیفہ اور روزینہ ملتا تھا، ایک مرتبہ خزاعہ کے چند افراد اس کے دربار مین آئے، جن مین محمد بن الخزاعی اور اس کا بھائی قیس

بھی تھا، ابرہہ نے ان سے کہا کہ مین نے یہان ایک کلیسا بنوایا ہے، اور چاہتا ہون کہ تم تمام قبائل مین گھوم گھوم کر اعلان کردو کہ وہ یمن کے اس کعبہ کے حج کے لیے آئین، یہ دونون اس مہم پر روانہ ہوگئے، جب یہ قبیلہ بنو کنانہ مین پہنچے، تو اس کے چند افراد نے انھین قتل کر دیا، اس پر ابرہہ نے حملہ کی تیاری شروع کر دی،[1]

عموماً ان ضمنی باتون کو جو اصلی سبب کے ضمن مین پیش آئین حملہ کا سبب بنا دیا جاتا ہے جسکی وجہ سے ان واقعات کے پڑھنے والے کو تشویش ہوتی ہے، لیکن اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو کلیسا مین گندگی کرنے، آگ لگ جانے یا خزاعی سردار کے قتل کے واقعات درحقیقت حملہ کا سبب نہین، بلکہ اس کا بہانہ بن گئے، اصلی سبب سیاسی اور مذہبی تغلب تھا، جیساکہ نجران پر حملہ کرنے کے لیے ذونواس نے یہودیون کے قتل کو بہانہ بنالیا تھا، حالانکہ اپنے سیاسی مصالح کے ماتحت وہ پہلے سے اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا،

بات یہ ہے کہ کعبہ کی وجہ سے رومیون کو قدیم زمانے سے حجاز اور خصوصیت سے اس کے مرکزی شہر مکہ پر قبضہ کرنے کی خواہش تھی، اور اس کے لیے انھون نے کئی بار کوشش بھی کی، مگر ناکام رہے، اس کے بعد انھون نے غیر جنگی طریقہ اختیار کیا یعنی اقتصادی وسیاسی مراعات و فوائد کے نام سے انھون نے عربون کی استمالت شروع کی،

اوپر یہ آچکا ہے کہ قصی کو قیصر نے مکہ پر قبضہ کرنے مین مدد دی، اور ان کے حوصلہ مند پوتون کو رومیون اور حبشیون نے اپنے اپنے ملکون مین تجارت اور آمد و رفت کی سہولتین فراہم کین، ہاشم کے چار لڑکے تھے، ہاشم، عبد شمس، نوفل، المطلب، ان مین سے ہر ایک نے جزیرہ عرب کے قریب کے ملکون سے تعلقات پیدا کیے، اور ان ممالک مین تجارتی سہولتین حاصل کین،

---

[1] پوری تفصیل طبری تفسیر سورہ فیل مین موجود ہے،

عبدشمس نے قیصر روم اور شاہ غسان سے، نوفل نے شاہ ایران سے، مطلب نے یمن کے حمیری بادشاہ سے اور ہاشم نے نجاشی شاہ حبشہ سے ملاقات کی، ابن سعد مین ہے کہ قیصر روم نے توان کے لیے نجاشی کے نام ایک سفارشی خط بھی لکھا تھا[۱]، اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر سختی اور جبر سے ان پر قابو پایا نہین جا سکتا تو اسی ذریعہ سے ان پر اپنا سیاسی و مذہبی اقتدار قائم کیا جائے، اور سرحدون پر اس کا کامیاب تجربہ ان کو ہو بھی چکا تھا، مگر حجازی عرب ان سے کہین زیادہ ہوشمند نکلے اور انکی ہوس اقتدار پوری نہ ہوسکی،

جب حبشہ پر رومیون کا اقتدار ہوا اور حبشہ کے ذریعہ یمن قبضہ مین آیا تو ان کے دل مین حجاز کو سر کر لینے کی بھی خواہش پیدا ہوئی ہو تو تعجب نہین، اور کیا عجب ہے کہ اپنی اسی دیرینہ آرزو کی تکمیل ہی کی غرض سے انھون نے یمن کو فتح کرنے مین حبشہ کی مدد کی ہو۔

لیکن اس راہ مین سب سے بڑی جو چیز حائل تھی وہ کعبہ کا تقدس اور اسکی وجہ سے مکہ اور اہل مکہ کی مرکزیت تھی، اس کو ختم کرنے کے لیے ابرہہ نے دو کلیسے بنوائے، ایک صنعا مین اور دوسرا نجران مین، اور سارے عرب قبائل مین ان کی زیارت کے لیے وفود بھیجے، مگر اس کو ان تمام کوششوں میں سخت ناکامیابی ہوئی، نہ کعبہ کی تقدیس کو وہ صدمہ پہنچا سکا، اور نہ وہ مکہ کی مرکزیت و اہل مکہ کی مرجعیت کا خاتمہ کرسکا، اس بنا پر اس کی آتش غضب بھڑک اٹھی ہوگی، اسی اثنا مین کلیسا مین نجاست ڈالنے اور آگ لگنے کے واقعات پیش آگئے ہون گے، جن کو اس نے اپنے حملہ کا بہانہ بنالیا، جیسا کہ آجکل کی حکومتین ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے اس طرح کے بہانوں کی تلاش مین رہتی ہین،

اس حملہ مین ابرہہ کو سخت ناکامیابی ہوئی، یہ واقعہ ۵۷۰ء مین ہوا، اسی سال رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی،

حبشہ اور عربوں کے تعلقات مین تجارتی کاروبار، اور ایک دوسرے کے ملک مین آمد و رفت

[۱] محمد بن حبیب نے ایلاف کے معنی العہود یعنی پروانے لکھے ہین، کتاب المحبر ص ۱۶۲، اس واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے یعقوبی ج ۱ ص ۲۰۰، ابن سعد ج ۱ ص ۴۳ و ۴۵، بعض مفسرین نے سورۂ ایلاف کی تفسیر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے،

کو بھی دخل تھا جس کا سلسلہ قدیم زمانہ سے قائم تھا، عرب تاجر اپنے ملک سے چمڑے، گوند، لوبان اور اونی کپڑے حبشہ لے جاتے تھے، اور وہان سے غلہ لاتے تھے،

بعثت نبویؐ کے وقت رومیون اور حجازی عربون کے تعلقات کشیدہ نظر آتے ہین، اور ان کا میلان رومیون سے زیادہ ایرانیون کی طرف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ قریشی تاجرون کو رومیون کے مقبوضات مین جو پہلے سہولتین حاصل تھین، وہ غالباً ختم ہوگئی تھین، بلکہ رومی ان پر بڑے سخت ٹیکس عائد کرنے لگے تھے، ہمارا قیاس ہے کہ رومیون کی کشیدگی کا سبب تو حجاز مین ان کی سیاسی ناکامی ہوگی اور ان کی طرف سے عربون کی رنجش اور کدورت کا سبب ابرہہ کا حملہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ حجاز کے علاوہ دوسرے حصہ کے عربون اور رومیون مین اب بھی تعلقات ویسے ہی قائم تھے، ایرانیون کی طرف ان کے میلان کی کوئی وجہ بظاہر سمجھ مین نہین آئی، بجز اس کے کہ وہ بھی بت پرست تھے، اور عربلہ بھی، غرض ظہور اسلام کے وقت عام طور پر مشرکین حجاز رومیون کو ناپسند اور ایرانیون کو پسند کرتے تھے، چنانچہ بعثت نبوی کے کئی سال بعد رومیون اور ایرانیون مین ایک زبردست جنگ ہوئی، جس مین رومیون کو بڑی سخت شکست ہوئی تھی، اس شکست سے اہل مکہ بہت خوش ہوئے، مگر مسلمانون کو اس سے بہت رنج ہوا جس کی وجہ سے سورہ روم کی یہ آیتین نازل ہوئین،

الم غلبت الروم فی ادنی الارض	اہل روم مغلوب ہوگئے، ایک قریب کے ملک
وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی	مین اور اس کے بعد عنقریب چند برسون
بضع سنین	میں وہ پھر غالب ہون گے،

لہ عام مفسرین یہی وجہ بتاتے ہین، لیکن اگر یہی وجہ تسلیم کر لیجائے تو حبشہ سے بھی انکے تعلقات کشیدہ ہونے چاہیئین، مگر ایسا نہیں تھا بلکہ حبشہ کی حکومت سے اہل مکہ کے تعلقات ظہور اسلام کے وقت بالکل استوار تھے، ممکن ہے کہ اسمین نجاشی کی طبعی نیکی و شرافت کو بھی دخل ہو،

چنانچہ قرآن کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی، یعنی یہ کہ چند برس کے بعد پھر رومیوں[1] اور ایرانیون کو شکست ہوئی، آپ اس وقت مدینہ مین جلوہ فرما تھے، اور عین غزوۂ بدر کے روز یہ خوشخبری مسلمانون کو ملی،

مختصر یہ کہ ان ہی قدیم و جدید تعلقات کی بنا پر جزیرۂ عرب کے تقریباً ہر حصہ میں عیسائیت پھیل گئی، اب ہم ان مقامات اور قبائل کا نام بنام ذکر کرتے ہین جن مین ظہور اسلام کے وقت عیسائیت موجود تھی،

نجران نجران یمن مین ایک مشہور مقام تھا، یہ اپنی زرخیزی و شادابی اور صنعت و حرفت اور تجارت کی وجہ سے پورے یمن مین مشہور تھا، سب سے پہلے یہان کون لوگ آباد ہوئے اس مین اختلاف ہے، تاہم یہ مسلم ہے کہ بنو اسماعیل یہان قدیم زمانے سے آباد تھے، اس کے بعد یہان یہودیت اور پھر عیسائیت پھیلی، عیسائیت کی ابتدا کب ہوئی، اس کی صحیح تعیین مشکل ہے، معجم البلدان میں ہے کہ فیمیون ایک نصرانی عابد تھا، اسی کے ذریعہ یہان عیسائیت

---

[1] یورپین مورخین متفقہ لکھتے ہین روم زوال و انحطاط کی آخری حد تک پہنچ چکا تھا، اور ایرانیون سے شکست کھانے کے بعد اس کی رہی سہی قوت بھی ختم ہو گئی تھی ایسی حالت مین قرآن کا چند سال مین ان کے دوبارہ غالب آنے کی پیشین گوئی کرنا اور پھر اس کا پورا ہونا قرآن کا کھلا ہوا معجزہ ہے،

اس سلسلہ مین مفسرین نے لکھا ہی کہ جب ایرانیون کو فتح ہوتی تو اہل مکہ خوش ہوتے، مگر مسلمانون کو اس بنا پر یہ اہل کتاب ہیں اس سے رنج ہوتا، ۱۱۶ھ مین بعثت نبوی کے چھ برس بعد رومیون کو سخت ہزیمت ہوئی اور قیصر روم کو قسطنطنیہ میں پناہ لینی پڑی، مشرکین عرب کو ایرانیون کے اس فتح کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے، بعض مشرکین نے حضرت ابوبکر صدیق سی کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیون نے تمھارے بھائی رومیون پر فتح پائی ہی کل ہم بھی تمھین اسی طرح مٹا دینگے، قرآن نے اسباب ظاہری کے خلاف یہ پیشین گوئی کی، حضرت ابوبکرؓ نے اس بنا پر مشرکین مکہ سے یہ شرط لگائی کہ اگر نو برس کے اندر رومی دوبارہ ایرانیون پر فتح یاب نہ ہوئے تو مین تم کو سو اونٹ دون گا، اور اگر کامیاب ہوئے تو تم لوگ مجھے اتنے ہی اونٹ دوگے، چنانچہ ۷ برس کے اندر رومیون نے فتح پائی اور حضرت ابوبکرؓ نے ان سے سو اونٹ لیے،

(طبری تفسیر سورہ روم)

کی ابتدا ہوئی، لیکن اس سے سنہ کی تعیین نہیں ہوتی، البتہ اوپر یمن کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے سنہ کی تو نہیں مگر زمانہ کی تعیین کی جاسکتی ہے، یعنی یہ کہ اس کی ابتدا بعثت نبوی سے ایک عہدی پہلے ہو چکی تھی،

سیاسی اور اقتصادی اہمیت کی بنا پر یمن ہمیشہ سیاسی تغیرات و انقلابات کا آماجگاہ رہا، نجران چونکہ اس کا ایک حصہ تھا، اس لیے لازمی طور پر اس کا اثر اس پر بھی پڑتا تھا، حمیری حکومت کے زمانہ میں یہاں یہودیت کو فروغ ہوا، یمن میں عیسائی حکومت قائم ہوئی، تو نجران عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز بن گیا، یہاں ایک بہت بڑا کلیسا تھا، جسکو عبد المدان نے بنوایا تھا، اور جو "کعبۂ نجران" کے نام سے مشہور تھا[۱]، اس کی تعمیر کا بھی وہی مقصد تھا، جو صنعا میں ابرہہ کے تعمیر کردہ کلیسا کا تھا،

اسلام کے ظہور کے وقت نجران میں ایک چھوٹی سی عیسائی ریاست قائم تھی، جس کا یمن کی مرکزی حکومت سے کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ وہ براہ راست قیصر روم کے ماتحت تھی، اس کا نظم تین شعبوں میں منقسم تھا، اور ان میں سے ہر ایک کا ایک علٰحدہ ذمہ دار تھا، خارجی اور جنگی امور جس سے متعلق ہوتے اس کو سید کہتے تھے.. دنیاوی داخلی امور جس کے سپرد ہوتے اس کو عاقب، اور دینی امور کا جو ذمہ دار ہوتا اس کو اسقف کہتے تھے، ان عہدہ داروں کا تقرر خود قیصر کرتا تھا[۲]، اس وقت سید کے عہدہ پر ابو حارثہ نامی ایک شخص قابض تھا جسکا نسبی تعلق بکر بن وائل سے تھا، زرقانی نے لکھا ہے کہ عربوں میں سے جب کوئی آدمی نصرانیت قبول کر لیتا تھا تو قیصر کو اس سے بڑی خوشی ہوتی تھی، چنانچہ جب ابو حارثہ نے نصرانیت قبول کی تو وہ اس قدر خوش ہوا کہ اسکے سامنے مال و دولت کا ایک ڈھیر لگا دیا اور غالباً اسی وقت

---

[۱] معجم البلدان ج ۸ ص ۲۶۲ فجر الاسلام ص ۳۰ [۲] فجر الاسلام ص ۳۰

اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا،

۱۰ھ میں ساٹھ آدمیوں پر مشتمل ایک وفد نجران سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، جس میں اس ریاست کے تینوں ذمہ دار عہدہ دار بھی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت ان کے سامنے پیش کی، مگر انھوں نے قبول نہیں کیا، سالانہ ٹیکس کی ادائیگی کے وعدہ پر آپ نے ان سے مصالحت کرلی، اور ان سے ایک معاہدہ ہوگیا، مگر واپسی میں اس وفد کے دو ارکان ابوحارثہ اسقف نجران اور اس کے بھائی کرز بن علقمہ میں کچھ ایسی باتیں ہوگئیں کہ راستہ ہی سے ابن علقمہ مدینہ واپس آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، ان کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے، ان کے علاوہ نجران کے اور افراد نے بھی اسلام قبول کرلیا، ان کا بھی ذکر اس کتاب میں ہے،

نجران کی اہمیت کی وجہ سے اس کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا گیا ہے، اس کے علاوہ دومۃ الجندل، بحرین، معان، ایلہ، اذرح، جربا، مقنا، عمان وغیرہ میں بھی عیسائیت موجود تھی، جن میں سے اکثر کی جغرافی اور تاریخی حیثیت کا ذکر یہود کے سلسلہ میں آچکا ہے، ان میں سے بعض میں ماتحت عیسائی حکومتیں بھی قائم تھیں، ان مقامات کے علاوہ جزیرۂ عرب کی تقریباً تمام مشہور بستیوں میں عیسائی موجود تھے، مثلاً مکہ، طائف، مدینہ اور وادی القری وغیرہ، وادی القری میں تو ان کے متعدد گرجے بھی تھے، (فجر الاسلام ص ۲۹)

جن قبائل میں عیسائیت فروغ پا چکی تھی یا پارہی تھی ان کے نام یہ ہیں:

قبیلۂ غسان - یہ یمنی قبیلہ ہے، سد مارب کے ٹوٹنے کے بعد یہ جزیرۂ عرب کے شمال مغربی سرحدی مقام پر آباد ہوگیا تھا، مزید تفصیل آچکی ہے،

بنو تغلب مشہور عدنانی قبیلہ ربیعہ کی ایک شاخ ہے، اسی کے قریب عرب کا

ایک مشہور قبیلہ بحر بھی آباد تھا۔ بکر و تغلب کی لڑائی، عرب جاہلیت کی تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ یہ قبیلہ جزیرہ عرب کے شمال مشرق میں اس تجارتی راستہ پر آباد تھا، جو عرب سے عراق کو جاتا ہے، یہ مقام اپنے جائے وقوع اور تجارتی اعتبار سے بہت اہم تھا، اور ایران کی سرحد کے قریب بھی پڑتا تھا بہت ممکن ہو اسی وجہ سے نصرانیوں نے اس کو اپنانے اور زیر اثر لانے کی کوشش کی ہو بہرحال اس میں عیسائیت موجود تھی، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہاں عیسائیت کی ابتدا کب ہوئی، ارباب سیر و طبقات صرف اتنا لکھتے ہیں کہ یہ قبیلہ نصرانی ہوگیا تھا، اسد الغابہ میں ہے،

ان کثیراً من العرب قد تنصر کتغلب[۱] — بہت سے عرب قبائل نے نصرانیت قبول کرلی تھی، ان میں بنو تغلب کا قبیلہ بھی تھا،

ابن قتیبہ اور یعقوبی[۲] وغیرہ نے بھی ان کے نصرانی ہونے کی توثیق کی ہے، اس قبیلہ کے متعدد افراد مشرف بہ اسلام ہوئے، جن کے تذکرے اس کتاب میں موجود ہیں،

ظہور اسلام کے بعد عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اس قبیلہ کا ذکر بہت کم بلکہ بالکل نہیں ملتا، البتہ ابن قتیبہ کے بیان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقی تک یہ لوگ مذہب نصرانیت پر قائم رہے، حضرت عمرؓ نے اس بنا پر ان پر جزیہ عائد کرنا چاہا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، زرعہ بن نعمان بارگاہ خلافت میں آئے اور عرض کیا کہ یہ عرب ہیں، اس لیے انکو جزیہ دینا گوارا نہیں ہے، دوسرے یہ شجاع اور طاقتور ہیں، ان کو دشمنوں کے ہاتھ میں جانے نہ دیں، (یعنی اگر آپ ان پر جزیہ لگائیں گے تو یہ رومیوں سے مل جائیں گے) بلکہ ان پر زیادہ سے زیادہ صدقہ دوگنا کر دیں، اور ارشاد فرمادیں کہ آئندہ اپنی اولاد کو نصرانی نہ بنائیں[۳]، چنانچہ حضرت فاروقؓ نے زرعہ کے حسب مشورہ اسی پر عمل کیا،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۲۲ و ج ۱ ص ۵۰ [۲] یعقوبی ص ۲۹۸ [۳] ابن قتیبہ ص ۲۴۹

بنو کلب، یہ قبیلہ بھی نصرانی تھا، اور وہ دومۃ الجندل کے پاس آباد تھا، ظہور اسلام کے وقت دومۃ الجندل کا عیسائی حاکم اکیدر تھا، اس میں متعدد ایسے قبائل تھے، جو بڑے اثر ورسوخ کے مالک تھے، قبیلہ کلب خاص طور سے بہت ممتاز اور حکومت کا حریف تھا،[1] اسکا اثر تبوک تک پھیلا ہوا تھا، ظہور اسلام کے وقت اس قبیلہ کے سردار اصبغ تھے، جو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کی کوششون سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے تھے، اور اپنی صاحبزادی تماضر کو حضرت عبد الرحمنؓ بن عوف کے حبالۂ عقد مین دیدیا تھا، ان کے اور انکی صاحبزادی کے حالات اس کتاب کے آیندہ صفحات مین درج ہین،

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بنو کلب کی ایک کثیر تعداد اس وقت بھی (یعنی آٹھوین صدی ہجری مین) خلیج قسطنطنیہ کے ساحل پر آباد ہے، اس مین سے کچھ مسلمان ہین اور کچھ عیسائی[2]

قضاعہ، پورے قبیلہ مین تو نہین مگر اس کے بعض خاندانون مین نصرانیت تھی، یہ حجاز و شام کے تجارتی راستہ پر تبوک کے قریب آباد تھا، کثرتِ تعداد اور فوجی قوت کی وجہ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل تھی، اور جس مقام پر آباد تھا، وہ مقام بھی جغرافیائی حیثیت سے بڑا اہم تھا، یہ قبیلہ رومیون کے زیر اثر تھا،

اسی طرح بنو تمیم کے بعض افراد نے عیسائیت قبول کر لی تھی، عرب کا مشہور راوہ بزم معلقہ کا صدر نشین شاعر امرء القیس اسی قبیلہ سے تھا، جس کی بنا پر بعض عیسائی مستشرقین نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ عیسائی تھا، حالانکہ یہ صحیح نہین ہے، البتہ اس کے خاندان کے بعض افراد نصرانی ضرور تھے،

ربیعہ جس کی ایک شاخ بنو تغلب تھی، جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، اس کے بعض دوسرے خاندانون مین بھی نصرانیت تھی،[3]

---

[1] ابن خلدون ج ۲ ص ۹۴ ۲ [2] ایضاً [3] معارف ابن قتیبہ ص ۲۶۶ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۲۹۳

اسی طرح یمن کے مشہور قبیلہ طے مین بھی نصرانیت کا پتہ چلتا ہے، حضرت عدی بن حاتمؓ اور ان کی ایک بہن کا تذکرہ اس کتاب مین آیا ہے، یہ دونون اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، اور عیسائی تھے،

قبیلہ عبد القیس جو عمان کے قریب آباد تھا، اس مین بھی نصرانیت موجود تھی، حضرت جارودؓ جن کا تذکرہ اس کتاب مین موجود ہے، اسی قبیلہ سے تھے،

ان کے علاوہ تنوخ، لخم، مذحج، بہرا، سلیح وغیرہ قبائل نے بھی نصرانیت قبول کر لی تھی، اور ان مین سے بیشتر بالکل رومیون کے زیر اثر تھے، جنگ موتہ مین یہ سب کے سب رومیون کی حمایت مین مسلمانون کے خلاف صف آرا تھے[1]، ان مین سے بیشتر کو قیصر روم کی طرف سے سالانہ پندرہ سیر سونا بطور وظیفہ ملتا تھا[2]،

اس تفصیل سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ پورے جزیرہ مین نصرانیت کی ترقی و فروغ کیلیے عیسائی حکومتون نے کتنا لمبا جال بچھا رکھا تھا، اس کے لیے کیا کیا تدبیرین وہ اختیار کر رہی تھین، اور کتنی رشوتین دے رہی تھین، اور یہ سلسلہ برسون سے نہین صدیون سے جاری تھا، لیکن ان تمام کوششون اور تدبیرون کے باوجود کم سے کم حجاز مین تو عیسائیت کا اثر برائے نام ہی پیدا ہو سکا، جس کو قبضہ مین لانے، اور اس پر اپنا اثر قائم کرنے کے لیے انھون نے کیا کیا جتن نہ کر ڈالے تھے،

اس کے مقابلہ مین اسلام نے پورے جزیرہ مین چند برسون مین عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا، جس نے چشم زدن مین پورے عرب کی کایا پلٹ دی— اس کے لیے نہ کوئی سیاسی چال چلی گئی، نہ کوئی اقتصادی دباؤ ڈالا گیا، اور نہ جبر و زور سے

[1] ابن ہشام ذکر جنگ موتہ [2] آنحضرت صلعم کی سیاسی زندگی ڈاکٹر عبد الحمید صاحب ص ۲۵۰

کام لیا گیا، بلکہ اس کی دعوت، تبلیغ، اور اعلیٰ اخلاقی تعلیمات، اور پھر اس کے مظاہر سے سارا عرب مسحور اور حلقہ بگوش اسلام ہوگیا،

حیرہ عیسائیت کے مذہبی اثرات جزیرۂ عرب کے اندرونی مرکزی مقامات کے علاوہ ایک سرحدی مقام حیرہ مین بھی کچھ نہ کچھ موجود تھے، حالانکہ وہ ایرانیون کی باجگذار ریاست تھی، جہان قبیلہ لخم کی حکومت تھی لخم کے متعلق اوپر آچکا ہے کہ اس مین نصرانیت تھی، اس کے حکمران نعمان کے متعلق لکھا ہے کہ عدی بن زید ایک نصرانی شاعر نے اس کو ایک دن نصیحت کی، اس نصیحت کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے فوراً نصرانیت قبول کرلی، اور تخت و تاج کو خیرباد کہہ دیا،[1] اسی طرح نعمان خامس کی بیوی بھی عیسائی ہوگئی تھی، اس کا نام ہند تھا، اس نے اپنے نام سے ایک کلیسا "دیرہند" بنوایا تھا، طبری نے لکھا ہے کہ یہ ہمارے زمانہ تک (یعنی تیسری صدی ہجری تک) موجود تھا،[2] اس کے علاوہ حیرہ مین اور بھی متعدد گرجے تھے، خصوصیت سے "دیر حنظلہ" بہت مشہور تھا، جس کو حیرہ کے ایک حکمران ایاس بن قبیصہ کے چچا حنظلہ نے بنوایا تھا،[3]

حیرہ کا ذکر یہان اس لیے کیا گیا کہ یہ جزیرہ کا سرحدی مقام تھا، جہان عرب آباد تھے، اور وہی حکمران بھی تھے، پورے عرب مین غالباً حیرہ ہی ایک ایسا مقام تھا جہان عیسائیت نے بغیر کسی مادی سہارے اور حکومت کی پشت پناہی کے کسی قدر رواج پایا،

عیسائیون اور عربون کے سیاسی تعلقات اور مذہبی اثرات کے نتائج اوپر جو تفصیل کی گئی ہے اس سے جزیرہ عرب مین عیسائیون کے سیاسی اور مذہبی اثرات کا اندازہ ہوگیا ہوگا، لیکن اسکا

---

[1] فجر الاسلام ص ۲۱ [2] معجم البلدان ج ۴ ص ۱۸۳ [3] تفصیل کے لیے دیکھو معجم البلدان ج ۴ ص ۱۲۰ تا ۱۸۵

ایک پہلو اب بھی تشنۂ تفصیل ہے، وہ یہ کہ عربون کے ذہن و دماغ اور علم و تمدن پر اس کا مجموعی اثر کیا مترتب ہوا؟ یہان مختصراً اس پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے،

نصرانیت کے فروغ سے جاہلی عربون کے تمدن اور ان کے ذہن و دماغ مین جو تغیر ہوا اس کی پوری نشان دہی تو مشکل ہے، تاہم ان کی تاریخ کے قدیم واقعات، ان کے علوم و فنون اور ادب و شاعری کے جو نمونے اب تک محفوظ رہ گئے ہین، ان سے اس کی کچھ نہ کچھ عکاسی ضرور ہوتی ہے،

ثقافتی و تمدنی اثرات اوپر قصی کے مکہ پر قابض ہونے کا ذکر آچکا ہے قصی سے پہلے غالباً یہان کوئی نظم و نسق اور کسی قسم کی سیاسی وحدت نہین تھی، مگر انھون نے مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو ایک چھوٹی سی باقاعدہ ریاست مین تبدیل کر دیا، جس کے متعدد شعبے اور عہدے تھے، اور جن مین سے اکثر ظہور اسلام تک باقی تھے، اس مختصر ریاست کا سکریٹریٹ یا مرکزی دفتر دارالندوہ تھا، جہان ریاست سے متعلق جملہ مہمات امور طے ہوتے تھے،

قصی کا یہ نظام حکومت خود ساختہ نہین، بلکہ بڑی حد تک ان تعلقات کا رہین منت معلوم ہوتا ہے، جو ان کے اور رومیون کے درمیان قائم ہو چکے تھے، اس نظام حکومت کے بارے مین ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہین،

"اہل شہر پر سالانہ ٹیکس اندازی وغیرہ قبیلتی اور اس سے زیادہ یونانی شہری مملکتون سے مکے کی شہری مملکت غیر معمولی مشابہت رکھتی ہے" (سیاسی زندگی ص ۲۵۹)

ظہور اسلام سے پہلے عربون کے سماجی نظام اور آس پاس کے ملکون اور قومون سے ان کے تجارتی، اور سفارتی تعلقات وغیرہ کے جو واقعات و حالات تاریخون مین محفوظ ہین وہ بھی نصرانیون کے تمدنی اثرات کی غمازی کرتے ہین،

علمی اثرات نصرانیت یونان و اسکندریہ مین پروان چڑھی تھی، اس لیے وہ جہان بھی گئی اپنے ساتھ وہان کے علوم وفنون مثلاً طب، نجوم، اور ما بعد الطبیعاتی افکار بھی لیتی گئی، نصرانیت کو ان علوم کی اور خصوصیت سے فلسفہ اور نجوم کی مذہبی حیثیت سے بھی ضرورت تھی، چنانچہ آپ دیکھین گے کہ عیسائیون کے علماء اور مذہبی پیشوا، مذہبی سے زیادہ فلسفی ہوتے تھے، اس لیے کہ نصرانی ثقافت اور مذہب کی اشاعت مین ان کو ان علوم سے بہت کافی مدد ملتی تھی، ظاہر ہے کہ عرب مین اس کے قدم آئے ہون گے، تو یہ علوم بھی اس کے ساتھ لگے لپٹے آئے ہون گے، خیال ہوتا ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے عربون مین علم نجوم، طب اور ما بعد الطبیعاتی تصورات و افکار کے جو اثرات بھی نظر آتے ہین، اس کے فروغ مین نصرانیت کو ضرور دخل تھا، اس خیال کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عہد اسلام کے بعد یونانی علوم و فنون کا جو سرمایہ عربی مین منتقل ہوا، وہ زیادہ تر نصرانی ہی علماء و مترجمین کی سرکردگی مین ہوا خصوصیت سے فلسفہ و طب کا شعبہ تو کئی صدی تک ان ہی کے زیر اثر رہا،

ادب و شعر عربی ادب و شاعری مین بے شمار ایسے الفاظ، جملے، ترکیبین اور خیالات ملتے ہین، جو نصرانیت کے اثر کا بین ثبوت ہین،

جاہلی ادب و شعر کا اگر ہم لغوی جائزہ لین تو زمین کی پستی و بلندی، پہاڑ کے نشیب و فراز، راستون کی فراخی و تنگی، صحرا کی خشکی و ویرانی کے لیے سیکڑون ہزارون الفاظ مل جائین گے، جن سے ان مناظر و کیفیات کا پورا نقشہ کھنچ جاتا ہے، لیکن اگر آپ سمندر اور اسکے متعلقات کے الفاظ کے لیے عربی لغت کو کھنگالین تو مشکل سے چند الفاظ ملین گے، ان مین بھی خالص عربی تو بہت کم ہون گے، اونٹ، تلوار اور سانپ کے نام اور ان کے متعلقات کے لیے عربی لغت کا دامن تو بڑا وسیع ہے لیکن کشتی، کشتی رانی، سمندری سفر، اور اس کے لوازم وغیرہ

کے لیے مشکل سے دس بیس الفاظ ملین گے، اور جو ہون گے بھی وہ دوسری زبانون سے مستعار ہون گے، یہ تو محسوسات کا حال ہے، لیکن معنوی کیفیات کا حال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہین ہے، خوشی و مسرت، لہو ولعب، عیش و تنعم کے حالات و جذبات کے اظہار کے لیے عربی لغت مین الفاظ کی اتنی بہتات نہین ہے جتنی بہتات فقر و فاقہ، حزن و ملال اور قتل و خونریزی کے الفاظ و محاورات کی ہے،

غرض یہ ہے کہ عربی ادب و شاعری کا نشو و نما جس سرزمین مین ہوا، اس مین اس کے اثرات زیادہ نمایان ہین، لیکن جون جون عربوں کا اختلاط ان قومون سے بڑھتا گیا جو علم و تمدن مین ان سے ترقی یافتہ تھین، تو ان کے ادب و شعر میں بھی ان کے آثار نمایان ہوتے چلے گئے، اور ظاہر ہے کہ عربون کو سب سے زیادہ جن ترقی یافتہ قومون سے اختلاط کا موقع ملا، ان میں ایرانی، یہودی اور نصرانی سب سے زیادہ نمایان ہین،

ایرانیون کے اثرات کی بحث تو ہمارے موضوع سے خارج ہے، اور یہودیون کے اثرات کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے، اب چند سطرین نصرانیون کے اثرات پر لکھی جاتی ہین، غسانی گو نسلاً عرب تھے، مگر رومیون سے صدیون کے تعلقات کی وجہ سے بہت زیادہ گھل مل گئے تھے، اور ان کے علم و تمدن کا اتنا گہرا اثر قبول کیا تھا کہ ظہور اسلام کے وقت وہ عرب سے زیادہ رومی معلوم ہوتے تھے، مگر اس کے باوجود بھی ان کا تعلق جزیرہ عرب سے منقطع نہین ہوا تھا، اس لیے اس دوگونہ تعلق کی وجہ سے نصرانی علم و تمدن کے عرب مین فروغ پانے کا بہت بڑا ذریعہ بن گئے،

جزیرہ کے ہر حصہ کے عربی شعرا، اپنے ان عیسائی بھائیون کے پاس جاتے تھے، ان کو اپنا کلام سناتے تھے، انعام و اکرام حاصل کرتے تھے اور ان کے عیش و تنعم سے متاثر ہوتے تھے،

نابغہ ذبیانی، اعشیٰ، المرقش الاکبر اور علقمۃ الفحل جیسے مشہور روزگار و صاحب کمال شعراء غسانیون کے دربار میں گئے، اور ان سے خراجِ تحسین وصول کیا، ان ہی کے بارے مین حضرت حسان رضؓ نے جاہلیت کے زمانہ مین کہا تھا،

للّٰہ در عصابۃ نادمتہم یوماً بجلّق فی الزمان الاول

خود حضرت حسانؓ کو غسانیون نے ایک دعوت مین جو وہان کے حکمران جبلہ بن ایہم کے اہتمام مین ہوئی تھی، مدعو کیا تھا، جب وہ وہان سے واپس آئے تو لوگون سے کہا کہ میری آنکھون نے ایسا منظر اس سے پہلے دیکھا، اور نہ میری کانون نے سنا تھا[1]، پھر انھون نے اس مجلس کی ایک ایک چیز کی شاعرانہ زبان مین تعریف کی، اس سے غسانیون کے تمدن و تہذیب کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ان کے متعلق لاتعداد قصص و امثال، اور ان کے تعیش و تنعم اور علم و عمران کے سیکڑون واقعات عربی ادب و شاعری مین ملین گے،

نصرانی اور ان سے متاثر شعراء کے کلام پر آپ نظر ڈالین گے تو آپ کو اس اثر کی بہت سی مثالین ملین گی،

امیہ بن الصلت نے سب سے پہلے باسمک اللّٰھم کے لفظ سے عربون کو روشناس کیا، اسی طرح اما بعد کو سب سے پہلے قس بن ساعدہ نے استعمال کیا، امیہ صحفِ قدیم کا عالم تھا، وہ اپنے اشعار مین ایسے بہت سے الفاظ استعمال کرتا تھا، جو اس سے پہلے عربی زبان مین رائج نہین تھے، مثلاً "قمر و ساھور" "یُسَلُّ و یُغمد"۔ اسی طرح اللہ کے لیے "سلیط" اور قعرور وغیرہ کے الفاظ اس نے استعمال کیے۔[2]

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مین عبرانی، سریانی، رومی اور حبشی زبان کے متعدد الفاظ

---

[1] اغانی ج ۱۵ ص ۱۴ و فجر الاسلام ص ۱۰۰ [2] فجر الاسلام ص ۳۲

اور ترکیبیں استعمال ہوئی ہیں، عبرانی الفاظ کی تفصیل تو یہودیت کی تاریخ کے سلسلہ میں اوپر آچکی ہے کہ یہ زبان زیادہ تر یہود ہی سے مخصوص تھی، مگر نصرانیوں میں ان کے مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں رائج تھیں، مثلاً سریانی، رومی، حبشی وغیرہ، ان زبانوں کے جو الفاظ اور فقرے قرآن پاک میں آئے ہیں، وہ یہ ہیں،

سریانی الفاظ: فردوس، طٰہٰ، طور، ہیت لک، ولات حین مناص میں ولات، ربانیون، ربیون، رہوا، الیم، صلوات، (کنائس) قنطار۔ ان کے علاوہ متعدد الفاظ ایسے ہیں جو اشتقاق کے لحاظ سے تو عربی ہیں، مگر ان کے بہت سے معانی سریانی سے آئے ہیں، مثلاً قیوم، اسفار، آذر، قمل، متجد وغیرہ،

رومی الفاظ:۔ قسطاس، رقیم، طفق، اور قسطاس، وغیرہ،

حبشی الفاظ:۔ جبت، طاغوت، حوب، طوبیٰ، سکر، سجل، مشکوٰۃ، منسأۃ، اس کے علاوہ اور بھی متعدد الفاظ کو حبشی بتایا گیا ہے، یہ ساری تفصیل امام سیوطی کی کتاب المتوکلی اور ابن درید کی کتاب الاشتقاق میں ملے گی،

ابھی بعثت نبوی کے بعد مسلمانوں اور نصرانیوں کے اجتماعی اور سیاسی تعلقات، ان کی اخلاقی اور دینی حالت، قرآن و حدیث کی روشنی میں مومنین اہل کتاب کے فضائل و مناقب وغیرہ کی تفصیل باقی تھی، مگر مجبوراً یہ سلسلہ ختم کیا جاتا ہے، اس لیے کہ ۱۹۵۱ء ختم ہو رہا ہے اور حسب تجویز سال کے اندر اندر اس کتاب کا شائع ہو جانا ضروری ہے، اور ابھی کتاب کے نقشے اور ضمیمہ کی طباعت بھی باقی ہے، اب اگر چند صفحے اور بڑھائے گئے تو کتاب اس سال شائع نہ ہو سکے گی،

آخر میں اہل علم حضرات سے گذارش ہے کہ اگر مقدمہ یا نفس کتاب میں کوئی تاریخی غلطی یا

میرے ان قیاسات مین جو مین نے واقعات کی روشنی مین کیے ہین، کوئی تضاد نظر آئے، تو راقم السطور کو اس سے مطلع فرما کر ممنون احسان فرمائین گے،

اس میں غلطی اور ترمیم واضافہ کا اس لیے بھی اور زیادہ امکان ہے کہ اس سے پہلے نفس اس موضوع پر کوئی کتاب نہین لکھی گئی، بلکہ یہ نقش اول ہے، جس کو ایک نومشق طالب علم نے اپنی کم سوادی اور علمی بے بضاعتی کے باوجود صفحۂ قرطاس پر ثبت کرنے کی کوشش کی ہے،

یہ کتاب صرف ایک دینی خدمت اور ایک علمی کمی کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے، خداے قدوس سے دعا ہے کہ اسے قبول اور اسکی جزا آخرت مین عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

خادم

مجیب اللہ ندوی، شبلی منزل، اعظم گڈھ

۱۶ر صفر ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۷ر نومبر ۱۹۵۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(الف)

(۱) حضرت ابرہہ رض[۱]

نام و نسب ابرہہ نام، شامی[۲] یا حبشہ کے رہنے والے، اور مذہباً عیسائی تھے، نام و نسب کے متعلق اور کوئی تفصیل کتب رجال میں نہیں ملتی،

اسلام ان کے قبول اسلام کے متعلق یہ تو متعین طور سے نہیں بتایا جا سکتا کہ کب اور کہاں قبول کیا، مگر قرائن سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب بہت سے صحابہ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ گئے

---

۱ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس نام کو دو نام شمار کر کے ایک جگہ "ابرہۃ الحبشی" اور دوسری جگہ "ابرہۃ آخر" کی سرخی قائم کی ہے، لیکن غالباً یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اسد الغابہ تجرید اور دوسری کتب طبقات میں ایک ہی نام شمار کیا گیا ہے، اصابہ صفحہ ۱۷، ۲ اکثر کتب طبقات میں ان کا شامی ہونا درج ہے، حافظ ابن حجر نے بھی اصابہ میں احد الثمانیۃ الشامیین لکھا ہے، مگر جہاں انھوں نے انکے دوسرے احباب کے حالات لکھے ہیں وہاں انکو شامی کے بجائے حبشی لکھا ہے، مثلاً اشرف کے تذکرہ میں لکھتے ہیں احد الثمانیۃ الذین قدموا من رہبان الحبشۃ یا ادریس کے تذکرہ میں لکھتے ہیں احد الثمانیۃ المہاجرین من الحبشۃ، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً انکے اجداد شامی ہوں گے اور اہل حبشہ کے ہم عقیدہ ہونے کی وجہ سے عارضی طور سے یا مستقلاً حبشہ اٹھ گئے ہوں گے، اور وہیں اسلام قبول کیا ہو گا، یمن سے ملوک حمیر کا جو وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا اس میں بھی ایک ابرہہ ذکر آتا ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ وہی ہوں، واللہ اعلم بالصواب، شمس العلوم صفحہ ۹۳،

اور ان کو نجاشی کے دربار مین درخور حاصل ہوا، اور ان کے ذریعہ اہل حبشہ کو اسلام سے واقف ہونے کا موقع ملا، تو خود نجاشی اور ان کے ساتھ بہت سے علمائے نصاریٰ نے اسلام قبول کیا، غالباً[۱] ان ہی اسلام قبول کرنے والون مین حضرت ابرہہؓ اور ان کے دوسرے[۲] رفقاء بھی تھے،

خدمت نبوی مین حاضری اہل حبشہ مین سے جن لوگون نے اسلام قبول کر لیا تھا، ان کے دل مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بیحد اشتیاق تھا، اتفاق سے اسی درمیان مین مہاجرین حبشہ حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ واپس آرہے تھے، اسی قافلہ کے ساتھ حضرت ابرہہؓ بھی مدینہ آئے، اور زیارت[۳] نبوی سے مشرف ہوئے،

غزوات کسی غزوہ مین شرکت صحیح طور سے ثابت نہین ہے[۴]۔

فضائل آپ کا شمار ان اہل کتاب صحابہ مین ہے جن کے بارہ مین یہ آیتین نازل ہوئی ہین،

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِہٖ	جن لوگون کو ہم نے قرآن سے پہلے کتابین دین
ھُمْ بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ۔۔۔۔۔۔۔	وہ اس پر ایمان لاتے ہین (اور قرآن پر بھی ایمان
اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ	رکھتے ہین) ۔۔۔۔۔ یہی لوگ ہین جنکو ان کے صبر
بِمَا صَبَرُوْا[۱] (قصص)	کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا،

۱؎ چالیس آدمیون تک کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے، اگرچہ انکے نامون کی تصریح بہت کم ملتی ہے، اصابہ ج ۱
۲؎ آپکے دوسرے رفقاء کے تذکرے آگے آتے ہین، حالات لکھتے وقت اشارہ کردیا جائے گا ۳؎ اسد الغابہ مین ہے کہ جب غزوۂ بدر مین مسلمانون کو فتح نصیب ہوئی اور اسکی خبر حبشہ تک پہنچی تو جو لوگ اہل حبشہ مین اسلام لا چکے تھے انھون نے مدینہ جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کی خواہش نجاشی سے ظاہر کی چنانچہ وہ اجازت لیکر مدینہ آئے اور غزوۂ احد مین شرکت بھی کی اس مین حضرت ابرہہ بھی تھے، اصابہ مین بھی اس قسم کی ایک روایت ہے، مگر امام ذہبی نے تجرید مین یہ تصریح کی ہے کہ عن مقاتل انہ شہد احدا وھذا لا یثبت روایت ہے کہ وہ احد مین شریک ہوئے مگر یہ صحیح نہین ہے بعض روایتون مین

(باقی ص ۳ پر)

گوآپ کے نام کی تصریح نہین ہے مگر مفسرین لکھتے ہین کہ حبشہ سے علمائے نصاری کا جو وفد آیا تھا اسی کے بارے مین یہ آیتین بھی نازل ہوئین، اور آپؓ بہرحال اسی وفد مین تھے،

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ	مسلمانون سے محبت رکھنے مین قریب تر ان لوگون کو پائینگے جو اپنے کو نصاری کہتے
اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى	
ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا	یہ اسلیے کہ ان مین بہت سے عالم اور بہت سے زاہد
وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ، وَاِذَا	درویش ہین اور اسلیے کہ وہ تکبر نہین کرتے،
سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ	جب وہ سنتے ہین اسکو جو رسول کی طرف
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ	اتارا گیا (قرآن) تو آپ دیکھینگے کہ ان کی
مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ	آنکھون سے آنسو جاری ہوجاتے ہین اور
(مائدہ ٤ - ١١)	اسکی وجہ یہ ہے کہ انھون نے حق کو پہچان لیا،

سنہ وفات اور زندگی کے دوسرے حالات معلوم نہین ہوسکے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٢) حضرت جعفرؓ کے آنے سے پہلے ایک وفد کے آنے کا ذکر ہے۔ مگر اہل رجال نے یہ تصریح کردی ہے کہ وہ مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی دریا مین غرق ہوگیا، (اسد الغابہ ج ١ ص ٦٢)

[۲] بعض روایتون سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت رفاعۃ القرظی اور ان کے ساتھ اسلام قبول کرنے والون کے بارے مین نازل ہوئی، اور بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے حضرت سلمان فارسیؓ اور عبد اللہ ابن سلام مراد ہین۔ بعض روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نزول عام ہے، اور یہی صحیح ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] اصابہ ج ١ ص ١، و اسد الغابہ ج ١ ص ٦٢

(۲) حضرت ادریسؓ

نام و نسب ادریس نام، شامؓ یا حبشہ کے رہنے والے تھے، حضرت جعفرؓ کے ساتھ حبشہ کے جو عیسائی مدینہ آئے تھے، ان میں یہ بھیؓ تھے،

اسلام آپ نے بھی حضرت ابرہہؓ کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا،

زیارت نبویؐ حبشہ کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی دولت سے بہرہ مند ہوئےؓ،

فضائل آپ بھی ان خوش قسمت اہل کتاب صحابہ میں ہیں جن کے بارے میں قرآن کی متعدد آیتیں نازل ہوئیں، اور اس انعام کے بھی مستحق ہوئے،

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ — یہی لوگ ہیں جن کو دوہرا ثواب ملے گا،

آپ کی زندگی کے عام حالات اور وفات وغیرہ کے متعلق اور کوئی تفصیل نہیں مل سکی،

(۳) حضرت اسیدؓ بن سعید

نام و نسب اسیدؓ نام، باپ کا نام سعید تھا، قبیلہ ھدلؓ جو بنو قریظہؓ ہی کی ایک شاخ تھی، اس سے آپکا نسبی تعلق تھا،

۱؎ اصابہ ج ۱ ص ۲۷ اوپر حضرت ابرہہؓ کے تذکرہ میں شامی یا حبشی ہونے کی تحقیق گذر چکی ہے ۲؎ ایضاً ۳؎ ایضاً
۴؎ اکثر لوگوں نے آپ کا نام اسد بغیر ی کے لکھا ہے مگر استیعاب اور اسد الغابہ میں یہ تصریح ہے کہ صحیح اسید ہے،
ابن ہشام نے بھی اسید ہی لکھا ہے، ابن ہشام ج ۲ ص ۱۲۹، اصابہ ج ۱ ص ۳۳ ۵؎ ھدلی، هذه النسبة
الی الهدال اخوة بنی قريظة ودعوتهم (ای نسبهم ج ۱۸ ص ۲۴۶ لسان) من بنی قريظة (سمعانی) بنو ہدل بنی قریظہ ہی
کی ایک شاخ ہے ۶؎ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۲۹

اسلام | بنو قریظہ کا معاملہ ان کی خواہش کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن معاذؓ کے سپرد کردیا تھا کہ وہ جو فیصلہ کرین گے اسی کے مطابق عمل کیا جائیگا، حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ قبیلہ کے جتنے بالغ مرد ہین وہ سب قتل کیے جائین، اور عورتین اور بچے اور لونڈی غلام بنائے جائین، جب اس فیصلہ کی خبر حضرت اسیدؓ کو ہوئی تو وہ اپنے چند احباب کے ساتھ بنو قریظہ کے پاس گئے، اور ان سے کہا کہ تم لوگون کو ابن الہیبان[1] کی بات یاد نہین ہے کہ تم نے کیا وعدہ کیا تھا؟ اے یہود! اللہ سے ڈرو! اور اس نبی برحق کا اتباع کرو! مگر یہود نے اتباع کرنے اور اسلام قبول کرنے سے گریز کیا، حضرت اسیدؓ اپنے چند ساتھیون کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، اور اپنے اہل وعیال اور مال ودولت کو اللہ کی حفاظت مین دیکر بچالیا،[2]

وفات | آپ کے سنہ وفات کی تصریح تو نہین ملتی، مگر بخاری کے بیان سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ عہد نبویؐ مین اس دار فانی کو چھوڑ چکے تھے،[3]

فضل وکمال | جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کو پورے طور سے یقین ہوگیا کہ نبی موعود

---

[1] ابن الہیبان ایک یہودی عالم تھا، جو شام سے مدینہ چلا آیا تھا، مدینہ کے یہود قحط اور دوسری مصیبتون کے وقت اس سے دعائین کراتے تھے، جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو اس نے یہود کو جمع کیا، اور کہا کہ تمھین معلوم ہے کہ مین شام جیسی سرسبز وشاداب جگہ چھوڑکر مدینہ جیسی غیر شاداب جگہ کیون چلا آیا؟ مین یہان اسلیے آیا تھا کہ مجھے ایک نبی کا انتظار تھا جو یہان ہجرت کرکے آئیگا، مین اگر زندہ رہتا تو اس کا اتباع کرتا، دیکھو! تم لوگ اس کی اطاعت سے گریز نہ کرنا، ورنہ یہ اعراض تمھارے قتل کا سبب بنے گا، چنانچہ بنو قریظہ نے اس سے وعدہ کیا کہ ہم لوگ ایسا ہی کرینگے، جنگ قریظہ کے روز حضرت اسیدؓ نے اسی وعدہ کیطرف اشارہ کیا تھا،

اصابہ ج ۱ ص ۳۳ و ابن ہشام ج ۱ ص ۱۳۷ [2] استیعاب ذکر اسید ج ۱ ص ۳۶ [3] ایضاً

آپ ہی ہیں تو ان کو آپ کے اتباع سے کوئی تعلق اور رشتہ نہ روک سکا، گو آپ کو اس راہ میں نشانۂ ملامت
ومصیبت بننا پڑا، چنانچہ جب آپ اسلام لائے تو یہود نے مختلف طریقہ سے آپ کو ستانا شروع کیا،
اس پر یہ آیت نازل[۵] ہوئی،

لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ (آل عمران)

سب اہل کتاب برابر نہیں ہیں، ان میں ایک جماعت ہے جو (دین) پر قائم ہے، اور رات کے اوقات میں وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے، اور وہ نمازی بھی ہیں،

زندگی کے اور حالات پردۂ خفا میں ہیں، ثعلبہ آپ کے ایک بھائی تھے جن کا ذکر آگے آئے گا،

(۴) حضرت اسد بن عبید رض

نام ونسب | اسد نام، باپ کا نام عبید تھا، آپ بھی قبیلہ ہدل کے ایک فرد تھے[۲]،

اسلام | بنو قریظہ کو آپ نے بھی بہت کچھ سمجھایا، مگر جب وہ اپنی ضد پر اڑے رہے تو حضرت اُسَید[۳] کی طرح انھوں نے بھی اپنے اہل خاندان سے رشتہ توڑ کر اسلام سے جوڑ لیا، اور پھر اس سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئے،

وفات | آپ کی وفات کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی،

عام حالات | زندگی کے عام حالات کے متعلق بھی کوئی اور تفصیل نہیں مل سکی، صاحب تجرید[۴] نے لکھا ہے کہ

لہ ذکر من وجہ عجیب — عجیب وغریب طور سے انکا ذکر ملتا ہے،

غالباً اس سے ابن الہیبان کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، واللہ اعلم بالصواب

---

۱ استیعاب ج ۱ ص ۷۶ و اصابہ ج ۱ ص ۱۳ ۲ استیعاب ج ۱ ص ۳۶ ۳ اصابہ، استیعاب و ابن ہشام ج ۱
۴ تجرید تذکرہ اسد ۵ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے،

فضائل | آپ بھی ان صحابہ مین ہین جن کے بارے مین یہ آیت نازل ہوئی،[1]

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللّٰهِ۔ (آل عمران)

سب اہل کتاب برابر نہین ہین، ان مین سے ایک جماعت (دین) پر قائم ہی جو رات کے اوقات مین وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے،

(۵) حضرت اسد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ

نام ونسب | اسد نام، باپ کا نام کعب[1] بن اسد تھا، یہود مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے آپ کا نسبی تعلق تھا، حافظ ابن حجر کے علاوہ ارباب رجال مین سے کسی نے آپ کا ذکر مستقل[2] طور سے نہین کیا ہی، البتہ ابن جریر نے تفسیر مین اس آیت کے ضمن مین آپ کا اور آپکے بھائی اسید کا نام لیا ہے،

من اهل الكتٰب امة قائمة يتلون آيات الله الخ

اہل کتاب مین سو ایک جماعت ہی جو اللہ کی آیات رات کے اوقات مین پڑھتی ہے،

اسلام | زمانہ قبول اسلام کے متعلق کوئی تفصیل نہین ملتی، غالباً قریظہ کے روز یا اس کے بعد اسلام قبول کیا، آپ کا تذکرہ عموماً حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ کے ساتھ آتا ہے،

فضل وکمال | آپ بھی ان آیات کے مورد اور مصداق ہین جو دوسرے اہل کتاب صحابہ کے

[1] استیعاب ج ۱ ص ۷۳ [2] غالباً یہ وہی کعب ہے جس نے غزوۂ خندق مین قریش وغیرہ سے مدد دینے کا وعدہ کیا تھا، اور قریظہ کے روز قتل کیا گیا، یہ وہ کعب نہین ہین جو محمد بن کعب القرظی مشہور تابعی کے والد ہین، جن کے بارے مین روایتون سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بنو قریظہ کے روز نابالغون مین شمار کرکے چھوڑ دیے گئے تھے، اور بعد مین مسلمان ہو گئے، اصابہ ج ۱ ص ۳۳ [3] استیعاب مین ثعلبہ بن سلام کے حالات کے ضمن مین آپ کا نام بھی آیا ہے، ج ۱ ص ۷۸،

بارے مین نازل ہوئی ہین، قبول اسلام کے بعد یہود نے آپ کو طعن وتشنیع کا ہدف بنالیا تھا، لیکن یہ سب کچھ آپ نے خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا، مگر اپنا رشتہ اسلام سے جوڑنے کے بعد پھر کبھی نہین توڑا، گو اور تمام رشتے ٹوٹ گئے، یہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت ہے۔

(۶) حضرت اسیدؓ بن کعب القرظی

نام ونسب اسید نام، باپ کا نام کعب بن اسد تھا، آپ بھی بنو قریظہ ہی کے ایک فرد تھے، اور حضرت اسدؓ کے جنکا تذکرہ اوپر ہوا ہے، بڑے یا چھوٹے بھائی تھے[1]

اسلام ان کے قبول اسلام کے متعلق بھی متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا کہ کب قبول کیا، غالباً دونون بھائی ساتھ ہی دائرۂ اسلام مین داخل ہوئے ہون گے، بھائی کی طرح زندگی کے دوسرے حالات پردۂ خفا مین ہین، آپ بھی ان تمام افضال وانعام الٰہی کے مورد ومستحق ہین، جنکے مستحق آپ کے بھائی حضرت اسدؓ ہین،

ابن جریر[2] نے اس آیت کے ضمن مین آپ کا نام بھی لیا ہے،

مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ يَّتْلُوْنَ	اہل کتاب مین ایک جماعت ہے جو اللہ کی
اٰيَاتِ اللّٰهِ	آیات کی تلاوت کرتی ہے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی ان مصائب کا شکار ہوئے ہون گے جن کے آپ کے بھائی حضرت اسدؓ اور دوسرے اہل کتاب صحابہ ہوئے تھے،

---

[1] اصابہ ج ۱ ص ۵۰ [2] تفسیر طبری تفسیر آیت مذکورہ سورہ آل عمران

(۷) حضرت اشرف حبشی رضؓ

نام ونسب | اشرف[۱] نام تھا، حبشہ یا شام کے رہنے والے اور عقیدۃً عیسائی تھے،

اسلام | اپنے دوسرے رفقا حضرت ابرہہؓ اور حضرت ادریسؓ وغیرہ کے ساتھ اسلام لائے،

خدمتِ نبویؐ مین آمد | حضرت جعفرؓ کے ساتھ اہل حبشہ کا جو وفد خدمتِ نبویؐ آیا تھا اسمین آپ بھی تھے،

وفات | وفات کے متعلق کوئی تفصیل نہین مل سکی،

فضل وکمال | آپ علماے نصاریٰ مین تھے، حافظ ابن حجر نے آپ کے اوصاف کے سلسلے مین لکھا ہے کہ

من رھبان الحبشۃ[۳] — حبشہ کے راہبون مین سے تھے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا شمار علماے نصاریٰ مین تھا، لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی علوم سے کہان تک واقف ہوئے اسکی تفصیل نہین ملتی، اور نہ آپ سے کوئی روایت ہے،

(۸) حضرت بحیرا الحبشی رضؓ

نام ونسب | بحیرا[۴] نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے اور عقیدۃً نصرانی تھے،

---

[۱] حافظ ابن حجر نے صحابہ کی چار قسمین قرار دی ہین، ان کو قسم اول مین شمار کیا ہے، جس سے انکی اہمیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے [۲] اوپر ان کا تذکرہ آچکا ہے۔ [۳] اصابہ ج ۱ ص ۵۱ [۴] یہ وہ بحیرا الراہب نہین ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نبوت شام مین ملے تھے، ابن اثیر نے دونون کو ایک شمار کیا ہے، اس پر حافظ ابن حجر نے حضرت ابرہہؓ کے حالات مین بحث کرتے ہوئے لکھا ہے، یہ دوسرے بحیرا ہین، ابن اثیر کو غلط فہمی ہوئی ہے اور اسی لیے بحیرا الراہب کو انھون نے قسم رابع مین داخل کیا ہے اور انھین قسم اول مین، اصابہ ج ۱ ص ۲۶

اسلام | غالباً آپ نے بھی اپنے احباب حضرت اشرفؓ و تمامؓ وغیرہ کیساتھ اسلام قبول کیا ہوگا،

زیارت نبوی کا شرف | حضرت جعفرؓ کے ساتھ آپ بھی حبشہ سے مدینہ آئے، اور زیارت نبویؐ سے مشرف ہوئے،

وفات | وفات کا سنہ یا تاریخ معلوم نہیں ہو سکی،

روایت | ابن عدی نے ایک ضعیف واسطہ سے آپ سے یہ ایک روایت نقل کی ہے

عن جعفر بن محمد بن علی بن ابیہ	جعفر بن محمد اپنے دادا سے روایت کرتے
عن جدہ قال سمعت بحیرا الراہب	ہیں کہ انھوں نے بحیرا سے سنا وہ بیان کرتے
یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ	تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ اذا اشرب الرجل کأسًا	سے سنا کہ اگر کسی شخص کو شراب کا ایک
من خمر[1] الخ	پیالہ پلایا جائے،

اور روایت کرنے کے بعد خود ہی جرح[2] بھی کی ہے، جرح کے الفاظ یہ ہیں،

ھذا حدیث منکر ولم اسمع	یہ منکر حدیث ہے، انکے علاوہ بحیرا کی کوئی
بحیرا عند غیر ھذا	اور حدیث نہیں سنی،

---

[1] بقیہ الفاظِ حدیث جستجو و تلاش کے بعد بھی نہیں ملے، تجرید ج ۱ ص ۳۶

[2] حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صاحب حدیث بحیرا راہب شامی ہیں یہ غلط ہے، اگر حدیث صحیح ہے تو یہ وہی بحیرا ہیں جو حبشہ سے حضرت ابرہہؓ کے ساتھ آئے تھے

اصابہ ج ۱ ص ۱۳۹

(۹) حضرت بشیرؓ بن معاویہ

نام و نسب | بشیر نام، ابو علقمہ کنیت، باپ کا نام معاویہ تھا، اسقف نجران کے بھائی تھے۔

اسلام | اہل نجران کے پاس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک پہنچا، تو انھون نے ایک وفد آپ کی خدمت مین دریافت حال کے لیے بھیجا، یہ وفد مدینہ سے نجران واپس ہوا تو راستہ مین اسقف رئیس وفد نے آنحضرت صلعم کے اس نامۂ مبارک کو پڑھنا شروع کیا، اتفاق سے اسی اثنا مین بشیر کی اونٹنی کو ٹھوکر لگی، اس پر انھون نے آنحضرت صلعم کی شان مین کچھ ناملائم الفاظ استعمال کیے، اسقف نے انھین ڈانٹا اور کہا وہ نبی صادق ہین، حضرت بشیرؓ کے دل مین یہ بات گھر کر گئی، انھون نے فرمایا کہ جب وہ نبی صادق ہین تو خدا کی قسم جب تک ان کی خدمت مین نہ پہنچ جاؤن گا، اونٹنی کا کجاوہ نہ کھولون گا، چنانچہ شوق و وارفتگی مین یہ اشعار پڑھتے ہوئے وہان سے پھر مدینہ واپس ہوئے،

الیک تغدو قلقا وضینها   معترضا فی بطنها جنینها

مخالفا دین النصاری دینها

اور خدمت نبوی مین پہونچکر اسلام قبول کیا، اور ساری زندگی دربار رسول کی غلامی مین گذار دی،

شہادت | غزوہ کی تصریح تو نہین مل سکی، لیکن کسی غزوہ ہی مین شہادت پائی،[1]

---

[1] اصابہ جلد اول صفحہ ۱۶۰، قریب قریب ان ہی کے واقعہ سے ملتا جلتا کرز بن علقمہ کا واقعہ بھی ہے، لیکن صاحب اصابہ نے ان کو دو شمار کیا ہے، اور یہ دو اس لیے بھی ہین کہ کرز کا واقعہ مدینہ جاتے ہوئے پیش آیا تھا اور بشیر کا واقعہ وہان سے واپسی پر

(ت)

(۱۰) حضرت تمام رضؓ

تام ونسب | تمام نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے، اور عقیدہ کے اعتبار سے نصرانی تھے،

اسلام | اوپر جن لوگون کا تذکرہ ہوا ہے غالباً اپنے ان ہی رفقار کیساتھ انھون نے بھی اسلام قبول کیا ہوگا

شرف زیارت | آپ بھی حضرت جعفرؓ کے ساتھ حبشہ سے آئے اور زیارت نبویؐ سے بہرہ مند ہوئے،

وفات | وفات اور دوسرے حالات کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی، تجرید مین آپ کے متعلق یہ بھی ہے کہ بحیرا اور ابرہہ کے ساتھ آئے،

وفد مع بحیرا وابرھہ فی حدیث ساقط نمرۃ[۱] | بحیرا اور ابرہہ کے ساتھ یہ بھی ساقط ترہ والے واقعہ مین تھے،

آپ بھی ان تمام فضائل اور انعام کے مورد ہین جسکے مورد دوسرے اہل کتاب صحابہ ہین،

(۱۱) حضرت تمیم الحبشیؓ

نام ونسب | تمیم نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے اور عقیدہ کے اعتبار سے عیسائی تھے.

اسلام | آپ کے چند احباب کا تذکرہ ہو چکا ہے، غالباً آپ نے بھی حبشہ مین ان کے ساتھ اسلام قبول کیا ہوگا.

شرف زیارت | حبشہ کے وفد کے ساتھ آپ بھی مدینہ آئے، اور شرف زیارت نبویؐ سے بہرہ ور ہوئے

روایت | آپ سے کوئی روایت نہین ہے،[۲]

وفات وعام حالات کے متعلق کوئی تفصیل نہین ملتی،

[۱] حدیث کا پورا متن بڑی کاوش کے بعد بھی نہین مل سکا، اصابہ ج ۱ ص ۱۸۳، تجرید ج ۱ ص ۶۱ [۲] اصابہ اور اسد الغابہ

(۱۴) حضرت تمیم داریؓ

نام ونسب | تمیم نام، ابورقیہ کنیت، داری نسبت ہے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، تمیم بن اوس بن خارجہ ابن سور بن خزیم بن ذراع بن عدی بن الدارؒ بن ہانی بن حبیب بن نمارہ بن لخم بن عدی بن عمر بن سبا، ابن ہشام نے عمرو وسبا کے درمیان دو ایک نام اور بڑھائے ہیں، شام کے رہنے تھے، قبیلہ لخم[۲] سے نسبی تعلق تھا، اور مذہباً عیسائی تھے،

اسلام | سنہ ۹ھ میں اپنے بھائی نعیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور مشرف باسلام ہوئے،[۳]

غزوات | اسلام لانے کے بعد سے جتنے غزوات پیش آئے سب میں شریک ہوئے[۴]، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفاف کے لیے شام میں قریۂ عینون کا ایک حصہ آپ کو دیدیا تھا، اور اسکی تحریری سند بھی لکھ دی تھی، مگر دیار محبوب کی محبت نے وطن کی محبت فراموش کردی، چنانچہ عہد نبویؐ کے بعد خلفائے ثلاثہ کے زمانہ تک آپ مدینہ ہی میں رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب ملی فتنہ وفساد شروع ہوا تو آپ بادل ناخواستہ مدینہ چھوڑ کر اپنے وطن شام چلے گئے،[۵]

---

[۱] حافظ ابن عبد نے داری کی نسبت کی یہ وجہ بتائی ہے کہ لخم کی ایک شاخ دار ہے، اور یہ نسبت اسی کی طرف ہے، مگر یہ توجیہ صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ انکے اجداد میں ایک شخص کا نام دار ہے جیسا کہ سلسلۂ نسب میں مذکور ہے، یہ نسبت اسی کی طرف ہے اس کی تائید سمعانی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے، فاما النسبۃ الی الجد فمنہم ابو رقیۃ الداری (سمعانی ص ۲۱۹ ذکر داری) [۲] لخم وجذام یمن کے رہنے والے تھے جو شام میں آکر اقامت پذیر ہوگئے تھے (سمعانی ذکر لخم ص ۴۹۵) [۳] اصابہ، استیعاب، ابن سعد [۴] ابن سعد، اسد الغابہ [۵] ابن سعد جزء ۷ قسم ۲ ص ۱۱۳، اسد الغابہ کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مستقل طور پر شام ہی میں رہتے تھے مگر ابن سعد کا بیان زیادہ صحیح ہے کہ اسلام لانے کے بعد مدینہ ہی میں قیام پذیر ہوگئے تھے، حضرت عثمانؓ کے بعد مستقل طور سے شام واپس چلے گئے،

آپ جب شام سے مدینہ آئے، تو اپنے ساتھ کچھ قندیلین اور تھوڑا سا تیل بھی لیتے آئے مدینہ پہنچکر قندیلون مین تیل ڈال کر مسجد نبوی مین لٹکا دین، اور جب شام ہوئی تو انھون نے انھین جلا دیا، اس سے پہلے مسجد مین روشنی نہین ہوتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین تشریف لائے اور مسجد کو روشن پایا تو دریافت فرمایا کہ مسجد مین روشنی کس نے کی ہے، صحابۂ کرام نے حضرت تمیم کا نام بتایا، آپ بیحد خوش ہوئے، انکو دعائین دین اور فرمایا کہ اگر میری کوئی لڑکی ہوتی تو مین تمیم سے اسکا نکاح کر دیتا، اتفاق سے اسوقت نوفل بن حارث موجود تھے، انھون نے اپنی بیوہ[1] صاحبزادی ام المغیرہ کو پیش کیا، آپ نے اسی مجلس مین ام المغیرہ سے حضرت تمیم کا نکاح کر دیا،[2]

وفات مدینہ سے واپسی کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی اور آخر عمر تک زاہدانہ اور درویشانہ زندگی بسر کی[3] سنہ ھ مین داعی اجل کو لبیک کہا، اور بیت جبرون مین مدفون ہوئے،

اولاد آپ کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، صرف ایک صاحبزادی رقیہ تھین جنکی نسبت سے آپکی کنیت ابو رقیہ ہے،

علم وفضل اسلام سے پہلے آپ کا شمار علمائے نصاریٰ مین تھا، قبول اسلام کے بعد علمی ذوق قرآن مجید کی جانب منتقل ہو گیا اور اس سے پوری واقفیت پیدا کی، قتادہ کا قول ہے کہ

کان من علماء اهل الکتابین[4] — آپ کا شمار انجیل و قرآن کے علماء مین تھا،

بعض لوگون[5] نے آپ کا شمار ان صحابہ مین کیا ہے، جنھون نے عہد نبوی مین قرآن جمع کیا تھا،

تراویح کی امامت فتح الباری مین ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے تراویح باجماعت قائم کی تو مردون کا

---

[1] پہلے ان کا نکاح براء یا ابو البراء سے ہوا تھا [2] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۱۵ [3] ارباب طبقات نے آپکا سنہ وفات نہین لکھا ہے البتہ تہذیب التہذیب مین ہے کہ آپ کی قبر پر کچھ ایسے نشانات پائے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۴۰ھ مین ہوئی تہذیب ص ۵۱۲ جلد ۱ [4] اصابہ مین حبرین ہے اور تہذیب مین جبرون، ہمنے تہذیب ہی کے بیان کو اختیار کیا تہذیب ج ۱ ص ۵۱۳ [5] سمعانی ج ۱ ص ۲۱۹ [6] تہذیب ایضاً [7] ابن سعد جزء ۲ قسم ۲ ص ۱۳،

امام ابی بن کعب کو اور عورتون کا امام تمیم داری کو مقرر کیا،[1]

ایک روایت | آپ کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک واقعہ جو مسلم مین موجود ہے، روایت کیا ہے[2]، اسکے علاوہ بہت سے کبار صحابہ اور تابعین نے بھی آپ سے روایتین کی ہین، مثلاً

عبد اللہ بن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ، انس بن مالکؓ، زرارہ بن اوفی، روح بن زنباع، عبد اللہ ابن موہب، عطا بن یزید اللیثی، شہر بن حوشب، عبد الرحمن بن غنم، سلیم بن عامر، شرحبیل بن مسلم، قبیصہ بن ذویب، کثیر بن مرہ، ازہر بن عبد اللہ وغیرہ،[3]

چونکہ آپ متاخر الاسلام تھے، اس لیے آپ کی روایتون کی تعداد کچھ زیادہ نہین ہے، مسند مین ۱۲ حدیثین آپ کی سند سے درج ہین،[4]

اتباع سنت اور مواظبت عمل | آپ کو اتباع سنت کا بڑا لحاظ تھا اور جس سنت پر ایک مرتبہ عمل شروع کر دیتے تھے، اس پر ہمیشہ مواظبت کرتے، چنانچہ معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے تھے، حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ جن لوگون کو نماز عصر کی ادائگی کے بعد نفل پڑھتے دیکھتے، انھین منع فرماتے اور بعض اوقات سزا بھی دیتے، ایک مرتبہ تمیم داری سے بھی اس کے متعلق فرمایا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو درشت لہجہ مین جواب دیا کہ

لا ادعهما صليتهما مع من هو	مین ان دو رکعتون کو ہرگز نہین چھوڑون گا مین نے تو یہ
خير منك رسول الله صلى الله عليه وسلم	دو رکعتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ پڑھی ہین جو تم سے بہتر ہین،

یہ سنکر حضرت عمرؓ نے پھر کوئی باز پرس نہین کی، اور فرمایا کہ اگر تمام لوگ تمھاری ہی طرح

۱؎ فتح الباری ص ۱۹۰ ج ۴ بعض [illegible] مین تمیم داری کے بجائے سلمان بن حثمہ کا نام ہے، ائمہ حدیث نے اسکی یہ توجیہ کی ہے کہ دونون اسی مختلف اوقات مین اس خدمت پر متعین ہوے ۲؎ محدثین نے اسی روایت سے روایۃ الاکابر عن الاصاغر ایک مستقل اصول روایت بنالیا ہے اور یہی اسکی پہلی مثال ہے مسلم شریف ذکر جساسہ ۳؎ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۱۱ ۴؎ یہ تمام نام استیعاب مین درج ہین یہ تمام نام مسند سے لیے گئے ہین ج ۴ ص ۱۰۲

ہو جائین، تو مجھے کوئی پروا نہیں،[۱]

حصول ثواب کے لیے کام | ایک مرتبہ روح بن زنباع آپ کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ گھوڑے کیلئے جو صاف کر رہے ہین، اور گھر کے تمام لوگ آپکے گرد بیٹھے ہوئے ہین، روح نے عرض کیا، کیا یہ ان لوگون مین سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس کام کو کر سکے، آپنے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

مامن امرء مسلم ینقی لفرسہ	جب کوئی مسلمان اپنے گھوڑے کیلیے دانہ
شعیراً ثم یعلفہ علیہ کتب لہ	صاف کرتا ہے اور پھر اسکو کھلاتا ہی تو ہر دانہ
بکل حبة حسنة[۲]	کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے،

اس لیے مین خود اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہون، تاکہ ثواب سے محروم نہ رہ جاؤن،

عبادت | آپ کا شمار ان صحابہ مین تھا جو زہد و تقوی، عبادت و ریاضت مین ضرب المثل تھے، مشکل ہی سے کبھی آپ کی نماز تہجد ناغہ ہوتی، تہجد مین بسا اوقات ایک آیت اتنی بار دہراتے کہ پوری رات ختم ہو جاتی، ایک مرتبہ آپ تہجد مین جب اس آیت

ام حسب الذین اجترحوا السیئات	جو لوگ برے کام کرتے ہین کیا وہ گمان کرتے ہین
ان نجعلہم کالذین آمنوا وعملوا	کہ ہم انکو انکے برابر رکھین گے جنھون نے ایمان و عمل صالح
الصالحات سواء محیاہم ومماتہم (جاثیہ)	کو اختیار کیا کہ ان سبکا مرنا جینا برابر ہو جائے

پر پہنچے تو اسی کو رات بھر دہراتے رہے، یہانتک کہ صبح ہو گئی،[۳]

محمد بن سیرین بیان فرماتے ہین کہ کبھی کبھی ایک رکعت مین پورا قرآن ختم کر دیتے تھے،[۴]

[۱] مسند جلد ۴ ص ۱۰۲ [۲] ایضاً ص ۱۰۳ [۳] اصابہ، اسد الغابہ، نسائی مین بھی یہ روایت ہی [۴] تہذیب التہذیب ذکر تمیم،

انھون نے ایک بہت قیمتی جوڑا خریدا تھا، جس روز ان کو شب قدر کی توقع ہوتی تھی اسے اس روز پہنتے تھے،[۵]

ریا سے پرہیز | باین ہمہ اپنی عبادات کو لوگون پر ظاہر نہین ہونے دیتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ رات مین کتنی نمازین پڑھتے ہین، آپ اس سوال پر بہت ناراض ہوئے، اور فرمایا کہ ایک رکعت نماز جسے مین رات کی تنہائی مین پڑھون، وہ مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ مین رات بھر نماز پڑھون اور صبح کو سب سے بیان کرتا پھرون[۲]۔

مسجد مین روشنی کی ابتدا | یہ آپ کا بہت بڑا شرف ہے کہ آپ نے مسجد مین روشنی کی سنت حسنہ جاری کی، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تمیم داری پہلے شخص ہین جنھون نے مسجد مین چراغ جلانے اور روشنی کرنے کی ابتدا کی[۳]،

ایک کرامت | حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین ایک مرتبہ مقام حرہ مین آگ لگی حضرت عمرؓ حضرت تمیم داریؓ کے پاس آئے اور ان سے واقعہ بیان کیا، حضرت تمیمؓ وہان گئے، اور بے خطر آگ مین گھس گئے اور اس کو بجھا کر صحیح و سالم واپس چلے آئے۔ حضرت عمرؓ آپ کو خیر اہل المدینہ (مدینہ کے سب سے اچھے اور نیک آدمی) فرمایا کرتے تھے[۴]،

حلیہ ولباس | خوش پوش، خوش وضع اور خوبصورت آدمی تھے[۵]

(ث)

(۱۳) حضرت ثعلبہؓ بن سعیۃ الہدلی

نام ونسب | ثعلبہ نام، باپ کا نام سعیہ، قبیلہ ہدل جو بنو قریظہ کی ایک شاخ تھی[۶] اس سے

۱؎ صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۳۱۰ ۲؎ ایضاً ۳؎ ابن ماجہ باب المساجد ص ۵۶ ۴؎ اصابہ ج ۲ ص ۹۷، ۴۸

۵؎ اسد الغابہ ص ■ ج ۱ ۶؎ اس کی تحقیق حضرت اسیدؓ کے حالات مین گذر چکی ہے،

نسبی تعلق تھا، حضرت اسیدؓ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے ان کے حقیقی بھائی تھے۔

اسلام جب بنو قریظہ کے قتل کا فیصلہ ہوا تو حضرت ثعلبہؓ قبیلہ کے دو تین نوجوانون کے ساتھ اہل قبیلہ کے پاس گئے اور ان کو ابن الہیبانؓ کی وصیت اور اس کا وعدہ یاد دلا کر سمجھانے کی کوشش کی اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی، لیکن جب یہ کوشش بے سود رہی تو اپنے بھائی حضرت اسیدؓ اور قبیلہ کے ایک اور نوجوان اسد بن عبید کیساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر خود اسلام قبول کیا،[۲]

آپ کی زندگی کے اور دوسرے حالات نہین مل سکے۔

وفات سنہ وفات کی تصریح نہین مل سکی البتہ امام بخاری کے بیان سے اتنا پتہ چلتا ہے، کہ حیات نبویؐ ہی مین وہ اس دار فانی کو چھوڑ چکے تھے۔[۳]

فضل وکمال اہل کتاب صحابہ کے عام فضائل ومحامد کے ساتھ۔۔۔ حضرت ثعلبہ ابن سعیہؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ جب حضرت ریحانہؓ غزوۂ بنو قریظہ مین گرفتار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئین، تو آپ کی خواہش ہوئی کہ وہ اسلام قبول کرلین، مگر وہ کسی طرح اس پر راضی نہ ہوئین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسلام نہ لانیکا بیحد رنج تھا، ایک روز آپ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت ثعلبہ ابن سعیہؓ آئے اور آہستہ سے آپ سے حضرت ریحانہؓ کے اسلام قبول کرلینے کی خوشخبری سنائی، آنحضرت صلعم نے مسرت آمیز لہجہ مین حاضرین سے فرمایا کہ ثعلبہ ریحانہ کے اسلام کی خوشخبری لیکر آئے ہین! (ابن ہشام جلد ۲)

---

[۱] پورا قصہ حضرت اسیدؓ کے حالات مین لکھا جاچکا ہے۔ [۲] اصابہ ذکر اسید ج ا ص ۴۳، بعض لوگون کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے ساتھ اسلام لائے مگر صاحب اسد الغابہ نے اس کی تردید کی ہے، ابن ہشام وغیرہ کا بیان بھی اسکے خلاف ہے، اسد الغابہ ج ا ص ۲۴۱ و ابن ہشام ج ۲ ص ۱۶۹ [۳] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴۴

(۱۴) حضرت ثعلبہؓ بن سلام

نام ونسب | ثعلبہ نام، باپ کا نام سلام، حضرت عبداللہؓ بن سلام کے بھائی تھے، پورا سلسلۂ نسب،
عبداللہؓ بن سلام کے تذکرہ میں آئے گا۔

اسلام | آپ کے اسلام لانے کا زمانہ متعین نہین کیا جاسکتا، مگر اتنا معلوم ہے آپ عبداللہؓ
ابن سلام کے بعد اسلام لائے ہ[1]

وفات | آپ کی وفات کے بارے مین بھی کوئی تصریح نہین ملتی اور نہ آپکی زندگی کے
عام حالات اور کارنامے کے متعلق کوئی تذکرہ ملتا ہے،

(۱۵) حضرت ثعلبہؓ بن قیسؓ

نام ونسب | ثعلبہ نام، باپ کا نام قیسؓ یہود مدینہ سے تھے، مگر یہ تصریح نہین مل سکی کہ کس
قبیلہ سے تعلق تھا،

اسلام | صحیح طور سے نہین کہا جاسکتا کہ آپ نے کب اسلام قبول کیا لیکن چونکہ ان آیتون
کی تفسیر کے ضمن مین جو اہل کتاب صحابہ کے بارے مین نازل ہوئین، آپ کا نام عبداللہؓ بن سلام
وغیرہ کے ساتھ آتا ہے اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ متقدم الاسلام ہون گے۔

وفات | سنہ وفات کے متعلق بھی کوئی تصریح نہین مل سکی۔

فضائل | یون تو ان تمام فضائل وانعام کے آپ بھی مستحق ہین جنکے دوسرے اہل کتاب مستحق
ہین، لیکن ذیل کی دو آیتون کے ضمن مین خصوصیت سے آپکا نام بھی مفسرین لیتے ہین، سبب کذا

[1] اصابہ ج ۲

قریش آنحضرت صلعم اور قرآن کے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے تو اس کے لیے ایک ثبوت یہ بھی پیش کیا گیا

اَوَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ	کیا ان کیلیے یہ بات دلیل نہین ہے کہ اسکو (قرآن)
عُلَمٰٓؤُا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ[۱]	علماے بنی اسرائیل جانتے ہین ۔

علما سے جو لوگ مراد ہین مفسرین ان مین حضرت ثعلبہؓ کا نام بھی لیتے ہین ، ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ اور حضرت ثعلبہؓ وغیرہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور انھون نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ آپ پر قرآن پر حضرت موسیٰؑ اور توریت اور حضرت عزیرؑ پر تو ضرور ایمان لاتے ہین مگر اس کے علاوہ تمام کتب و رسل کو ماننا ضروری نہین سمجھتے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ؛

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ	اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے
وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ	رسول پر اور اسکی کتاب پر جو اللہ نے اپنے
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ	رسول پر اتاری اور ان کتابون پر جن کو
اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (نساء -)	اللہ نے اس سے پہلے اتارا ہے ،

زندگی کے دوسرے حالات و کمالات پردۂ خفا مین ہین ،

[۱] سورہ شعرا یقیناً مکی ہے ، مگر اس کی پانچ آیتون کے نزول کے بارے مین مفسرین کے مختلف اقوال ہین جو لوگ اس آیت کو بھی مدنی کہتے ہین ، ان کے نزدیک تو کوئی اشکال نہین ہے ، لیکن جو لوگ اس کو مکی کہتے ہین ان کے سامنے یہ اشکال آتا ہے کہ مکہ مین علماے بنی اسرائیل کہان تھے ، اس کا انھون نے یہ جواب دیا ہے کہ کفار مکہ نے مدینہ کے علما سے یہود سے آنحضرت صلعم کے متعلق دریافت کرایا تھا تو انھون نے جواب دیا کہ وہ زمانہ یہی ہے ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی ، بہرحال دونون صورتون مین آیت کے مخاطب یہی حضرات ہین ۔

(۱۷) حضرت ثعلبہؓ بن ابی مالک

نام ونسب ثعلبہ نام، ابو یحیٰی کنیت، حضرت ابو مالکؓ صحابی کے جنکا تذکرہ آگے آئے گا، صاحبزادے تھے، اصلی وطن یمن تھا، آپ کے والد ترک وطن کرکے مدینہ آئے، اور یہین سکونت اختیار کرلی،

اسلام اپنے والد کی طرح خود بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اور باختلافِ[1] روایت شرف صحبت سے بھی سرفراز ہوئے،

اصابہ مین مصعب الزبیری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہی کہ غزوۂ بنی قریظہ کے روز جو بچے نابالغ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیے گئے تھے، ان مین حضرت ثعلبہؓ بھی تھے؛ امام بخاری نے تاریخ الکبیر مین لکھا ہے کہ

---

[1] ان کے صحابی ہونے مین ارباب رجال کی روایتین مختلف ہین، اصابہ اور تاریخ کبیر کی روایتون سے پتہ چلتا ہی کہ وہ غزوۂ بنی قریظہ کے وقت اچھے خاصے بڑے تھے جس کے معنی یہ ہوتے ہین کہ جب انھون نے اسلام قبول کیا ہوگا تو وہ سن شعور کو پہنچ گئے تھے، اسد الغابہ مین ہے کہ ولد علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (آنحضرت صلعم کے زمانہ مین پیدا ہوئے) جس سے انکی صحابیت اور عدم صحابیت دونون کا احتمال ہے، ابن حاتم اور ابن حبان نے ان کو زمرۂ تابعین مین شمار کیا ہے، یحیی ابن معین فرماتے ہین لہ رویۃ (انھین دیدار نبوی حاصل ہوا) حافظ ابن حجر نے اصابہ مین تو احتمال کا اظہار کیا ہے لیکن تہذیب التہذیب مین لکھا ہے کہ حضرت ثعلبہؓ نے آنحضرت صلعم کی زیارت کی ہے، اور ان سے بغیر کسی واسطہ کے روایت بھی کی ہے،

ان تمام بیانات سے اندازہ ہوتا ہی کہ زیادہ تر ارباب رجال کا رجحان انکی صحابیت کیطرف ہی، گو تابعین مین داخل کرنے والے حضرات کے اقوال بھی بالکل نظر انداز نہین کیے جاسکتے، لیکن مین نے حافظ ابن حجر کی اتباع مین انھین صحابہ ہی کی فہرست مین رکھا ہے۔

کان کبیراً ایام بنی قریظة (ج ۱ ص ۱۶۴) غزوۂ بنو قریظہ کے زمانے میں وہ بڑے تھے؛

بخاری کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بالکل بچے نہیں تھے بلکہ سن شعور کو پہنچ چکے تھے لیکن بہرحال ان کے زمانہ قبول اسلام کے متعلق کوئی صحیح تعیین کی جا سکتی،

وفات سنہ وفات کا علم نہیں ہو سکا،

اولاد ان کی دو اولاد ابو مالک اور منظور کا ذکر حافظ ابن حجر نے تہذیب میں کیا ہے لیکن دوسرے ارباب رجال نے صرف ابو مالک کا نام لیا ہے،

علم و فضل حضرت ثعلبہؓ کا گھرانہ علم و فضل میں ممتاز تھا، آپ کے والد حضرت ابو مالکؓ عہد عتیق کے عالم تھے، آپ کے دونوں صاحبزادے اور ایک بھتیجے محمد بن عقبہ صاحب علم و فضل اور صاحب روایت تھے، خود حضرت ثعلبہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بڑے بڑے صحابہ سے روایتیں کی ہیں، مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت حارثہؓ بن نعمان، حضرت جابرؓ اور ابن عمرؓ وغیرہ۔[۲] ان سے حسب ذیل حضرات نے روایتیں کی ہیں، ان کے دونوں صاحبزادے، امام زہری، مسور بن رفاعہ، محمد بن عقبہ، صفوان بن سلیم، ابن الہاد۔[۳][۴][۵]

امامت قبیلہ بنو قریظہ کے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے، ان کی نماز کی امامت کم عمری کے باوجود حضرت ثعلبہؓ ہی کے سپرد تھی، تہذیب میں ہے۔

---

[۱] التاریخ الکبیر میں امام کا لفظ ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے امام بخاری کا یہی قول تہذیب میں نقل کیا ہے جس میں ایام بنی قریظہ ہے، اگر ایام کا لفظ صحیح ہے تو معنی یہ ہوئے کہ وہ غزوۂ بنی قریظہ کے وقت اچھی خاصی عمر کے تھے، اور اگر امام کا لفظ مانا جائے، تو اس مشہور روایت سے تطابق ہو جائے گا، جس میں ہے کہ وہ بنو قریظہ کے امام تھے [۲] تہذیب ذکر ثعلبہ [۳] تاریخ الکبیر ذکر ثعلبہ [۴] تہذیب ذکر ثعلبہ [۵] تاریخ الکبیر ایضاً،

وَكَانَ ثعلبة يومئذٍ بني قريظة غلاماً	حضرت ثعلبہؓ بچپن کے باوجود بنی قریظہ کی امامت کرتے تھے،

اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ غزوۂ بنی قریظہ کے وقت کم سن تھے،

(۱۷)

حضرت جارودؓ بن عمرو

(وج)

نام نسب بشر نام، ابو منذر کنیت، جارود لقب، نسب نامہ یہ ہے، جارود بن عمرو ابن معلی عبدی قبیلہ عبد قیس کے سردار تھے، جارود کا لقب ایک خاص واقعہ کی یادگار ہے، زمانہ جاہلیت مین انھون نے قبیلہ بکر بن وائل کو لوٹ کر بالکل صاف کر دیا تھا، "جرد" کے معنی بے برگ و بار کے ہین، اسلیے جارود ان کا لقب پڑ گیا، اسی واقعہ کو بطور مثال ایک شاعر کہتا ہے،

فدسناهم بالخيل من كل جانب　　كما جرد الجارود بكر بن وائل

ہم نے ہر طرف سے دشمن کو اپنی لشکر کے ذریعہ روند ڈالا جس طرح کہ جارود نے بکر بن وائل کو صاف کیا تھا،

اسلام جارود مذہباً عیسائی تھے، قبیلہ عبد قیس کے وفد کے ساتھ سنہ ۱۰ھ مین مدینہ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، انھون نے کہا محمد مین ایک مذہب پر تھا، اب تمھارے مذہب کے لیے اپنے مذہب کو چھوڑنے والا ہون، میرے تبدیل مذہب کے بعد تم میرے ضامن ہوگے؟ فرمایا ہان، مین تمھارا ضامن ہون، خدا نے تم کو تمھارے مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی ہے، اس مختصر سوال و جواب کے بعد جارود اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، انکے ساتھ انکے اور ساتھی بھی مشرف بہ اسلام ہوئے، آنحضرت صلعم کو ان کے اسلام لانے پر بڑی مسرت ہوئی، آپ نے انکی بڑی عزت و توقیر کی، قبول اسلام کے بعد وطن لوٹنے کا قصد کیا اور آنحضرت صلعم

۱؎ اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۱، اصابہ اول تذکرہ جارودؓ ۲؎ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۴۶، بعض (باقی ص ۲۸ پر)

سے سواری مانگی لیکن سواری کا انتظام نہ ہو سکا، تو جارود نے اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ! راستے میں ہم کو دوسروں کی بہت سی سواریاں ملیں گی ان کے استعمال میں لانے کی اجازت ہے؟ فرمایا نہیں انھیں آگ سمجھو، غرض جارود خلعتِ اسلام سے سرفراز ہونے کے بعد وطن واپس گئے،[1]

فتنۂ ارتداد فتنۂ ارتداد میں ان کے قبیلہ کے بہت سے آدمی مرتد ہو گئے لیکن ان کے استقامت ایمانی میں کوئی تزلزل نہ آیا، چونکہ سردار قبیلہ تھے اس لیے اپنے اسلام کا اعلان کرکے دوسروں کو ارتداد سے روکتے تھے[2]

شہادت حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بصرہ میں اقامت اختیار کر لی اور ایران کی فوجکشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، باختلاف روایت فارس یا نہاوند کے معرکہ میں شہید ہوئے[3]

اولاد آپ کے ایک صاحبزادہ منذر تھے، جن کی نسبت سے آپ کی کنیت ابو منذر ہے،

فضل وکمال ابو مسلم الجذمی، ابو القموص، زید بن علی، اور محمد بن سیرین نے ان سے روایت کی ہے، جارود شاعر تھے، اشعار ذیل بارگاہ نبوی میں بطور نذر عقیدت پیش کیے تھے[4]

(بقیہ حاشیہ ص۲۳) روایتوں میں ہے کہ جب وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جارود تم نے اور تمھاری قوم نے آنے میں بہت دیر کی، جارود نے معذرت پیش کی اور کہا کہ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں، میں نے آپ کے صفات انجیل میں دیکھے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوشخبری دی ہے، پھر آنحضرت سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ تو پھیلائیں، پھر آپ نے کلمہ پڑھا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے، "تاریخ ابن عساکر ص ۵۶" ۳ اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۶۱ [1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۶ [2] ایضاً [3] اصابہ جلد اول ص ۲۱۷

[4] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۵۴ [5] اصابہ جلد اول ص ۲۲۶

شهدت بان اللہ حق وسامحت | بنات فوادی بالشهادة والنهضی

مین نے گواہی دی کہ اللہ حق ہی اور میرے جذبات نے بھی اس شہادت اور عمل مین میرا ساتھ دیا،

فابلغ رسول اللہ انی رسالۃ | بانی حنیف حیث کنت من الارض

میری طرف سے رسول اللہ صلعم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ مین زمین کے جس حصہ پر بھی رہون گا موحد رہونگا،

واجعل لنفسی دون کل ملمۃ | لکم جنۃ من عرضکم عرضی

ہر مصیبت کے وقت مین اپنی جان پیش کر دون گا، اے مسلمانو! تمہاری عزت کیلیے میری عزت ڈھال ہے

فان لم تکن داری بیثرب فیکم | فانی لکم عند الاقامۃ والخفض

اگرچہ میرا مستقل قیام یثرب مین نہین ہے، مگر اس عارضی اقامت مین بھی مین تمہارا ہی ہون،

اخلاق | جارود کے صحیفۂ کمال مین آزادی، جرأت اور اظہار حق مین بے باکی کا عنوان نہایت جلی تھا، جس بات کو حق سمجھ لیتے تھے پھر اس کے اظہار مین وہ کسی کی پروا نہین کرتے،

ایک مرتبہ بحرین کے گورنر قدامہ بن مظعون کو بعض رومیون نے شراب پیتے ہوئے دیکھا، جارود کو اس کا علم ہوا تو حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہا کہ امیر المومنین قدامہ نے شراب پی ہے ان پر شرعی حد جاری کیجئے، آپ نے شہادت طلب کی، جارود نے ابوہریرہ کو پیش کیا، حضرت ابوہریرہؓ نے شہادت دی کہ مین نے نشہ کی حالت مین قے کرتے ہوئے دیکھا ہے، حضرت عمرؓ نے قدامہ کو طلب کیا، وہ آئے، ان کے آنے کے بعد جارود نے پھر کہا، امیر المومنین کتاب اللہ کی رو سے حد جاری کیجئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم کو اتنا اصرار کیون ہے، تم گواہ ہو مدعی نہین ہو، تمہارا کام شہادت دینا تھا جسے تم پورا کر چکے، اس وقت جارود خاموش ہو گئے، لیکن دوسرے دن پھر اصرار کیا، شہادت ناکافی تھی، اس لیے حضرت عمرؓ کو جارود کا بیجا اصرار ناگوار ہوا، اور فرمایا، تم تو مدعی بنے جاتے ہو، شہادت صرف ایک ہے، اس اعتراض پر جارود

نے کہا، عمرؓ! مین تم کو خدا کی قسم دلاتا ہون کہ حد مین تاخیر نہ کرو، آخر مین جارود کی بیجا ضد پر حضرت عمرؓ کو تنبیہ کرنا پڑی کہ جارود خاموش رہو، ورنہ مین بری طرح پیش آؤن گا، اس تنبیہ پر جارود نے غضب آلود ہوکر کہا، عمرؓ! حق اس کا نام نہین ہے کہ تمھارا ابن عم شراب پیئے اور تم الٹے مجھے برے سلوک کی دھمکی دو، آخر مین جب قدامہ کی بیوی نے شہادت دی تو حضرت عمرؓ نے حد جاری کرائی،[1]

روایت | آپ چونکہ متاخر الاسلام تھے، اس لیے آپ کی روایتون کی تعداد بہت ہی کم ہے، مسند مین یہ ایک روایت ہے،

ضالۃ المومن حرق النار[2] .... مومن کی گم شدہ چیز کو جس نے اپنی ملکیت بنایا اس نے اپنے کو آگ مین جلایا،

آپ سے صحابہ مین حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور تابعین مین ابو مسلم الجذامی، مطرف بن عبد اللہ بن شخیر، زید بن علی و ابوالقموص بن سیرین وغیرہ نے روایت کی،

(۱۸) حضرت جبرؓ

نام ونسب | جبر نام، عبد اللہ بن الحضرمی کے غلام اور مذہباً یہودی تھے،

اسلام | خدمت نبوی مین اکثر ان کی آمد ورفت رہا کرتی تھی، ایک روز رسول اللہ صلعم نے ان کے سامنے سورۂ یوسف تلاوت فرمائی، ان پر کلام الٰہی کا ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے،[3]

---

[1] اس واقعہ کو تمام ارباب سیر نے قدامہ کے حالات مین لکھا ہے [2] مسند ج ۵ ص ۸۰ یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے [3] اصابہ ج ۱ ص ۲۲۱

تعذیب اور کتمان اسلام | لیکن چونکہ وہ ابن حضرمی کے خاندان کے غلام تھے، اور اس خانوادہ نے ابھی تک اسلام قبول نہین کیا تھا، اس لیے ان کو ڈر تھا کہ اگر وہ اسلام کا اظہار کرتے ہین تو ان کی جان کی خیر نہین، اس بنا پر انھون نے اسلام کا اظہار نہین کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان آمد و رفت یا کسی اور ذریعہ سے جب انھین ان کے اسلام قبول کر لینے کی اطلاع ہوئی تو انھون نے ان پر سختی شروع کی اور ان کو دائرۂ اسلام سے خارج ہونے پر مجبور کیا، لیکن اسلام کی تاثیر ایسی نہین تھی کہ وہ ایک بار دل مین گھر کر جانے کے بعد زائل ہو سکے، چنانچہ ظاہری طور پر تو انھون نے اسلام سے برأت کا اظہار کر دیا لیکن قلب کے سوز و گداز کا حال ویسا ہی تھا، چنانچہ قرآن نے ان کے متعلق فرمایا،

وقلبه مطمئن بالایمان (اسکو کفر کے اظہار پر مجبور کیا گیا) لیکن اسکا قلب ایمان پر مطمئن ہے،

فتح مکہ اور آزادی | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مین تھے اسی وقت انھون نے اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن فتح مکہ تک اپنے اسلام کو چھپاتے رہے، جب مکہ فتح ہو گیا تو آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے، اور اپنی تکالیف اور گذشتہ مشقتون کا اظہار کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا، آزادی کے بعد انھون نے پوری زندگی بڑی فارغ البالی سے گذاری،

نکاح | بنی عامر کی کسی معزز عورت سے ان کی شادی ہوئی تھی، [1]

ذریعہ معاش | تلوار اور برتن وغیرہ کی صفائی اور قلعی کا کام ان کا ذریعۂ معاش تھا، [2]

فضائل | بہت سی آیتون کے سبب نزول کے ضمن مین ان کا نام بھی آتا ہے، طبری

[1] اصابہ جلد ۱ ص ۲۲۴ [2] ایضاً

نے اس آیت کے ضمن میں

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ اَعْجَمِیٌّ وَھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھاتا ہے، جس شخص کی طرف اسکی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے، اور یہ قرآن صاف عربی ہے،

خصوصیت کے ساتھ ان کا نام لیا ہے،

(۱۹) حضرت جبلؓ

نام ونسب جبل نام، قبیلہ ذبیان سے نسبی تعلق تھا مگر یہود بنی قریظہ کے ساتھ مدینہ میں رہتے تھے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، جبل بن جوال بن صفوان بن بلال بن اصرم بن ایاس بن عبد غنم بن جحاش بن مجالہ بن مازن بن ثعلبہ بن سعد بن ذبیان النشاء الذبیانی ثم الثعلبی[۱]،

اسلام آپ کے قبول اسلام کا زمانہ صحیح طور پر معلوم نہیں، ارباب رجال صرف اتنا کہتے ہیں

کان یھودیا مع بنی قریظۃ فاسلم[۲]

یہودی تھے بنی قریظہ کے ساتھ رہتے تھے پھر اسلام لائے

مگر قرائن سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ غزوۂ بنو قریظہ کے بعد اور غزوۂ خیبر سے پہلے اسلام لا چکے تھے اس لیے کہ بنو قریظہ کا جب استیصال کیا گیا تو جبل نے حیی بن اخطب کا مرثیہ کہا اور بنو قریظہ کی حمایت میں یہ اشعار کہے[۳]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۶۷ [۲] اصابہ ج ۱ ص ۲۲۲ [۳] ایضاً

الایا سعد سعد بنی معاذ   لما فعلت قریظة والنضیر

ترکتم قدرکم لا شیٔ فیہا   وقدر القوم حامیة تفور

ولکن لا خلود مع المنایا   تخطلف ثم یغشیہا النشور

جس کا جواب حضرت حسان بن ثابت رضؓ نے اسی بحر وقافیہ میں دیا،

تعاہد معشر نصروا علینا   فلیس لہم ببلدتہم نصیر

ہم اوتوا الکتاب فضیعوہ   فہم عمی عن التوراة بور

کذبتم بالقرآن وابیتم   بتصدیق الذی قال النذیر

ظاہر بات ہے کہ اگر وہ اسلام لا چکے ہوتے تو بنو قریظہ کی حمایت میں یہ اشعار نہ کہتے،

حضرت حسان بن ثابتؓ کو جواب دینے کی ضرورت پیش آتی،

انھوں نے ایک شعر میں خیبر میں آنحضرت صلعم کے ساتھ اپنی شرکت کا ذکر کیا ہے، جس سے

پتہ چلتا ہے کہ وہ خیبر کے وقت اسلام قبول کر چکے تھے، وہ شعر یہ ہے،

رمیت نطاة من النبی بفیلق   شہباء ذات مناقب وفقار

میں نے نطاۃ (چراگاہ یا کوئی خاص جگہ) پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بہادر سفید اور بڑے

محاسن والے لشکر کے ذریعہ حملہ کیا،

وفات | وفات کے متعلق ارباب رجال نے کوئی تصریح نہیں کی ہے،

(۳)

حضرت حیر بُجرہ رضؓ

(ویا)

نام ونسب | حیر بجرہ نام[۱]، نسباً اور عقیدۃً یہودی تھے، لیکن یہ نہیں پتہ چلتا کہ یہود کے کس قبیلہ

[۱] بعض لوگوں نے خیر بجرہ لکھا ہے مگر حیر بجرہ صحیح ہے،

سے آپ کا تعلق تھا، اور کہاں کے باشندے تھے، آگے جو واقعات آتے ہیں ان سے قیاس ہوتا ہے کہ یہود مدینہ ہی کے کسی قبیلہ سے رہے ہوں گے،

اسلام | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبر نجرہ سے کچھ رقم بطور قرض لی تھی، انھوں نے آپ سے اس کا تقاضا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت ادائگی کے لیے رقم موجود نہیں تھی، اس لیے آپ نے مہلت چاہی، مگر حبر نجرہ نہ مانے، اور کہا کہ آپ جب تک مجھے میرا قرض نہ ادا کر دیں گے، میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، چنانچہ وہ آنحضرت صلعم سے بالکل چمٹ کر بیٹھ گئے، "صحابہ کو ان کا یہ طرز عمل برا معلوم ہوا، انھوں نے حبر نجرہ کو کچھ لعنت ملامت کرنی شروع کی، مگر آنحضرت صلعم نے انھیں منع کیا اور فرمایا کہ "میرے رب نے مجھے اس سے روکا ہے کہ میں اپنے کسی معاہد پر کسی قسم کا ظلم کروں،" پھر دن ڈھلتے ڈھلتے حبر نجرہ نے آپ کے اس حلیمانہ طرز عمل سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا، [۱]

وفات: ان کی زندگی کے دوسرے حالات کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی،

فضائل | آپ کے صحیفۂ فضائل میں یہ واقعہ بہت ہی درخشاں طور سے درج ہے کہ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ برضا و رغبت راہ خدا میں خرچ کر ڈالا، [۲]

(۷)

(۲۱) حضرت وریدالراہب رضہ

نام و نسب | ورید نام، حبشہ کے رہنے والے اور مذہباً عیسائی تھے حضرت نجاشی رضہ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں جو وفد بھیجا تھا، اس میں حضرت ورید رضہ بھی تھے،

فضل و کمال | راہب انکے نام کا جز ہو گیا تھا جس سے ان کے فضل و کمال پر روشنی پڑتی ہے،

---

[۱] اصابہ ج ۱ ص ۳۶۶

اس آیت کے جو لوگ مصداق ہین ان مین حضرت دریدؓ کا نام بھی لیا گیا ہے،

وَاِذَا سَمِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَی	رسول اللہ کی طرف جو کچھ نازل ہوا
الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ	جب انھون نے اسے سنا تو تم دیکھو گے کہ انکی
مِنَ الدَّمْعِ	آنکھین پرنم ہوگئین،

(ذ)

(۲۲) حضرت ذو دجن رضی اللہ عنہ

نام ونسب علقمہ نام، ذو دجن کے نام سے مشہور ہین،[1] حبشہ سے بہتر آدمیون کا جو وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین مدینہ آیا تھا، اس مین آپ بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون سے ان کا نسب دریافت کیا، تو ان مین ایک نے کچھ اشعار پڑھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد سے ہین،

اسلام قبول اسلام کے متعلق کوئی تصریح نہین ملی، مگر اتنا معلوم ہے کہ اس وفد کے تمام افراد شرف صحبت سے سرفراز ہوئے تھے، اسد الغابہ مین ہے،

وصحبوا کلهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2]	سب کے سب صحابی ہین،

اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ لوگ حبشہ مین اسلام لا چکے تھے، اگر مدینہ مین اسلام لاتے تو جس طرح نسب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال اور انکے جواب کا ذکر ہے، اسلام لانے کا بھی ذکر ضرور ہوتا، واللہ اعلم

زندگی کے دوسرے حالات اور وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تفصیل نہین معلوم ہو سکی،

---

[1] اصابہ جلد ۱ صفحہ ۴۷۴ [2] ایضاً ۴۸۵

[3] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۴۱

(۳۴) حضرت ذو مخمر رضؓ[1]

نام و نسب ذو مخمر یا ذو مخبر نام، شاہ حبشہ نجاشی کے بھتیجے تھے، نجاشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین خود تو نہ آسکے مگر ان کو آپ کی خدمت کے لیے بھیجا،

خدمت نبوی مین آمد حبشہ کے بہتر آدمیون کے ساتھ آپ بھی خدمت نبوی مین حاضر ہوئے،

اسلام اس کی تصریح تو نہیں ملتی کہ وہ مدینہ پہنچکر اسلام لائے یا حبشہ ہی مین اسلام قبول کر چکے تھے، مگر حضرت نجاشی حضرت ذو مخمرؓ کے آنے سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے، اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ چچا کے ساتھ حضرت ذو مخمرؓ نے بھی اسلام قبول کیا ہوگا، اور مدینہ بحالت اسلام آئے ہون گے،

غزوات غزوات مین شرکت کی کوئی تصریح تو نہین ملتی، البتہ مسند کی ایک روایت سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین بھی شریک رہتے تھے، وہ بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر مین تھے، آپؐ کی عادت شریف یہ تھی کہ تیز چلکر لوگون سے آگے نکل جایا کرتے تھے، (اور ایسا سامان سفر کی قلت کی وجہ سے کیا کرتے تھے کہ راستہ مین زیادہ دیر لگے گی تو زاد راہ سفر زیادہ چاہیے) چنانچہ اس سفر مین بھی وہ آگے نکل گئے، تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ پیچھے لوگ پیچھے چھوٹ گئے تھے آپ ٹھہر گئے بسبب سست ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ چاہو تو تھوڑا سا آرام کر لو پھر فرمایا کہ رات کے وقت نگہبانی کون کریگا؟ حضرت ذو مخمر فرماتے ہین کہ مین نے اس خدمت کے لیے اپنے کو پیش کیا، آپ نے اپنی اونٹنی کی نکیل میرے ہاتھ مین دیدی اور فرمایا کہ غلطی سے بے خبر نہ ہو جانا، مین نے آپ کی اور اپنی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر وہان سے کچھ دور سرکے گیا اور

[1] ذو مخمر یا ذو مخبر دونون نام بیان کیے جاتے ہیں ۔۔۔ اوزاعی ہمیشہ آپ کا نام ذو مخمر (م) کے ساتھ لیا کرتے تھے، ابن سعد نے بھی اسکی وضاحت کیا ہے ۔۔۔ ذو مخبر (ب) ۔۔۔ ذکر کرتے ہیں ۔۔۔ ۲۲

دونون کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا، مین برابر دونون کو دیکھتا رہا، اسی اثنا مین مجھے نیند آگئی، اور ایسی گہری نیند آئی کہ جب اٹھا تو سورج کی کرنین میرے اوپر پڑ رہی تھین مین نے دیکھا کہ دونون اونٹیان چر رہی ہین، مین دونون کی نکیل پکڑے ہوئے جہان سب لوگ سو رہے تھے ۔۔۔ آیا، اور کنارے سے ایک شخص کو جگایا، اور پوچھا تم لوگون نے نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا نہین! پھر اس نے سب لوگون کو جگایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اٹھے، اور آپ نے اور تمام صحابہ نے وضو کیا اور باجماعت نماز فجر کی قضا کی[1] اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سفر کسی غزوہ ہی کے لیے رہا ہوگا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک تو آپ مدینہ ہی مین رہے، بعد مین شام منتقل ہو گئے، اور غالباً وہین سکونت بھی اختیار کر لی، اس لیے کہ اہلِ طبقات آپ کو شامیین مین شمار کرتے ہین،[2]

وفات | وفات کے متعلق اہل طبقات نے تو کوئی تصریح نہین کی ہے، البتہ تہذیب التہذیب مین یہ ہے کہ

نزل الشام ومات بہ — شام گئے اور وہین وفات پائی

علم وفضل | آپ سے مسند مین متعدد روایتین ہین، ابوداؤد اور ابن ماجہ مین بھی آپ کی روایتین موجود ہین، حسب ذیل حضرات نے آپ سے روایتیں کی ہین، ابوحی المؤذن جبیر ابن نفیر، عباس بن عبدالرحمان، عمرو بن عبداللہ الحضرمی وغیرہ،

خدمت نبوی | ذو مخمر کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ آپ کا شمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] البدایہ ج ۵ ص ۲۴۳،

[2] استیعاب ج ۱ ص ۱۷۴،

کے خدام مین ہے، اس شرف مین آپ اس قدر مشہور ہوئے کہ بعض لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی کی فہرست مین آپ کو بھی شمار کیا ہے،[1]

(۳۴) حضرت ذو مناحب[2] رض

نام ونسب آپ کے نام مین تھوڑا سا اختلاف ہے، بعض لوگون نے مناخب (خ) اور بعض لوگون نے ذو منارح (ح) اور بعض نے ذو مناحب لکھا ہے،

زیارت نبوی آپ بھی حبشہ کے وفد کے ساتھ خدمت نبوی مین حاضر ہوکر زیارت سے مشرف ہوئے اور دوسرے حالات حضرت ذو دجن رض کے تذکرہ مین گذر چکے ہین،

(۳۵) حضرت ذو مہدم رض

نام ونسب ذو مہدم نام، آپ بھی حبشہ کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے تھے،

خدمت نبوی مین آمد جب حبشہ کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا، اور آنحضرت صلعم نے ان کا نسب دریافت کیا تو حضرت ذو مہدم رض نے ان اشعار مین جواب دیا،

علی عھد ذی القرنین کانت سیوفنا ۔۔۔ صوارم یغلقن الحدید المذاکرا

وھود[3] ابونا سید الناس کلھم ۔۔۔ وفی زمن الاحقاف غدا مفخرا

فمن کان یعلی عن ابیہ فاننا ۔۔۔ وجدنا ابانا العذ علی المذاکرا

اور دوسرے حالات پردۂ خفا مین ہین،

---

[1] موالی جنگوار دو مین غلام کہا جاتا ہے اس سے وہ لوگ مراد ہوتے ہین، جو جنگ مین گرفتار ہوکر آتے تھے، اور خادم ہر وہ شخص ہے جو کسی کی خدمت کرتا ہو، موالی خاص ہے اور خادم عام [2] بعض لوگون نے ذو مناحب اور ذو منارح کو دو سمجھا ہے، مگر اسد الغابہ نے تصریح کی ہے کہ ذو منارح اور ذو مناحب ھما واحد (دونون ایک ہین) ج ۲ ص ۱۴۵۔ [3] اسد الغابہ مین ان اشعار کے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ وھود ابونا قابل غور ہے، اسلیے کہ اہل حبشہ ہود علیہ السلام کی اولاد سے نہین ہین، پھر خود ہی جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ عرب کے باشندے ہون اور حبشہ مین سکونت اختیار کرلی ہو، واللہ اعلم، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴۵۔

(۲۶) حضرت رافع القرظی رضؓ

نام ونسب رافع[1] نام، بنو قریظہ کی ایک شاخ زنباع تھی، آپ کا نسبی تعلق اسی قبیلہ زنباع سے تھا

اسلام اس کی تصریح نہین مل سکی کہ آپ کب اسلام لائے،

خدمت نبویؐ مین درخواست آپ کو اپنے متعلق غالباً کچھ خطرہ تھا، اس لیے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور امان کی ایک تحریر لکھ دینے کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین یہ تحریر لکھ دی

انہ لا یجنی علیہ احد الا یدہ (اپنے کیے پر ماخوذ ہوں گے) اس کے علاوہ
.... کوئی دار و گیر نہین کر سکتا،

وفات اور دوسرے حالات کی کوئی تصریح نہیں ملتی،

(۲۷) حضرت رفاعة بن السموأل رضؓ

نام ونسب رفاعة نام باپ کا نام سموأل[2] یہود مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے آپ کا نسبی

---

[1] تجرید مین رافع ابن القرظی درج ہے، مگر اور کتب طبقات مین رافع القرظی ہے، اس لیے ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے، اصابہ ج ۱ ص ۵۰۱ [2] سموأل فیاضی اور سخاوت کے علاوہ شاعری مین بھی ممتاز تھا، اس کے یہودی یا نصرانی ہونے مین تھوڑا سا اختلاف ہے، الاب شیخو جنھون نے سموأل کا دیوان شائع کیا ہے، اس کے مقدمہ مین لکھا ہے کہ وہ نصرانی تھا، اور اس کے ثبوت مین دو باتین خاص طور سے پیش کی ہین، ایک یہ کہ سموأل غسان کی طرف منسوب ہے، اور ظاہر ہے کہ غسان نصرانی تھے، دوسری یہ کہ سموأل کے بعض اشعار مین مسیح اور حواری وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہین، جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نصرانی تھا، لیکن جن اشعار سے
(باقی حاشیہ ص ۳۶ پر)

تعلق تھا، سموأل کی ایک لڑکی سبرۃ حی بن اخطب حضرت صفیہؓ کے باپ سے منسوب تھی، اور اسی رشتہ سے حضرت رفاعہؓ حضرت صفیہؓ کے ماموں ہوتے تھے، [۵۲]

اسلام آپ کے اسلام لانے کے متعلق کوئی تفصیل کتابوں میں مذکور نہیں ہے، غزوہ بنی قریظہ کے روز ایک عورت کے کہنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو قتل سے بری کر دیا تھا (البدایہ ج۴ ص۱۲۶)

آپ کا نکاح اور طلاق عائشہ یا تمیمہ[۵۳] نام ایک صحابیہ سے شادی کر لی تھی، لیکن کسی وجہ سے انھیں طلاق دیدی، حضرت تمیمہؓ نے ایک یہودی صحابی عبد الرحمٰنؓ بن زبیر سے نکاح کر لیا، مگر عبد الرحمانؓ بن زبیر سے بھی کسی خاص وجہ سے تعلقات خوشگوار نہیں رہے، اس لیے انھوں نے

(بقیہ حاشیہ ص ۳۵) الاب شیخو نے انکے عیسائی ہونے پر استدلال کیا ہے، حماسہ کے شارح نے لکھا ہے کہ یہ اشعار سموأل کے نہیں بلکہ عبد اللہ الحارثی کے ہیں، اب رہی اسکی نسبی حیثیت تو اہل انساب میں اختلاف ضرور ہے، لیکن یہ کہیں سے پتہ نہیں چلتا کہ وہ نصرانی تھا، اور اگر اس کو غسانی بھی مان لیا جائے، تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ نصرانی بھی تھا، نیز یہ کہ خود اسکے بھائی شعبہ بن عریض کے متعلق سب یہ کہتے ہیں کہ وہ یہودی تھا، اسکے علاوہ سموأل کے عزیزانہ تعلقات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ یہودی تھا چنانچہ حضرت صفیہؓ کی ماں اسی سموأل ہی لڑکی تھیں، اور حضرت صفیہؓ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ مدینہ کے مشہور یہودی حی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں، محمد بن سلام نے بھی اپنی کتاب طبقات الشعرا میں جو شعراء کا سب سے قدیم تذکرہ ہے، لکھا ہے کہ وہ تیماء کا یہودی تھا ص ۱۰۹ [۵۲] مسعودی وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رفاعہؓ کا آبائی وطن تیما، اور نسبی تعلق عادیا سے تھا، چونکہ انکی بہن سبرہ حی بن اخطب سے منسوب تھی، شاید اسی ذریعہ سے یہ لوگ مدینہ چلے گئے ہوں گے، اسکا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ حضرت رفاعہؓ کا باپ سموأل ابن عادیا کے نام سے مشہور ہے اور ظہور اسلام کے وقت بنو عادیا ہی کا خاندان تیماء پر حکمران تھا، (التنبیہ والاشراف ص۲۵۰ بحوالہ سیاسی زندگی ص۱۰۶ از ڈاکٹر حمید اللہ) [۵۳] اسد الغابہ ج۲ ص۱۸۰ [۵۳] آپکے نام میں بڑا اختلاف ہے، ان دو ناموں کے علاوہ سہیمہ، رمیصا، اممیہ، تمیمہ اسماء مذکور ہیں، مگر زیادہ تر روایتوں میں عائشہ یا تمیمہ آتا ہے، اسد الغابہ ج۵ ص۱۸۵

ران سے بھی علیحدگی گرانی، اسکے بعد پھر دوبارہ حضرت رفاعہؓ سے نکاح کا خیال ظاہر کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس ارادہ سے باز رکھا،[1] اس آیت

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ	جب وہ طلاق دیدے تو جبتک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اس کیلیے حلال نہین ہوتی،

کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے،[2] اسد الغابہ مین ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین آئین اور حضرت رفاعہؓ سے نکاح کا خیال ظاہر کیا، مگر انھون نے بھی روکا، حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوئین، اور ان سے نکاح کی اجازت چاہی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کے بعد تم اس ارادہ سے باز نہ رہو گی تو تم کو رجم کر دون گا،[3] چنانچہ پھر وہ اس ارادہ سے باز رہین،

عہد صدیقی اور عہد فاروقی اس مذکورہ واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت تک حضرت رفاعہؓ زندہ رہے، لیکن اس کے بعد وہ کب تک اس دار فانی مین رہے اور کب داعیٔ اجل کو لبیک کہا، تذکرون مین اس کی تصریح نہین ملتی،

(۲۸) حضرت رفاعۃ القرظی[4] رضی اللہ عنہ

نام ونسب رفاعہ نام، باپ کا نام قرظہ، نسباً یہودی تھے،[5] جب بنو قریظہ کے لوگون کو قتل

---

[1] چونکہ یہ صورت حلالہ کی تھی اور حضرت عبد الرحمنؓ ابتک ان سے متمتع نہین ہو سکے تھے اس لیے آپنے اس ارادہ سے باز رکھا (روح المعانی ج ۲ ص ۲۲) [2] اسد الغابہ مین یہی واقعہ رفاعہ بن ذہب کے تذکرہ مین بھی درج ہی، مگر آخر مین انھون نے یہ تصریح کردی ہے کہ یہ دونون واقعہ ایک ہی ہی، حافظ ابن حجر نے بھی ایک ہی واقعہ تسلیم کیا ہی [3] اصابہ ج ص ۵۱۹ [4] بعض لوگون نے رفاعہ بن السموأل اور ان کو ایک تصور کیا ہی، مگر اصابہ مین اسکی تردید ہی، اصابہ ج ا ص ۵۱۹ [5] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۵:

کرنے کا فیصلہ ہوا تو یہ تاکید تھی کہ نابالغ بچے نہ قتل کیے جائیں، حضرت رفاعہؓ اس وقت کمسن تھے، اس لیے قتل نہیں کیے گئے،

اسلام قبول اسلام کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی، اصابہ میں اس قدر ہے کہ "ان کو دیدار نبوی حاصل ہوا تھا" آپ کے صاحبزادے علی کا بیان ہے کہ

کان ابی من الوفد الذین اسلموا من اھل الکتاب[1]

اہل کتاب کے اس وفد میں جنھوں نے اسلام قبول کیا میرے باپ بھی تھے،

فضل وکمال آپ کا شمار ان اہل کتاب صحابہ میں ہے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ، الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِن قَبْلِهِ هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ

ہم نے اس کلام کو وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے بھیجا تاکہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں اور جنکو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں (اور قرآن پر بھی)

حضرت رفاعہؓ خود فرماتے تھے کہ یہ آیت جن دس آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی، ان میں ایک میں بھی تھا،[2]

دین کی راہ میں آپ کو بارہا مشق ستم بننا پڑا، مگر آپ کے قدم میں کبھی لغزش نہیں آئی، آپ کے صاحبزادے علی فرماتے ہیں کہ جب یہود میرے والد کے پاس سے گذرتے تو ان کا مذاق اڑاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا[3]

یہی لوگ ہیں جنھیں ان کے صبر کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا،

---

[1] اصابہ ص ۵۰۰/۲ [2] تجرید ج ۱ ص ۱۹۸ [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵

(۲۹) حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب | زید نام، باپ کا نام سعنہ آپ کا شمار علمائے یہود میں تھا، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا نسبی تعلق کس قبیلہ سے تھا،

اسلام | زید بن سعنہؓ نے اپنے اسلام لانے کے واقعہ کو خود بیان کیا ہے، فرماتے ہین کہ توریت میں آنحضرتؐ کی جتنی نشانیاں بتائی گئی تھین، وہ سب کی سب مین نے آپکے چہرۂ انور پر دیکھ لین، صرف دو چیزون کا مجھے تجربہ کرنا تھا، جب ان کا بھی تجربہ ہو گیا، تو اسلام قبول کر لیا، چنانچہ مین نے آپ سے ملنا جلنا شروع کر دیا کہ آپ کے حلم کا اندازہ کرون، فرماتے ہین کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے سے باہر نکلے، آپ کے ہمراہ حضرت علیؓ بھی تھے، اسی وقت ایک دیہاتی شخص آپکے پاس آیا، اور اس نے آپ سے کہا کہ فلان بستی کے لوگون نے اسلام قبول کر لیا، مین ہمیشہ ان سے یہ کہتا تھا کہ اسلام قبول کر لو تو رزق کی فراوانی ہوگی، لیکن اللہ کا کیا دیکھیے کہ اس سال سخت قحط پڑا ہے، بارش بالکل نہین ہوتی ہے، یارسول اللہؐ مین ڈرتا ہوں کہ کہین وہ اسلام چھوڑ نہ دین، اگر آپ ان کی مدد کے لیے کچھ غلہ وغیرہ بھیجتے تو بہت بہتر ہوتا، وہ فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ فرمایا، حضرت علیؓ نے جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مین سے تو کوئی چیز باقی نہین رہ گئی،

حضرت زید بن سعنہ کہتے ہین کہ مین آپ کے قریب گیا، اور کہا کہ آپ فلان باغ کی کھجورین کچھ مہلت کے ساتھ فروخت کرین گے؟ آپ نے فرمایا کہ کچھ کھجوریں فروخت تو ضرور کرنا چاہتا ہون، مگر کسی خاص باغ کی شرط نہین لگا سکتا، مین نے کہا اچھی بات ہے؛

پھر مین نے اپنی روپیون کی ہنیلی کھولی اور اسّی مثقال سونا ایک تعین مدت کے لیے دیدیا، جب مدت ختم ہونے مین دو تین روز باقی رہ گئے تو مین آپ کے پاس آیا، اور آپ کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور غصہ آلود نگاہون سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ اب تک تم نے قرض ادا نہین کیا، خدا کی قسم بنو عبد المطلب ہمیشہ ایسے ہی حیلہ حوالہ کرتے رہتے ہین، مجھے کئی بار لین دین مین تجربہ ہو چکا ہے، حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، یہ دیکھکر غصہ سے بیتاب ہو گئے، اور کہا کہ او دشمنِ خدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی کر رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اے عمر! تم سے ہم کو یہ توقع تھی کہ تم اس سے کہتے کہ نرمی سے تقاضا کرو اور مجھ سے کہتے کہ مین وقت پر اس کا قرض ادا کر دون، عمر! جاؤ اس کا قرض ادا کرنے کے بعد بیس صاع کھجورین اور زیادہ دیدو! حضرت سعنہؓ کہتے ہین کہ مین نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ یہ زیادہ کیون دینے کو کہتے ہین، حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین نے جو تم سے سخت کلامی کی ہے، یہ اس کا کفارہ ہے، پھر مین نے کہا عمرؓ! تم نے مجھے پہچانا، انھون نے کہا نہین، مین نے کہا کہ مین زید بن سعنہ ہون، حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ زید جو الحبر (عالم) مشہور ہین! مین نے کہا ہان، پھر انھون نے کہا کہ کیا بات تھی کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کیا، زید بن سعنہ نے کہا کہ نبوت کی اور تمام نشانیان تو آنحضرتؐ کے چہرے بشرے سے ظاہر تھین، صرف ان دو باتون کا تجربہ کرنا تھا،

هل يستبق حلمه جهلاً ولا تزيده	کیا اسکا حلم اسکے غصہ سے سبقت لیجاتا ہے اور جاہلانہ
شدة جهل الا حلماً	حرکتین حلم وتحمل کو اور بڑھا دیتی ہین،

ان باتون کا تجربہ ہو گیا، اسلیے اب اسلام کا حلقہ بگوش ہوتا ہون، چنانچہ وہ آنحضرت صلعم کی

خدمت مین حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کیا،[۱]

وفات | آخری مرتبہ زید غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے، پوری شجاعت سے لڑے، مدینہ واپس ہوتے ہوئے راستہ مین شہادت نصیب ہوئی،[۲]

غزوات | اسلام لانے کے بعد سے جتنے غزوات ہوئے سب مین شریک ہوئے،

انفاق فی سبیل اللہ | آپ کے صحیفۂ اخلاق مین انفاق فی سبیل اللہ نمایان طور سے نظر آتا ہی، چنانچہ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اپنا نصف مال راہ خدا مین صدقہ کر دیا،[۳]

(۳۰)

(۳۰) حضرت سعد بن وہب رضؓ

نام ونسب | سعد نام، باپ کا نام وہب، قبیلۂ بنو نضیر سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | بنو نضیر جب اپنی بدعہدی کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کیے گئے تو ان مین سے جو دو آدمی اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے ان مین ایک حضرت سعد بن وہب رضؓ بھی تھے،[۲]

بنو نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدعہدی اور دشمنی کی حد کر دی تھی، چنانچہ جب وہ جلاوطن کیے گئے، تو ان کا مال اور انکی جائداد بھی ضبط کر لی گئی، مگر حضرت سعدؓ چونکہ اسلام لا چکے تھے، اس لیے ان کی تمام چیزین محفوظ رہین،[۵]

(۳۱) حضرت سعنہ رضؓ

نام ونسب | سعنہ نام، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، سعنہ بن عریض بن عادیا التیماوی،[۶]

---

[۱] مستدرک ج ۳ ص ۶۰۵ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] اصابہ تجرید وغیرہ [۵] البدایہ ص ۷۶/۴،

[۶] تیما، شام و حجاز کے درمیان ایک مقام ہے، اصابہ ج ۳ ص ۴۴،

نسباً اور عقیدۃً یہودی تھے،

اسلام | زمانۂ قبول اسلام کی کوئی تصریح نہین ملتی، حضرت علیؓ کے معاونین مین تھے، اور ان سے خاص تعلق تھا،

حضرت معاویہؓ سے آپکی گفتگو | ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ حج کے لیے تشریف لائے تو مسجد مین حضرت سعنہؓ سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ارض یتمار کا کیا حال ہے، انھون نے جواب دیا کہ وہ صحیح و سالم باقی ہے، حضرت معاویہؓ نے کہا کہ اسے میرے ہاتھ فروخت کردو! آپ نے نہایت صفائی سے فرمایا کہ اگر مجھے ضرورت نہ بھی ہوتی تو مین اسے فروخت نہ کرتا، پھر آپ سے اور حضرت امیر معاویہؓ مین بہت سی باتین ہوئین، اثنائے گفتگو مین حضرت علیؓ کا ذکر بھی آگیا، حضرت سعنہؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی شان مین کچھ سخت الفاظ استعمال کیے، حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ چھوڑو، بڈھا سٹھیا گیا ہے حضرت سعنہؓ نے فوراً کہا کہ اے معاویہ! تمھین یاد نہین ہے کہ ایک روز ہم سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علیؓ آگئے، آپ نے انکی طرف مخاطب ہوکر فرمایا،

قاتل اللہ من یقاتلک — اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے جو تجھ سے لڑے

حضرت امیر معاویہؓ اس کے بعد موضوعِ گفتگو بدل کر دوسری گفتگو فرمانے لگے،[۱]

وفات | حضرت امیر معاویہؓ کے آخری عہد خلافت مین آپ نے وفات پائی،[۲] لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وفات کہان ہوئی،

[۱] حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ میرا خیال تھا کہ یہ مخضرمین ہین مگر مین نے ابن ابی طے کے ہاتھ کا لکھا ہوا رجال سبعہ امامیہ کا نسخہ پایا جس مین تحریر تھا کہ یہ صحابی ہین [۲] ایضاً

حلیہ بڑھاپے کے آثار کے باوجود اپنے ہم عمرون مین نہایت ہی خوش صورت، خوش وضع و خوش لباس تھے، اصابہ مین ہے، کان احسن الشیوخ سمتا وانظفھم ثوبا[1]

(۳۲) حضرت سعید بن عامر رض

نام و نسب آپ کا نام سعید، باپ کا نام عامر تھا، صاحب تجرید نے آپ کو قبیلہ لخم کی طرف منسوب کیا ہے، اصابہ مین ہے کہ یہود مین جن لوگون نے اسلام قبول کیا تھا، ان مین حضرت سعید بھی ہین، طبری نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن مین آپ کا نام بھی لیا ہے،[2]

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ	جن کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اسکے حق کے مطابق اسکی
یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ...	تلاوت کرتے ہین،

(۳۳) حضرت سلام رض

سلام نام، سلسلۂ نسب کی تصریح نہین مل سکی، مگر اتنا معلوم ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن سلام کے بھانجے تھے،

اسلام اسلام لانے کی کوئی تصریح کتب طبقات مین نہین ملتی، البتہ مفسرین اس آیت کے ضمن مین حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ کے ساتھ آپ کا نام بھی لیتے ہین،

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِا	اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے
اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ	رسول پر اور جو کتاب ان پر نازل کی گئی، اور
الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ	جو کتاب اس سے پہلے اللہ نے نازل کی،
وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (نساء)	

[1] اصابہ ج ۲ ص ۱۱۳ [2] ایضاً ص ۵۹، طبری تفسیر آیت مذا

اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسلام لائے ہوں گے،

(۴۴) حضرت سلمہ بن سلام

نام ونسب سلمہ نام، باپ کا نام سلام، مشہور صحابی عبد اللہ بن سلام کے بھائی تھے،[1]

اسلام عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب سلمہ بن سلام اور عبد اللہ بن سلام وغیرہ اہل کتاب صحابہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ — اے ایمان لانے والو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ،

اس سے گمان ہوتا ہے کہ آپ نے بھی ہجرت کے ابتدائی سالوں میں اسلام قبول کیا ہوگا،

زندگی کے اور حالات معلوم نہ ہو سکے،

(۴۵) حضرت سلمان فارسی

نام ونسب نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام مابہ تھا، اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا، اور بارگاہ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابو عبد اللہ کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے: مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن یہوذان بن فیروز ابن سہرک،

قبل اسلام سلمان کے والد اصفہان کے جی نامی قریہ کے باشندہ اور وہاں کے زمیندار

---

[1] بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ان کے بھتیجے تھے مگر صحیح یہی ہے کہ ان کے بھائی تھے، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۶

کاشتکار تھے، ان کو حضرت سلمان رضؓ سے اسقدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیون کی طرح گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے، آتشکدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق رکھی تھی، چونکہ مذہبی جذبہ سلمان مین ابتدا سے تھا، اس لیے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی مین سخت غلو رہا، اور نہایت سخت مجاہدات کیے، شب و روز آگ کی نگرانی مین مشغول رہتے تھے حتی کہ ان کا شمار ان پجاریون مین ہوگیا تھا جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہ دیتے تھے،

مجوسیت سے نفرت اور عیسویت کا میلان

زمین ہی ان کے باپ کے معاش کا ذریعہ تھی، اس لیے زراعت کی نگرانی وہ بذات خود کرتا تھا، ایک دن وہ گھر کی مرمت مین مشغولیت کی وجہ سے کھیت خود نہ جا سکا، اور اس کی دیکھ بھال کے لیے سلمان کو بھیجدیا، ان کو راستہ مین ایک گرجا ملا، اس وقت اس مین عبادت ہو رہی تھی، نماز کی آوازین سنکر دیکھنے کے لیے گرجے مین چلے گئے، نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا، اور مزید حالات کی جستجو ہوئی، عیسائیون کا طریقۂ عبادت اس قدر بھایا کہ بیساختہ زبان سے نکل آیا کہ یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے، چنانچہ کھیتون کا خیال چھوڑ کے اسی مین محو ہوگئے، عبادت ختم ہونے کے بعد عیسائیون سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہان ہے، انھون نے کہا کہ شام مین، پتہ پوچھکر گھر واپس آئے، باپ نے پوچھا کہ ابتک کہان رہے، جواب دیا، کچھ لوگ گرجے مین عبادت کر رہے تھے، مجھکو ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ غروب آفتاب تک وہین رہا، باپ نے کہا، وہ مذہب تمھارے مذہب کا پاسنگ بھی نہین، جواب دیا، بخدا وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہین برتر ہے، اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہین یہ خیال تبدیل مذہب کی صورت مین نہ ظاہر ہو، اس لیے بیڑیان پہنا کر مقید کر دیا، مگر ان کے دل مین تلاش حق کی تڑپ تھی، اس لیے عیسائیون کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر

آئین تو مجھکو اطلاع دینا چنانچہ جب وہ آئے تو ان کو خبر کردی. انھون نے کہا کہ جب وہ واپس ہون تو مجھے بتلانا، چنانچہ جب کاروان تجارت واپس لوٹنے لگا، ان کو خبر کیگئی یہ بیڑیون کی قید سے نکلکر ان کے ساتھ ہوگئے، شام پہنچکر دریافت کیا کہ یہان سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے، لوگون نے وہان کے پادری کا پتہ دیا، اس سے جا کر کہا کہ مجھکو تمھارا مذہب بہت پسند ہی، اسلیے مین چاہتا ہون کہ تمھارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کرون اور مجھکو اس مذہب مین داخل کرو،

تبدیل مذہب

چنانچہ وہ مجوسیت کے آتشکدہ سے نکل کر آسمانی باپ کی بادشاہت کی پناہ مین آگئے. مگر یہ پادری بہت بدکردار اور بد اخلاق تھا، لوگون کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا، اور جب اس کے قبضہ مین آجاتا تو فقرا اور مساکین کو دینے کے بجائے خود لے لیتا، حتی کہ سونے اور چاندی کے سات مٹکے اسکے پاس جمع ہوگئے، حضرت سلمانؓ اس کی حرص اور آز کو دیکھ دیکھ کر پیچ وتاب کھاتے تھے، مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مرگیا، عیسائی شان وشوکت سے اس کی تجہیز وتکفین کرنے کو جمع ہوگئے، اس وقت انھون نے سارا اعمالنامہ ان لوگون کے سامنے کھول کر رکھدیا، انھون نے ان کو لیجا کر اسکے اندوختہ کے پاس کھڑا کردیا، تلاشی لی گئی تو واقعی سات مٹکے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے، عیسائیون نے اس کی سزا مین دفن کرنے کے بجائے اس کی نعش کو صلیب پر لٹکا کر سنگسار کیا، اس کی جگہ دوسرا پادری مقرر ہوا، یہ بڑا عابد وزاہد اور تارک الدنیا تھا، شب وروز عبادت الٰہی مین مشغول رہتا، سلمانؓ اس سے بہت مانوس ہوگئے، اور دلی محبت کرنے لگے، اور آخر تک اس کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے، جب اسکی موت کا وقت قریب آیا، تو اس سے کہا کہ مین آپ کے پاس عرصہ تک نہایت لطف ومحبت کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے، اس لیے آیندہ کے لیے مجھکو کیا ہدایت ہوتی ہے

اس نے کہا کہ میرے علم میں کوئی ایسا عیسائی نہیں ہے جو مذہب عیسوی کا سچا پیرو ہو، سچے
لوگ مرکھپ گئے اور موجودہ عیسائیون نے مذہب کو بہت کچھ بدل دیا ہے، بلکہ بہت سے
اصول تو سرے سے چھوڑ ہی دیے ہین، ہان موصل مین فلان شخص ہے جو دین حق کا سچا
پیرو ہے، تم جاکر اس سے ملاقات کرنا،

موصل کا سفر

اس پادری کی موت کے بعد حق کی جستجو مین وہ موصل پہنچے، اور تلاش کرکے
اس سے ملے، اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ فلان پادری نے مجھکو ہدایت کی تھی کہ آپکے یہان
ابھی تک حق کا سرچشمہ ابلتا ہے، اور مین آپ سے ملکر اپنی تشنگی فرو کرنا چاہتا ہون،
اس نے ان کو ٹھہرالیا، پہلے پادری کی رائے کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور
پاکباز تھا، اس لیے انھون نے اس کے پاس مستقل قیام کرلیا، مگر تھوڑے دنون کے
بعد اس کا وقت بھی آگیا، آیندہ کے متعلق حضرت سلمان ؓ نے اس سے بھی وصیت کی خواہش
کی، اس نے نصیبین مین ایک شخص کا پتہ بتایا،

نصیبین کا سفر

چنانچہ اس کی موت کے بعد آپ نصیبین پہنچے اور اس پادری سے ملکر
دوسرے پادری کی وصیت بتلائی، یہ اسقف بھی پہلے دونون اسقفون کی طرح بڑا
عابد اور زاہد تھا، سلمان یہان مقیم ہوکر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی
دن اس کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا کہ اس کا وقت بھی آخر ہوگیا، حضرت سلمان ؓ نے
گذشتہ اسقفون کی طرح اس سے بھی آیندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ
مین گوہر مقصود کا پتہ دیا،

عموریہ کا سفر

چنانچہ اس کی موت کے بعد انھون نے عموریہ کا سفر کیا، اور وہان کے اسقف
سے ملکر پیام سنایا، اور اس کے پاس مقیم ہوگئے، کچھ بکریان خرید لین، اس سے پادری تھا

حاصل کرتے تھے، اور صبر و شکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے، جب اس کا پیمانۂ حیات بھی لبریز ہو گیا، تو حضرت سلمان ؓ نے اپنی سرگذشت سنائی کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا، آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہین، اسلیئے میرا کوئی سامان کرتے جایئے، اس نے کہا بیٹا مین تمھارے لیے کیا سامان کرون، آج دنیا مین کوئی شخص ایسا باقی نہین ہے کہ جس سے ملنے کا مین تمھین مشورہ دون، البتہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستان عرب سے اٹھکر دین ابراہیم کو زندہ کریگا اور کھجورون والی زمین کی طرف ہجرت کریگا، اس کے علامات یہ ہین کہ وہ ہدیہ قبول کریگا لیکن صدقہ کو اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونون شانون کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا،

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر

اس پادری کے مرنے کے بعد عرصہ تک عموریہ مین رہے، کچھ دنون بعد بنو کلب کے تاجر ادھر سے گذرے، آپ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھکو عرب پہنچا دو تو مین اپنی گائین اور بکریان تمھاری نذر کر دون گا، وہ لوگ تیار ہو گئے، اور زبان حال سے یہ شعر

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ ـ پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لیے،

غلامی

لیکن ان عربون نے وادی القریٰ مین پہنچکر انکو دھوکا دیا، اور ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا، کھجور کے درخت نظر آئے تو آس بندھی کہ شاید یہی وہ منزل مقصود ہو جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن قیام کیا تو یہ امید بھی منقطع ہو گئی، آقا کا چچا زاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے سلمان کو ان کے ہاتھ بیچ دیا،

غلامی اور مدینہ کا سفر | وہ اپنے ساتھ انکو مدینہ لے چلا، اور سلمان غلامی درغلامی کی رسوائی
سہتے ہوئے مدینہ پہنچے، مگر ہاتف غیب تسکین دے رہا تھا کہ یہ غلامی نہیں ہے،

اسی سے ہوگی تیرے غمکدہ کی آبادی ۔ تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اس غلامی پہ جو مقصود دوعالم کے آستانِ پاک تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے۔ ہزاروں آزادیاں قربان ہیں، جوں جوں محبوب کی منزل قریب آتی جاتی تھی کشش بڑھتی جاتی تھی، اور آثار وعلامات بتاتے تھے کہ شاہدِ مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہوگیا اور دیدار جمال کی آرزو مین یہان دن کاٹنے لگے،

اس وقت آفتابِ رسالت مکہ پر پرتو افگن ہوچکا تھا، لیکن جور و ستم کے بادلوں مین چھپا تھا،

سلمان کو آقا کی خدمت سے اتنا وقت نہ ملتا کہ خود اس کا پتہ لگاتے، آخر انتظار کرتے کرتے وہ روزِ مسعود بھی آگیا کہ مکہ کا آفتاب عالمتاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا، حرمان نصیب سلمان کی شبِ ہجر تمام ہوئی اور صبح امید کا اجالا پھیلا، یعنی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے، سلمان کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے کچھ درست کررہے تھے اور آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچازاد بھائی نے آکر کہا کہ خدا بنی قیلہ کو غارت کرے، سب کے سب قبا مین ایک شخص کے پاس جمع ہین جو مکہ سے آیا ہے، یہ لوگ اس کو نبی سمجھتے ہین، سلمان کے کانون تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر و شکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن مین سنسناہٹ پیدا ہوگئی اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت سے فرشِ زمین پر آجائین، اسی مدہوشی مین جلد از جلد درخت سے نیچے اترے اور بدحواسی مین بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو، آقا نے اس سوال پر گھونسا

مار کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمان خاموش ہو گئے، لیکن اب صبر کسے تھا کھانے کی کچھ چیزیں پاس تھیں، ان کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں، اور کچھ غریب الدیار اور اہل حاجت آپ کے ساتھ ہیں، میرے پاس یہ چیزیں صدقہ کے لیے رکھی تھیں، آپ لوگوں سے زیادہ ان کا مستحق کون ہو سکتا ہے، اسکو قبول فرمایئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود نوش نہ فرمایا، اس طرح سے سلمان کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ نبی صدقہ نہیں قبول کرتا، دوسرے دن پھر ہدیہ لیکر حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی چیزیں نہیں نوش فرمائی تھیں، آج یہ ہدیہ قبول فرمایئے، آپ نے قبول فرمایا، خود بھی نوش کیا اور دوسروں کو بھی دیا، اس طرح سے دوسری نشانی یعنی مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور باچشم پرنم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلعم نے فرمایا سامنے آؤ، وہ سامنے آئے اور اپنی ساری سرگذشت سنائی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دلچسپ داستان اپنے تمام اصحاب کو سنوائی،

اسلام حضرت سلمانؓ جب اپنا گوہر مقصود پا چکے تو اس دولت کو اپنے دل کے خزانے میں رکھکر آقا کے گھر واپس آئے، اتنے مرحلوں کے بعد وہ دین سے ہم آغوش ہوئے

آزادی غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے، اسی وجہ سے غزوۂ بدر و احد میں شریک نہ ہو سکے، اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے آقا کو معاوضہ دیکر آزادی حاصل کر لو، تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سبنے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیے، اس طریقہ سے تین سو درخت اکٹھے

مل گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ان کو بٹھایا، اور زمین وغیرہ ہموار کرکے ایک شرط پوری کردی، اب سونے کی ادائیگی باقی رہ گئی، اس کا سامان بھی خدا نے کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ میں مرغی کے بیضہ کے برابر سونا مل گیا، آپ نے سلمان کو دیدیا، یہ وزن میں ٹھیک چالیس اوقیہ تھا، اس سے گلوخلاصی حاصل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے،[1]

مواخاۃ غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ مستقل اقامت اختیار کی، اس وقت بالکل غریب الدیار تھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی مہاجرین کی طرح ان سے اور ابو درداءؓ سے مواخاۃ کرادی،[2]

غزوات بدر و احد کی لڑائیاں ان کی غلامی کے زمانہ میں ختم ہوچکی تھیں، آزادی کے بعد پہلا غزوۂ خندق پیش آیا، اس میں انھوں نے اپنے حسن تدبیر سے دونوں لڑائیوں کی تلافی کردی، غزوۂ خندق میں تمام عرب کا ٹڈی دل مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا تھا، کہ ان کا کامل استیصال کردے، حملہ خود مدینہ پر تھا جس کے چاروں طرف نہ قلعہ تھا نہ فصیل تھی، اور مقابلہ بھی سخت تھا، ایک طرف کفار کی تعداد ریگستان عرب کے ذروں کے برابر تھی اور دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں سے مشورہ کیا، سلمان فارسیؓ چونکہ ایران کی صف آرائیاں دیکھے ہوئے تھے، اس لیے جنگی اصولوں سے اچھی طرح واقف تھے، چنانچہ انھوں نے مشورہ دیا کہ اس انبوہ کا کھلے میدان مقابلہ کرنا اچھا نہیں ہے، بلکہ مدینہ کے چاروں طرف خندقیں کھود کر شہر کو محفوظ کردینا چاہیے، یہ تدبیر

---

[1] قبل از اسلام سے آزادی تک کے کل حالات مسند احمد ابن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ سے ماخوذ ہیں،

[2] بخاری ج ۲ ص ۹۰۵، مواخاۃ کے معنی بھائی چارہ کے ہیں،

مسلمانون کو بہت پسند آئی[1]، اور اسی پر عمل کیا گیا، خندق کی کھودائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہ نفس نفیس شریک ہوئے تھے، اور مٹی ڈھوتے ڈھوتے شکم مبارک مٹی سے اٹ گیا تھا، اور رجزیہ اشعار زبان مبارک پر جاری تھے،[2] ذیقعدہ ۵ھ مین طرفین مین جنگ شروع ہوئی، عربون کو اس طریقۂ جنگ سے واقفیت نہ تھی، وہ آئے تو تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دین گے، مگر یہان آکر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ مین خندق کی فصیل حائل ہے، ۲۴ دن تک مسلسل محاصرہ کیے پڑے رہے مگر شہر تک پہنچنا ان کو نصیب نہ ہوا، اور آخرکار ناکام واپس پھر گئے،

غزوۂ خندق کے علاوہ حضرت سلمانؓ تمام لڑائیون مین مسلمانون کے دوش بدوش شریک رہے،[3] اور غزوۂ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہین ہوا جس مین شریک ہو کر دادِ شجاعت نہ دی ہو،[4]

عہد صدیقی اور عراق — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ عرصہ تک مدینہ مین رہے، عہد صدیقی کے آخر یا عہد فاروقی کی ابتدا مین انھون نے عراق کی، اور ان کے اسلامی بھائی ابو درداءؓ نے شام کی سکونت اختیار کر لی، یہان کی اقامت کے بعد ابو درداء کو خدا نے مال اور اولاد کی حیثیت سے بہت نوازا، انھون نے سلمان کو خط لکھا کہ تم سے جدا ہونے کے بعد خدا نے مجھکو مال و دولت اور اہل و عیال سے سرفراز کیا، اور ارض مقدس کی سکونت کا شرف بخشا، انھون نے جواب دیا کہ یاد رکھو مال و دولت اور اولاد کی کثرت مین کوئی خیر نہیں ہے، بلکہ خیر اس مین ہے کہ تمہارا حلم زیادہ ہو اور تمہارا علم تم کو نفع پہنچائے

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم اص ۵۴ [2] بخاری ج ۲ کتاب المغازی غزوۂ خندق [3] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۴۴۴
[4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۰

محض ارض مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہین پہنچا سکتا، جب تک تمھارا عمل اس قابل نہ ہو، اور عمل بھی اس طرح کا ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے، اور تم اپنے کو مردہ سمجھو[۱]

عہد فاروقی — ایران کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اور چونکہ خود ایرانی تھے، اسی لیے فتوحات میں بہت قیمتی امداد پہنچائی، مگر اصول اسلام کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، ایک ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت جارحانہ حملے کے پہلے محصورین کو سمجھا دیا کہ مین بھی تمھارا ہم قوم تھا لیکن خدا نے مجھکو اسلام سے نوازا، تم لوگ عربون کی اطاعت گزاری سے کسی طرح نہین بچ سکتے، مین تم کو سمجھائے دیتا ہون کہ اگر تم اسلام لاکر ہجرت کرکے ہم مین مل جاؤ تو تم کو اہل عرب کے حقوق دیے جائین گے، اور جو قانون ان کے لیے ہے وہی تم پر جاری کیا جائے گا، اور اگر اسلام نہین قبول کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے ہو تو ذمیون کے حقوق تم کو ملین گے، اور ان کا قانون تم پر نافذ کیا جائے گا، تین دن تک برابر تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے، جب کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کا حکم دیدیا، اور مسلمانون نے قصر مذکور بزور شمشیر فتح کر لیا،[۲]

فتح جلولا مین بھی شریک تھے، اور وہان مشک کی ایک تھیلی ان کے ہاتھ آئی تھی جسکو اپنی زندگی کے آخری لمحات مین کام مین لائے،[۳]

گورنری — حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین مدائن کی حکومت پر سرفراز ہوئے، اس کی تفصیلات آئندہ اخلاق وعادات میں آئین گی،

چونکہ حضرت سلمانؓ مقربین بارگاہ نبوی مین سے تھے، اسی لیے حضرت عمرؓ ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دفعہ یہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے، اس وقت آپ ایک گدے پر ٹیک

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۱ [۲] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱ [۳] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۶۶

لگائے بیٹھے تھے، سلمان کو دیکھکر گدا ان کی طرف بڑھا دیا،[۱]

علالت حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاص عیادت کو گئے، تو رونے لگے، سعد نے کہا ابو عبد اللہ رونے کا کون سا مقام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے خوش خوش دنیا سے اٹھے، تم ان سے حوض کوثر پر ملوگے، بچھڑے ہوئے ساتھیون سے ملاقات ہوگی، کہا خدا کی قسم مین موت سے نہین گھبراتا، اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے، رونا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی سازو سامان ایک مسافر کے زاد راہ سے زیادہ نہ ہو، حالانکہ میرے گرد اسقدر سانپ (اسباب) جمع ہین، سعدؓ کہتے ہین کل سامان جس کو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن، اور ایک تسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعدؓ نے خواہش کی کہ مجھکو کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا "کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت اور تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو،[۲]

اس بیماری کے دوران مین اور احباب نے بھی نصیحت اور وصیت کی خواہش کی، فرمایا تم مین سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد، یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دیدے، اور فسق و فجور اور خیانت کی حالت مین نہ مرے،[۳]

وقت آخر آیا تو اپنی بیوی سے وہی مشک کی تھیلی منگائی، اور اپنے ہاتھ سے پانی مین گھول کر اپنے چارون طرف چھڑکوایا، اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا، لوگ تنہا چھوڑ کر ہٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر گئے تو دیکھا کہ مرغ روح قفس خاکی سے پرواز کر چکا تھا،

فضل و کمال حضرت سلمانؓ کے دن کا بڑا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مین گزرتا تھا

۱؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۹ ۲؎ ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۶۵ ۳؎ ایضاً ۴؎ ایضاً ص ۶۶

اس لیے قدرۃً آپ علوم و معارف نبویؐ سے کافی بہرہ ور ہوئے، حضرت علیؓ سے آپ کے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: "ان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا، اور وہ خود ایسا دریا تھے جو پایابی سے ناآشنا رہا، وہ ہمارے اہل بیت میں تھے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے[1]، علم اول سے مراد کتب سابقہ کا علم اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الٰہی یعنی قرآن کا علم ہے، اور اہل بیت سے ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت و اختصاص کی بنا پر اور اس لیے کہ عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا آپ نے انکو یہ شرف بخشا کہ اعزازاً اپنے اہل بیت میں داخل کر لیا،

حضرت معاذ بن جبلؓ جو خود بھی بعض بڑے عالم اور صاحب کمال صحابی تھے، ... ان کے کمال علم کے معترف تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا، ان ... میں ایک سلمانؓ کا نام بھی تھا[2]، ایک موقع پر خود زبان نبوتؐ نے ان کے علم و فضل کی ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ سلمانؓ علم سے لبریز ہیں[3]، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ سلمانؓ فضلائے صحابہ میں تھے[4]، آپ کی کوششوں سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰ ہے، ان میں سے تین حدیثیں متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ ایک میں مسلم اور تین میں بخاری منفرد ہیں[5]،

ابو سعید خدریؓ، ابو الطفیل، ابن عباسؓ، اوس بن مالک اور ابن عجرہ وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ میں ہیں،

گو حضرت سلمانؓ علم اول اور آخر کے امین تھے، تاہم حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے، اس لیے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ سے زیادہ متجاوز نہ ہوئی، حضرت حذیفہؓ

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۶۲ [2] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۶۱ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۱ [5] تہذیب الکمال ص ۱۴۶

مدائن میں لوگوں سے ایسی باتیں بیان کرتے تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت میں کسی سے فرمائی تھیں، لوگ اس کی تصدیق کے لیے حضرت سلمانؓ کے پاس آئے، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہ خود زیادہ اچھا جانتے ہیں، لوگوں نے حضرت حذیفہؓ سے آکر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمانؓ کو سنائی وہ نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تردید، حضرت حذیفہؓ نے آکر سلمان سے کہا جو کچھ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے، فرمایا بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کچھ غصہ میں کہہ دیتے تھے، اور بعض اوقات خوش ہو کر کچھ فرما دیتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ تم اس قسم کی باتوں کو بیان کرکے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بنا دوگے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا غصہ کی حالت میں اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو بھی اس کے حق میں خیر کر دینا، پھر ان سے کہا کہ تم اس قسم کی باتوں سے باز آؤ، نہیں تو میں عمرؓ کو آگاہ کر دوں گا۔[۱]

چونکہ وہ اسلام کے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے، اس لیے عیسائی مذہب کے متعلق بھی کافی معلومات رکھتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ سلمانؓ دو کتابوں کا علم رکھتے ہیں، کلام اللہ کا اور انجیل کا، مذہب عیسوی کے مسائل محض پادریوں کی زبانی نہیں سنے تھے بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے توراۃ میں دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے،[۲]

عام حالات میں تقرب بارگاہ نبوی حضرت سلمانؓ صحابۂ کرام کے اس مخصوص زمرہ میں تھے جسکو بارگاہ نبوی میں خاص تقرب حاصل تھا، مخصوص صحابۂ کرام کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے، جو

۱؎ مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۴۱ ۲؎ ایضاً

جو بارگاہ نبوت کی پذیرائی مین حضرت سلمانؓ کی ہمسری کر سکتے ہون، غزوہ خندق کے موقع پر جب مہاجرین اور انصار علیحدہ علیحدہ جمع ہوئے تو مہاجرین کہتے تھے کہ سلمانؓ ہمارے زمرہ مین ہین، انصار کہتے تھے کہ ہماری جماعت مین ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل بیت مین ہین،[۱] ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہین کہ سلمانؓ کی شب کی تنہائی کی صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ہم لوگون (ازواج) کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہین ہماری باری کی رات بھی اس نشست مین نہ گزر جائے، انس بن مالکؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت تین آدمیون کی مشتاق ہے، علی، عمار اور سلمان کی،[۲] آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی سے حضرت سلمانؓ اور ان کے بعض رفقاء کے بارہ مین رنجیدہ ہو گئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابو سفیان چند آدمیون کے ساتھ حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ کے پاس سے گذرے، ان تینون بزرگون نے کہا کہ خدا کی کوئی تلوار خدا کے دشمن (ابو سفیان) کی گردن پر نہین پڑی، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ سردار قریش کے متعلق زبان سے ایسا کلمہ نکالتے ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے ان لوگون کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان لوگون کو ناراض کیا تو گویا خدا کو ناراض کیا، حضرت ابو بکرؓ بہت نادم ہوئے اور آکر ان بزرگون سے معذرت کی،[۳]

اخلاق و عادات

حضرت سلمان فارسیؓ مین مذہبی جذبہ کی شدت فطری تھی، جس طرح آتش پرستی کے زمانہ مین سخت آتش پرست اور نصرانیت کے زمانہ مین سخت عابد و زاہد نصرانی تھے، اسی طرح

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۸ [۲] جامع ترمذی مناقب سلمان [۳] مسلم ج ۲ ص ۳۶۲ مصر

مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اسلام کا مکمل ترین نمونہ بن گئے، ان کے اصلی فضل و کمال کا میدان یہین ہے،

زہد و تقویٰ ان کا زہد و ورع اس حد تک پہنچ گیا تھا جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے، اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہین بنایا، جہان کہین دیوار یا درخت کا سایہ ملتا پڑ رہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ مین آپ کے لیے مکان بنا دون، فرمایا مجھکو اس کی حاجت نہین، وہ پیہم اصرار کرتا رہا یہ برابر انکار کرتے رہے، آخر مین اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بناؤن گا، فرمایا وہ کیسا، عرض کیا کہ اتنا مختصر کہ کھڑے ہون تو سر چھت سے ملجائے اور اگر لیٹین تو پیر دیوارون سے لگین، فرمایا خیر اس مین کوئی مضائقہ نہین، چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنا دی۔[1]

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ مین نمایان تھا، مزخرفاتِ دنیاوی کو کبھی پاس نہ آنے دیا، وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر مین معمولی سا بچھونا تھا، اور دو اینٹین جن کا تکیہ بناتے تھے، اس پر بھی روتے تھے، اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہیے، اور میرا یہ حال ہے۔[2] یہ حالت زندگی کے ہر دور مین قائم رہی جب امارت کے عہدہ پر ممتاز تھے اس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا، حسن بیان کرتے ہین کہ سلمانؓ جب پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے، اس وقت بھی صرف ان کے پاس ایک عبا تھی جس مین لکڑیان جمع کرتے تھے، اس کا آدھا حصہ بچھاتے تھے اور آدھا اوڑھتے تھے۔[3] ورع کا یہ حال تھا کہ خادم کو گوشت کی بوٹیان گن کر دیا کرتے تھے کہ مبادا اسکی طرف سے کوئی سوءِ ظن نہ پیدا

۱؎ استیعاب ج ۲ ص ۵۶۲ ۲؎ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۳۸ و ۴۳۹ ۳؎ ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۶۲

رہبانیت سے اجتناب | اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف رہبانیت کی طرف مائل تھے، مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، اور دوسروں کو بھی اسکی تلقین کرتے تھے، ان کے اسلامی بھائی حضرت ابو درداؓ بڑے عابد و زاہد تھے رات بھر نماز پڑھتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے حضرت سلمانؓ ان سے ملنے انکے گھر جایا کرتے تھے ایک مرتبہ ابو درداؓ کی بیوی کو بہت خراب حالت میں دیکھا، پوچھا تم نے یہ کیا صورت بنا رکھی ہے، انھوں نے کہا کس کے لیے بناؤ سنگار کروں، تمھارے بھائی کو تو دنیا کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے حضرت ابو درداؓ جب گھر آئے تو بڑے تپاک سے ملے اور کھانا منگوایا مگر خود معذرت کی کہ میں روزے سے ہوں، فرمایا جب تک تم نہ کھاؤ گے، میں نہ کھاؤں گا، پھر رات کو حضرت سلمانؓ ان کے پاس ہی لیٹے، اور ان کو دیکھتے ہی رہے، جب وہ عبادت کو اٹھے تو روک کر فرمایا کہ تم پر تمھارے رب، تمھاری آنکھ اور تمھاری بیوی سب کا حق ہے، روزوں کے ساتھ افطار اور شب بیداری کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے، اس کے بعد دونوں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا، آپ نے ابو درداؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلمان تم سے زیادہ مذہب کے واقف کار ہیں[1]

سادگی | حضرت سلمانؓ کی تصویر حیات میں تکلف کے آب و رنگ کے بجائے سادگی کے بہت غالب تھی، جو ہر زمانہ میں یکساں قائم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ میں جب کہ شان و شوکت اور خدم و حشم غرض تمام لوازم ان کے لیے مہیا ہو سکتے تھے، اس وقت بھی ان کی سادگی میں کوئی فرق نہیں آیا، لباس میں ایک عبا اور ایک معمولی سی جانگھیا اور ایک

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۲

اونچا پائجامہ ہوتا تھا، چونکہ ان کے سر کے بال گھنے اور کان لمبے لمبے تھے اس لیے اس ایرانی ہیئت کو دیکھ کر لوگ "گرگ آمد گرگ آمد" کہتے، ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ مین اس شان و شوکت سے نکلے کہ سواری مین بلا زین کا گدھا تھا، لباس مین ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی، جو سواری پر سے کسی وجہ سے اٹھ گئی تھی، جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگین کھلی ہوئی تھین، لڑکے اس ہیئت کذائی مین دیکھکر انکے پیچھے لگ گئے، لوگون نے یہ طوفان بدتمیزی دیکھا تو ڈانٹ کر انکو ہٹایا، کہ امیر کا پیچھا کیون کرتے ہو، ایک مرتبہ ایک دستۂ فوج کی سرداری سپرد ہوئی، فوجی امارت کی شان و شوکت کا تو کیا ذکر یہان معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھ کر ہنستے اور کہتے کہ یہی امیر ہین، حضرت ابو درداؓ کی والدہ فرماتی ہین، کہ حضرت سلمانؓ ایک مرتبہ مدائن سے شام آئے، اس وقت وہ وہان کے گورنر تھے، مگر اپنی سادگی کی وجہ سے معمولی لباس اور ابتر حالت مین تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے کو اسقدر ابتر کیون بنا رکھا ہے، آپ نے فرمایا کہ آرام و راحت تو صرف آخرت کے لیے ہی،

ابو قلابہ راوی ہین کہ ایک شخص سلمانؓ کے یہان گیا، دیکھا تو بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہین، پوچھا خادم کہان ہے، کہا کام سے بھیجا ہے، مجھکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ دو دو کامون کا بار اس پر ڈالون،

اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگون کو ان پر اکثر مزدور کا دھوکا ہو جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایک عیسی نے جانور کے لیے چارہ خریدا، حضرت سلمانؓ کھڑے تھے، اس نے کہا کہ اسکو گھر تک پہنچادو، وہ اٹھا کر لے چلے، راستہ مین لوگون نے دیکھا تو کہنے لگے لائیے ہم پہنچا دین، یہ حال دیکھکر عیسی نے پوچھا یہ کون ہین، لوگون نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہین، وہ سنکر بہت نادم ہوا، اور کہا کہ آپ تکلیف نہ کیجئے، آپ نے فرمایا اس مین مجھے نیت کا ثواب ملتا ہے، اب مین

اس بوجھ کو بغیر پہنچائے ہوئے نیچے نہین رکھ سکتا،

فیاضی | فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی آپ کا نمایان وصف تھا، جو کچھ آپ کو تنخواہ ملتی تھی وہ کل کی کل مستحقین مین تقسیم کر دیتے تھے، اور خود چٹائی بن کر معاش پیدا کرتے تھے، اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتے تھے، ایک تہائی بال بچون پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، ارباب علم کے بڑے قدردان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ آجاتی تو حدیث نبوی کے شایقین کو بلا کر کھلا دیتے تھے،[1]

صدقات سے اجتناب | صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے، اگر کسی چیز مین صدقہ کا ادنیٰ شائبہ ہوتا تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنا دیجئے، فرمایا تمھارے پاس کچھ ہے، کہا مین لوگون سے مانگ کر ادا کر دون گا، فرمایا تم مجھکو لوگون کے ہاتھ کا دھوون کھلانا چاہتے ہو[2] (حالانکہ اس کا مانگنا ان کے لیے صدقہ نہ رہ جاتا)

حلیہ | بال گھنے، کان لمبے اور دراز قامت تھے،

زرین اقوال | حضرت سلمانؓ کے بہت سے حکیمانہ جملے اور زرین اقوال کتب احادیث مین منقول ہین، ان مین سے چند جواہر ریزے ہم یہان نقل کرتے ہیں،

ایک مرتبہ دجلہ کے کنارے جانے کا اتفاق ہوا، ایک شاگرد بھی ساتھ تھا، حضرت سلمانؓ نے اس سے کہا کہ گھوڑے کو پانی پلا لاؤ، اس نے حکم کی تعمیل کی، آپ نے فرمایا خوب اچھی طرح پلاؤ جب وہ سیراب ہوگیا تو شاگرد سے مخاطب ہوکر حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ کیا اس جانور کے پانی پینے سے دجلہ مین کوئی کمی واقع ہوئی؟ اس نے کہا جی نہین، پھر آپ نے فرمایا کہ علم کی مثال بھی ایسی ہی ہے، اس مین سے جتنا بھی خرچ کیا جائے گھٹتا نہین چاہیے کہ علم نافع طلب کرو،

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۹ [2] ایضاً ص ۶۹

آپ نے فرمایا کہ علم بہت ہے اور عمر تھوڑی، تو بقدر علم دین اسے حاصل کر لو، اور ساری دنیا کے علوم کے پیچھے نہ پڑو،

فرمایا، مومن کی مثال ایک مریض کی ہے اور اس کے پاس طبیب موجود ہے جو مرض اور اس کے علاج سے بخوبی واقف ہے، مریض کو جب کوئی ایسی چیز کی خواہش ہوتی ہے جو اس کیلئے مضر ہوتی ہے تو وہ اس کو روکتا ہے، اسی طرح وہ برابر اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو جاتا ہے، اسی طرح مومن کی خواہشات بھی بہت ہوتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کو بری اور مضر خواہشات سے بچاتا رہتا ہے، تاآنکہ اسے موت آجاتی ہے، اور وہ جنت کی تمام نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے، اگر وہ پہلے باز نہ رکھا گیا ہوتا تو اسکو یہ نعمتیں کیسے ملتیں،

ابو درداءؓ نے ایک مرتبہ ان کو لکھا کہ آپ ارض مقدس (غالباً بیت المقدس) میں چلے آیئے، حضرت سلمانؓ نے ان کو جواب میں لکھا کہ کوئی زمین انسان کو مقدس نہیں بناتی، بلکہ اس کو خود اس کا عمل مقدس اور متبرک بناتا ہے، پھر آپ نے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کسی جگہ کے قاضی بنا دیے گئے ہو، تو اگر تمہارے فیصلوں سے لوگوں میں انصاف ہو تو بہت اچھا ہے، اور اگر تم مصنوعی قاضی ہو تو پھر ایسا نہ ہو کہ اپنے فیصلوں سے تمہیں دوزخ میں جانا پڑے،

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ابو درداءؓ کا یہ حال ہو گیا کہ جب دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور فریقین واپس جانے لگتے تو ان کی طرف ایک نظر ڈالتے، اور ان سے فرماتے کہ واقعی میں مصنوعی قاضی ہوں، واپس آؤ اور پھر مجھ سے اپنا مقدمہ بیان کرو، شاید فیصلہ میں غلطی ہو گئی ہو،

فرماتے کہ مجھے تین آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے، ایک وہ جو دنیا کی طلب میں پڑا ہوا ہے

اور موت اسے طلب کر رہی ہے، دوسرا وہ جو موت سے غافل ہے حالانکہ موت اس سے غافل نہیں ہے
تیسرا وہ جو قہقہہ مار کر ہنستا ہے، اور نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض فرمایا تین
چیزیں مجھے اسقدر غمگین کرتی ہیں کہ میں رو دیتا ہوں، ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے
اصحابؓ کی جدائی، دوسری عذاب قبر، تیسری قیامت کا خطرہ،

آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے نصیحت کی خواہش ظاہر کی، آپ نے
فرمایا بولو! نہیں، اس نے کہا کہ لوگوں میں رہ کر یہ کیسے ممکن ہے، آپ نے فرمایا کہ اگر بولو تو
صحیح اور مناسب بات کہو، اس نے کہا کہ کچھ اور ارشاد ہو، فرمایا کہ غصہ نہ کرو! اس نے کہا
کہ میں غصہ میں قابو سے باہر ہو جاتا ہوں، فرمایا کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھو، اس نے اور
کچھ اور ارشاد فرمایئے فرمایا کہ لوگوں سے ملو جلو نہیں، اس نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگوں سے
ملا جلا نہ جائے، آپ نے فرمایا اگر ملتے جلتے ہو تو پھر بات میں سچائی سے کام لو اور امانت ادا کر دیا کرو[1]

(۳۶) حضرت سمعان رضؓ بن خالد

صاحب اصابہ نے ان کے تذکرہ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ یہ بنو قریظہ سے تھے، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی اور ان کے سر پر اپنا
دست شفقت پھیرا[2]

صاحب تجرید نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ ان سے کچھ احادیث بھی مروی ہیں، جو انکی
اولاد کے پاس موجود ہیں،[3]

---

[1] یہ تمام اقوال صفوۃ الصفوۃ سے لیے گئے ہیں،

[2] اصابہ جلد ۳ ص ۸۰ [3] تجرید ج ۱ ذکر سمعان بن خالدؓ

(۳۷) حضرت سیمونہ بلقاوی رض

نام ونسب سیمونہ یا سیما نام، نسباً اور عقیدۃً نصرانی، بلقا کے رہنے والے تھے، اور انکا شمار عباد نصاریٰ مین تھا،

اسلام یہ تصریح نہین مل سکی کہ کب اسلام لائے، ارباب رجال صرف اتنا لکھتے ہین،

کان متنصرانیا شماسا فاسلم[۱] — ایک نصرانی عابد شخص تھے، پھر اسلام لائے،

مدینہ سے تجارتی تعلقات حضرت سیمونہ رض کو تجارت کے سلسلہ مین مختلف جگہ جانے کا اتفاق ہوتا تھا، کہتے ہین کہ ایک مرتبہ ہم چند آدمی بلقا سے گیہون لے کر مدینہ آئے، یہان اسے فروخت کیا، اور اس کی قیمت مین مدینہ کی کھجورین بلقا لیجانیکا خیال ہوا، مدینہ کے لوگون نے کھجورین دینے سے انکار کیا، یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ سے فرمایا کہ یہ لوگ اپنا گیہون سستا دیتے ہین، اور کھجورین گران خریدتے ہین، اس پر بھی تمھین اطمینان نہین ہے، تم لوگ انھین کھجورین لیجانے کے لیے دو،[۲]

وفات آپ کی عمر مین اللہ تعالیٰ نے برکت دی تھی، ایک سو بیس برس کی عمر مین وفات پائی، سنہ وفات کی تصریح نہین مل سکی،

فضائل شرف صحبت کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کا شرف بھی حاصل ہے، فرماتے ہین:

رأیت النبی صلعم وسمعت من فیہ اذنی[۳] — مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا اور ان کے دہن مبارک سے خود میرے کانون نے سنا،

منصور بن صبیح نے جو ربیع بن صبیح مشہور تابعی کے بھائی ہین، حضرت سیمونہ رض سے روایت کی ہے،[۴]

---

[۱] تجرید ص ۲۷۰، ج ۱ [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۳ [۳] ایضاً [۴] ایضاً اصابہ ج ۲ ص ۱۰۴

(نمبر)

(۳۸) حضرت شمعونؓ

نام و نسب | شمعون نام، ابو ریحانہ کنیت، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے شمعون بن یزید بن خنافہ القرظی،[۱] ام المومنین حضرت ریحانہؓ کے والد تھے،[۲]

اسلام | یہ تو نہین معلوم ہو سکا کہ کب اسلام لائے مگر حافظ ابن عبد البر نے یہ تصریح کی ہے،

لہ صحبۃ وسماع و روایۃ — صحابی ہین، سماع اور روایت کا شرف بھی حاصل ہے،

غزوات | نسائی اور طبرانی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ مین بھی شریک ہوئے تھے،

کان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغزوۃ[۳] — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ مین شریک تھے،

اگرچہ اس کی تصریح نہین ملتی کہ کس غزوہ مین شریک ہوئے تھے،

عہد فاروقی | عہد صدیقی مین تو آپ کا ذکر کہین نہین آتا، مگر عہد فاروقی مین جب دمشق فتح ہوا، تو آپ بھی اس شرف جہاد مین شریک رہے،[۴]

شام کا قیام | آپ مستقل طور سے شام مین رہتے تھے لیکن کچھ دنون کے لیے مصر مین چلے گئے تھے، مگر وہان تھوڑے روز رہ کر پھر واپس شام چلے آئے،[۵]

وفات | سنہ وفات معلوم نہین ہے،

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۲۰۳ [۲] ایضاً، ابن سعد نے حضرت ریحانہؓ کے تذکرہ مین لکھا ہے کہ یہ نسباً بنو قریظہ سے تھین لیکن شادی بنو نضیر کے ایک شخص کے ساتھ ہوئی تھی، اس بنا پر حضرت شمعونؓ کو بھی نضری سمجھنا چاہیے، لیکن یہ بھی تیقن سے نہین کہا جا سکتا کیونکہ تمام ارباب رجال لکھتے ہین کہ حضرت ریحانہؓ بنو قریظہ کی جنگ مین گرفتار ہوئی تھین، اس بنا پر وہ قرظی ہو مین، اور بنو نضیر کی جلاوطنی تو اس سے ایک سال پہلے ہو چکی تھی، ان دونون روایتون مین کوئی تعارض نہین ہے، ہو سکتا ہے کہ حضرت شمعونؓ نضری ہون، مگر حضرت ریحانہؓ کی شادی بنو قریظہ میں کر دی ہو اور دوسرے تعلقات کی بنا پر وہ ان ہی کے ساتھ رہنے لگے ہون۔ [۳] اصابہ جلد ۲ ص ۱۵۶ [۴] ایضاً [۵] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴

فضل وکمال | آپ کا شمار عباد اور زہاد صحابہ مین تھا، حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہین،

کان من فضلاء الاخیار الزاھدین فی الدنیا الراجین مع عند اللہ (استیعاب ج ۱ ص ۲۶۱)

اخیار علماء مین تھے، دنیا سے بالکل بے تعلق اور اللہ پر متوکل تھے،

اسد الغابہ مین ہے:

کان من صالحی الصحابۃ وعبادھم (ج ۲ ص ۳)

صالح، نیک اور عبادت گذار صحابہ مین انکا شمار تھا،

اصابہ مین ہے:

کان یکثر السجود

نماز مین بہت پڑھتے تھے،

قرآن سے شغف | قرآن سے بیحد شغف تھا، بسا اوقات آپ قرآن پڑھنے مین ایسا منہمک ہوجاتے تھے کہ آرام کرنے کا بھی خیال نہ رہتا تھا،

ایک مرتبہ آپ کسی غزوہ سے واپس ہوئے، کھانا کھایا اور وضو کرکے اپنے پروردگار کے سامنے سجدۂ شکر ادا کرنے کے لیے مسجد مین حاضر ہوئے، کوئی سورت پڑھنی شروع کی اور رات بھر اسی کو پڑھتے رہے، صبح کی نماز پڑھکر جب گھر تشریف لائے تو بیوی نے کہا کہ غزوہ سے تھکے ماندے واپس آئے تھے کچھ آرام تو کرلینا چاہیے تھا، آپ نے فرمایا، ہان یہ تو ٹھیک ہے،

ان ذکرتک لکان علی حق

اگر تم یاد آگئی ہوتین تو ضرور مجھپر تمھارا حق ہوتا مگر یاد الٰہی مین دوسری یاد آتی ہی نہین،

بیوی نے پوچھا، آخر کس چیز نے آپ کو اسقدر مشغول کرلیا تھا؟ آپ نے فرمایا

التفکر فیما وصف اللہ فی جنۃ ولذاتھا حتی سمعت المؤذن (اصابہ ج ۲ ص ۱۵۶)

اللہ تعالیٰ نے جو جنت اور اسکی لذات کی تعریف کی ہے اسی مین غور و فکر کرتا رہا، یہانتک کہ صبح کی اذان ہوگئی،

آپ قرآن یاد کرنے کی بیحد کوشش کرتے تھے، مگر وہ زیادہ یاد نہین رہتا تھا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تشریف لائے اور قرآن کے بار بار بھول جانے اور اپنے یاد کرنے کی محنت کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا کہ

لا تحمل مالا تطیق علیک بالسجود (کتاب الاسماء والکنی للدولابی ج ۱ ص ۳) اپنی یادداشت بھر یاد کرو، نماز کی زیادہ پابندی رکھو (یعنی جب نماز زیادہ پڑھوگے تو قرآن بھی باربار پڑھوگے، اس طرح وہ یاد رہے گا)

(ص)

(۳۹) حضرت صالح القرظی رضؓ

صالح نام تھا، قبیلہ قریظہ[1] سے آپ کا نسبی تعلق تھا جب مقوقس (شاہ مصر) نے ماریہ قبطیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجا تو آپ بھی ان ہی کے ساتھ مدینہ تشریف لائے، اسی وجہ سے بعض لوگون کو یہ دھوکا ہو گیا ہے کہ ان کو بھی مقوقس ہی نے بھیجا تھا، مگر صاحب اصابہ نے اس کی تردید کی ہے،[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون کو حضرت ابو ایوب رضؓ انصاری کے مکان مین ٹھہرایا،[3]

زندگی کے اور دوسرے حالات نہین معلوم ہو سکے،

(ع)

(۴۰) حضرت عامر الشامی رضؓ

عامر نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے تھے،

اسلام | اس کے متعلق کوئی تصریح نہین ملی کہ کب اسلام لائے، مگر جب حضرت جعفر رضؓ حبشہ سے واپس آئے تو ان کے ساتھ حبشہ سے کچھ لوگ جو اسلام لا چکے تھے خدمت نبوی ...

---

[1] اصابہ مین ہے والصواب قبطی، مگر اور دوسرے ارباب طبقات قرظی لکھتے ہین، تجرید ج ۱ ص ۲۸۱، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰ [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۸۷ [3] ایضاً

مین مدینہ آئے، ان ہی آنے والون مین حضرت عامرؓ بھی تھے[1] ان آنے والون کے بارے مین یہ آیت نازل ہوئی،[2]

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِہٖ ھُمْ بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ، وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِہٖٓ اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِہٖ مُسْلِمِیْنَ	نزول کے پہلے مسلمان ہیں،	جن لوگون کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان رکھتے ہین، جب انکے سامنے قرآن کی آیات پڑھی جاتی ہین تو وہ کہتے ہین کہ ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے، ہم اس کے

(۲۱) حضرت عبدالحارث ؓ بن السنی

نام ونسب عبدالحارث یا عبدالرحمٰن نام، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، عبدالحارث بن السنی ابن الدیان الحارثی،[3] آپ کا شمار نجران کے ممتاز لوگون مین تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر نجران پہنچی اور وہان فتنۂ ارتداد اٹھا تو آپ نے روک تھام کی پوری کوشش کی، آپ نے اہل نجران کے سامنے ایک بہت بلیغ خطبہ دیا جس کے الفاظ یہ ہین،

یا اھل نجران من امرکم بالثبات علی ھذا الدین نقد نصحکم ومن امرکم ان تزیغوا فقد غشکم الی ان قال وانما کان نبی اللہ	اے اہل نجران جس نے تم کو اس دین اسلام پر جم جانے کے لیے کہا وہ تمھارا خیرخواہ ہے اور جس نے کجروی کی تلقین کی وہ تمھارا بدخواہ اور تمکو دھوکا دے رہا ہے، یہ اللہ کے نبی محمد صلعم

[1] پوری تفصیل حضرت اشرفؓ کے حالات مین گزر چکی ہے [2] طبری [3] تجرید مین آپ کا نام عبدالرحمان درج ہے، حافظ ابن حجر نے اصابہ مین لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالحارث سے آپ کا نام تبدیل کرکے عبدالرحمٰن رکھدیا ہو، اصابہ ج ۲ ص ۳۸۸

عاریۃً بین اظہرکم فاتی علیہ اجلہ وبقی الکتاب الذی جاءبہ فامرہ امر ونھیہ نھی الی یوم القیامہ

ترجمہ: تھوڑے سے زمانہ کے لیے تمہارے پاس آئے تھے، اب انکی وفات ہو چکی ہے، مگر جو کتاب وہ لیکر آئے تھے وہ اب بھی باقی ہے اس کا حکم حکم ہے، اسکی نہی نہی ہے اسکے اوامر اور منہیات ہیں

اور پھر یہ اشعار پڑھے،

ونحن بنو عبد اللہ ھامۃ مذحج ۔۔۔ بنو الحرث الخیر الذین ھم مدد

ونحن علی دین النبی محمد الذی ۔۔۔ نھانا حرامًا منہ والامر ماامر

چنانچہ بہت سے لوگ آپ کی کوشش کی وجہ سے ارتداد سے باز آ گئے،[۱]

وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی،

(۴۲) حضرت عبد اللہ بن سلامؓ

نام ونسب جاہلی نام حصین تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ نام رکھا، ابو یوسف کنیت ہے، یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے، مشہور ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب حضرت یوسف علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے، مختصراً آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے عبد اللہ بن سلام بن حارث، قبیلہ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے اس میں ایک شاخ کا نام قوافل ہے، حضرت عبد اللہؓ اسی قوافل کے حلیف تھے،

اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے اور مالک بن نجار کے محلہ میں ناقہ سے اترے، تو عبد اللہ بن سلام کو خبر ہوئی، وہ اپنے بچوں کے لیے باغ میں

[۱] اصابہ ج ۲ ص ۸۳

پھل چننے گئے تھے، جلدی سے خدمت اقدس مین حاضر ہوئے، اور کہا، آپ سے تین باتین دریافت کرتا ہون، جو انبیاء کے سوا کسی کو معلوم نہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب دیا، تو فوراً بول اٹھے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ، اس کے بعد کہا کہ یہود افترا پرداز قوم ہے، اور مین عالم بن عالم اور رئیس بن رئیس ہون، آپ ان کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجئے، لیکن میرے مسلمان ہونے کی خبر نہ دیجئے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلا کر اسلام کی دعوت دی اور کہا عبد اللہ بن سلام کون شخص ہین؟ بولے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہین، فرمایا وہ مسلمان ہو سکتے ہین؟ جواب ملا کبھی نہین، عبد اللہ بن سلام مکان کے ایک گوشہ مین چھپے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی تو کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے، اور یہودیون سے کہا ذرا خدا سے ڈرو، تمھین خوب معلوم ہے کہ یہ رسول ہین، اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے، اور باینہمہ ایمان لانے پر تم لوگ آمادہ نہین ہوتے، یہود کو خلاف توقع جو خفت نصیب ہوئی اس نے ان کو آتش زیر پا کر دیا، اور غصہ مین کہا کہ تم جھوٹے ہو اور ہماری جماعت کے بدترین شخص ہو اور تمھارا باپ بھی بدترین شخص تھا، حضرت عبد اللہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دیکھا، مجھکو اسی کا خوف تھا۔[1]

غزوات بدر و احد کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے، صاحب طبقات کے نزدیک خندق ان کا پہلا غزوہ تھا، اسی سبب انھون نے صحابہؓ کے تیسرے طبقہ یعنی اصحاب خندق مین انکا تذکرہ لکھا ہے، خندق کے بعد جو معرکے پیش آئے وہ ان مین بھی شامل ہوئے، امام بخاری نے لکھا ہے کہ بنو نضیر کے محاصرہ کے وقت جنگی ضرورتون کی بنا پر جب ان کے نخلستان

[1] صحیح بخاری ص ۵۵۶ و ۵۶۱ ج ۱

صاف کیے جانے لگے تو اس کام پر جو لوگ متعین تھے، ان مین عبداللہ بن سلام بھی تھے،[۱]

عہد فاروقی | عہد نبوت کے بعد خلافت فاروقی مین جب حضرت عمرؓ صلح بیت المقدس کیلیے مدینہ سے شام روانہ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ بھی ہمراہ تھے،

عہد عثمانی | حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت مین جب باغیون نے آستانۂ خلافت کا محاصرہ کرکے آپ کے قتل کی تیاریان کین تو عبداللہؓ بن سلام حضرت عثمانؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور کہا کہ آپ کی مدد کے لیے تیار ہون، فرمایا، تمھارا مکان کے اندر رہنا ٹھیک نہین، باہر جاکر مجمع کو منتشر کرو، حضرت عبداللہ بن سلامؓ باہر تشریف لائے، اور ایک مختصر تقریر کی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے،

"لوگو! میرا نام جاہلیت مین فلان تھا (حصین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا، میرے متعلق قرآن مجید مین کئی آیتین نازل ہوئین، چنانچہ شھد شاھد من بنی اسرائیل اور قل کفی باللہ شھیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب میرے ہی شان مین اتری ہین، خدا کی تلوار ابتک نیام مین ہے، اور فرشتون نے تمھارے شہر کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار الہجرت ہے، اپنا نشیمن بنالیا ہے، پس ڈرو! خدا سے ڈرو! اور ان کو (حضرت عثمانؓ) قتل نہ کرو، خدا کی قسم اگر تم ان کے قتل پر کمربستہ ہوئے تو تمھارے ہمسایہ فرشتے مدینہ چھوڑ دین گے، اور خدا کی وہ تلوار نکل پڑیگی جو اس وقت تک نیام مین بند ہے، اور جو پھر قیامت تک نیام مین واپس نہ جائے گی، لیکن سنگدلون پر اس پرزور تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا، بلکہ اس کے خلاف شقاوت اور زیادہ ترقی کر گئی، بولے کہ اس یہودی اور عثمان دونون کو قتل کر ڈالو،[۲]

---

[۱] شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۲۲۴ [۲] صحیح ترمذی ص ۶۲۸

عہد مرتضوی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت مین مدینہ سے کوفہ دار الخلافہ تبدیل کرنا چاہا تو انھون نے آپ کہلا یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر نہ چھوڑیئے، ورنہ پھر اس کی زیارت نہ کر سکین گے، لوگون نے حضرت علیؓ کو خبر کی تو فرمایا، وہ بیچارے نہایت نیک آدمی ہین،[۱]

وفات ۴۳ھ مین مدینہ منورہ مین انتقال ہوا، یہ امیر معاویہؓ کا زمانہ خلافت تھا،

اولاد دو بیٹے یادگار چھوڑے، یوسف اور محمد، دونون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین پیدا ہوئے تھے، یوسف بڑے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی گود مین بٹھایا، سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف نام رکھا،[۲]

علم وفضل توراۃ اور انجیل کے عالم تھے، اسلام لانے کے بعد قرآن وحدیث کی طرف توجہ کی اور آپ کا شمار ان لوگون مین ہوا جن کی طرف سے مسائل مین فتویٰ لیا جاتا تھا، حضرت معاذ بن جبلؓ سے لوگون نے مرض الموت مین وصیت کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا مین نہ رہون گا، مگر علم اپنی جگہ پر باقی رہیگا، اور جو اس کی جستجو کرے گا خصوصیت سے چار آدمیون کے پاس پائیگا، پھر آپ نے ابو درداءؓ، سلمان فارسیؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن سلامؓ کے متعلق یہ فرمایا،

کان یھودیا فاسلم فانی سمعت	یہ یہودی تھے مسلمان ہوئے، مین نے رسول اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ
یقول انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ	دسوین جنتی ہین،[۳]

حضرت ابو ہریرہؓ باوجودیکہ خود بہت بلند پایہ کے تھے، مگر بعض مسائل آپ سے پوچھا

---

۱ ؎ اصابہ ج ۴ ص ۱۸۱ ۲ ؎ مسند ج ۵ ص ۳۵ ۳ ؎ مسند ج ۵ ص ۲۴۲ ۴ ؎ اصابہ ج ۴ ص ۱۰

کرتے تھے، جمعہ کے روز ایک گھڑی ایسی ہے جسمین نمازی کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے عبد اللہ بن سلام سے دریافت کیا کہ وہ کونسی گھڑی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عصر کے بعد کا وقت ہی حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ یہ ذکر خاص تو حالتِ نماز کا ہے، حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ کیا وہ حدیث پیش نظر نہین ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ بندہ جب تک نماز کے انتظار مین رہتا ہے وہ گویا نماز مین ہوتا ہے، تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ آپ ٹھیک فرماتے ہین،

روایت حدیث آپ سے صرف ۲۵ روایتین منقول ہین، راویون مین بعض صحابۂ کرام بھی ہین جن کے نام نامی یہ ہین، آپ کے دونون صاحبزادے یوسف و محمد، ازارہ بن اوفی، ابوہریرہ، عبد اللہ بن معقل، عبد الرحمان بن حنظلہ، تابعین مین حسب ذیل لوگون نے آپ سے روایتین کی ہین، خرشیہ بن الحر، قیس بن عبادہ، ابوسلمہ بن عبد الرحمان، حمزہ بن یوسف آپ کے پوتے، عمرو بن محمد (پوتے) عوف بن مالک، ابوبردہ بن موسیٰ، ابوسعید المقبری، عبادۃ الزرقی، عطاء بن یسار، عبید اللہ بن جبیش غفاری،[۱]

اتباع سنت عطاء بن یسار فرماتے ہین، آپ ان صحابہ مین تھے جو رفتار، گفتار، نشست و برخاست ہر چیز مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو جمع کرکے انکے سامنے سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ (الآیہ) تلاوت فرمائی تو حضرت عبد اللہ بن سلام کا دستور تھا کہ وہ بھی لوگون کے سامنے یہ آیت تلاوت کیا کرتے تھے، اور یہ طریقہ امام اوزاعی تک برابر جاری رہا،[۲]

---

[۱] مسند ج ۵ ص ۴۵۱ [۲] ایضاً

تواضع وخاکساری

زندگی ہی جنت کی بشارت مل چکی تھی، علم وفضل اور تقویٰ و دیانت مین بھی آپ اپنی نظیر تھے لیکن اس فضل وکمال کے باوجود مزاج مین انتہائی تواضع وخاکساری تھی، حضرت عبادہؓ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی مین آئے، آپ کے چہرہ سے خشوع وخضوع کا اظہار ہو رہا تھا، آپ نے دو رکعت نماز ادا کی، اسی اثنا مین لوگون نے یہ کہنا شروع کیا، "یہ شخص جنتی ہے" جب وہ نماز ادا کر چکے تو مین بھی ان کے ساتھ ہو لیا، گھر پہونچکر کچھ باتین کین، جب ذرا آپ مجھ سے مانوس ہو گئے تو مین نے کہا کہ مسجد مین لوگ آپ کے متعلق ایسا کہہ رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ لوگون کو جو بات معلوم نہ ہو وہ بات نہین کہنی چاہیے، پھر فرمایا کہ مین نے ایک مرتبہ خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائی کہ تمھارا خاتمہ اسلام پر ہوگا،

یہ بات آپ نے انکسار کی وجہ سے فرمائی، ورنہ اوپر گذر چکا ہے کہ معاذ بن جبل فرمایا کرتے تھے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنے ہین کہ

انہ عاشر عشرۃ الجنۃ

اسی طرح کی ایک روایت سعد بنؓ عبادہ سے بخاری مین ہے،

ما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاحد یمشی علی الارض انہ من اہل الجنۃ الا لعبد اللہ ابن سلام

موجودہ لوگون مین مین نے عبداللہ ابن سلام کے علاوہ کسی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے نہین سنا کہ وہ اہل جنت مین سے ہین،

لہ اس روایت مین اشکال یہ ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی بعض لوگ ہین جن کو زندگی ہی مین جنت کی بشارت دیدی گئی تھی، اور اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صرف عبداللہ بنؓ سلام ہی اس فضل کے مستحق ہین،

(باقی حاشیہ ص ۷۵ پر)

ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، لوگوں نے کہا آپ کو خدا نے اس سے مستغنی کیا ہے، فرمایا یہ ٹھیک ہے، لیکن میں اس سے کبر و غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں،[1]

اس خاکساری و تواضع کے ساتھ حق و صداقت کا جوش بھی بے اندازہ تھا، فرماتے تھے کہ تم کو ایک بار قریش سے لڑائی پیش آئے گی، اس وقت اگر مجھکو قوت نہ ہو تو تخت پر بٹھا کر مجھکو فریقین کی صفوں کے درمیان رکھدینا،[2]

(۴۳) حضرت عبد الرحمانؓ بن زبیر

نام و نسب عبد الرحمان نام، باختلاف روایت[3] پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد الرحمٰن بن زبیر ابن باطیا، القرظی، یہود کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے تھے،

اسلام یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کب اسلام لائے،

کتب احادیث میں آپ کا یہ واقعہ درج ہے،

حضرت رفاعہؓ نے اپنی بیوی تمیمہ کو طلاق دیدی تھی جن سے عبد الرحمٰنؓ بن زبیر نے شادی کرلی، مگر حضرت عبد الرحمانؓ کی کچھ طبعی قوت کی کمزوری کی وجہ سے ان سے نباہ

(بقیہ حاشیہ ص۷۴) حافظ ابن حجر نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیے ہیں، ان میں سب سے صحیح بات یہ ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے دوسرے حضراتؓ کی وفات کے بعد یہ کہا تھا، سعد بن عبادہؓ خود انہی مبشرین جنت میں ہیں، لیکن انھوں نے انکساری سے اپنا نام نہیں لیا،

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳ [2] استیعاب ج ۱ ص ۳۹۶ [3] ابن مندہ نے آپ کا سلسلۂ نسب یہ لکھا ہے، عبد الرحمٰن بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن مالک بن اوس، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوسی تھے، مگر حافظ ابن حجر نے اسکی تردید کی ہے، اور لکھا ہے کہ زبیر بن باطیا تو بنو قریظہ کے مشہور و معروف لوگوں میں ہیں، یہ ہو سکتا ہے کہ قبیلۂ اوس کے وہ متبنیٰ ہوں اور اس حیثیت سے اوسی بھی مشہور ہو گئے ہوں (اصابہ ج۴ ص ۳۹۸، اسد الغابہ ج۳ ص ۱۸۶)

نہ ہوسکا، تمیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین، اور علیحدگی کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ باتین دریافت کین، اسکے بعد آپنے فرمایا کہ حلالہ کی شرط جب تک پوری نہ ہوجائے گی، اس وقت تک تم کو علیحدگی کا اختیار نہین ہے، اس کے کچھ روز بعد پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئین، مگر آپ نے پھر بھی علیحدگی کی اجازت نہین دی، پورا واقعہ حضرت رفاعہؓ کے تذکرہ مین آچکا ہے،

وفات آپ کی وفات کی گو کوئی تصریح نہین ملتی، مگر حضرت رفاعہؓ کے حالات مین گذر چکا ہے کہ تمیمہ حضرت عمرؓ کے زمانہ تک چاہتی رہین کہ حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر سے علیحدگی ہوجائے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً حضرت عبدالرحمانؓ عہد فاروقی تک زندہ رہے، واللہ اعلم،

اس آیت کا شان نزول آپ ہی کے نکاح کا واقعہ ہے،

فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ	پس جب تک دوسرا شوہر نکاح نہ کرے دوسرا نکاح جائز نہین ہے،

(۴۴) حضرت عداسؓ

عداس نام تھا شیبہ بن ربیعہ کے غلام تھے نینوا کے مشہور مقام موصل کے کسی گاؤن کے رہنے والے تھے، مذہباً عیسائی تھے،

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل طائف کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے، اور ان لوگون نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کی اور آپ وہان سے واپس ہوئے تو راستہ مین شیبہ اور عتبہ نے جو آپ کی یہ حالت دیکھ رہے تھے، عداس کو انگور کے کچھ خوشے

ا؎ اصابہ ج ۴ ص ۲۲۴

دیگہ آپ کے پاس بھیجا، جب عداسؓ آپ کے پاس انگور لائے تو آپ نے بسم اللہ فرمایا اور لے لیا،

عداسؓ نے تعجب سے کہا کہ یہ تو ایک نیا طرز کلام سن رہا ہون، آپ نے فرمایا کہ کہان کے رہنے والے ہو، عداسؓ نے بتایا کہ نینوا کا رہنے والا ہون، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جہان کے حضرت یونسؑ رہنے والے تھے، عداسؓ نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یونس کون ہین، آپ نے فرمایا کہ وہ بھی نبی تھے اور مین بھی نبی ہون،[۱]

اسلام | عداسؓ نے نبوت کے یہ آثار و صفات دیکھکر آپ کے دست مبارک اور پیرون کا بوسہ لیا، اور کہہ اٹھے

اشھد انک عبد اللہ و رسولہ[۲] مین گواہی دیتا ہون کہ بیشک آپ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہین،

شیبہ و عتبہ دور سے حضرت عداسؓ کی یہ کیفیت دیکھ رہے تھے، جب وہ واپس ہوئے تو انھون نے کہا کہ تم نے دست بوسی کیون کی، حضرت عداسؓ نے کہا کہ یہ دنیا کے بہترین شخص ہین، یہ سنکر ان دونون نے کہا کہ کہین وہ تمھین تمھارے دین سے برگشتہ نہ کر دین، تمھارا دین ان کے دین سے بہتر ہے، (البدایہ ج ۳)

بدر کے روز جب دونون طرف سے جنگ کی تیاریان ہو رہی تھین تو حضرت عداسؓ ایک ٹیلہ پر بیٹھ گئے، جب شیبہ اور ربیعہ ادھر سے گزرے تو آپ نے ان دونون کا پیر تھام لیا، اور فرمایا کہ خدا کی قسم تم لوگ نبی سے لڑنے کے لیے جا رہے ہو، تم لوگون کا بچکر واپس آنا بہت مشکل ہے، حضرت عداسؓ کو ان دونون سے ایک گونہ تعلق تھا، اس لیے بہت کچھ سمجھایا، مگر وہ نہ مانے تو آپ الگ غمگین ہو کر بیٹھ گئے،[۳]

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۰، ایک روایت مین ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم فرمایا زرقانی ص ۳۰۶ [۲] اصابہ ج ۴ ص ۲۶۹ [۳] زرقانی نے یہ تمام واقعات تفصیل سے لکھے ہین، اور اصابہ مین بھی یہ واقعات مذکور ہین، زرقانی ج ۱ ص ۳۵۸ و اصابہ ج ۴ ص ۲۶۹،

زندگی کے دوسرے واقعات کا ذکر رجال کی کتابون مین نہین ملتا،

(۴۵) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ

نام ونسب: عدی نام، ابوطریف کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عدی بن حاتم، عبداللہ بن سعد بن مشرج بن امراء القیس، بن عدی بن ربیعہ بن جرول بن ثعل بن عمرو بن غوث بن طے بن اود بن زید بن کہلان، عدی مشہور حاتم طائی کے جنکی فیاضیان ضرب المثل ہین، بیٹے ہین، عقیدۃً کے اعتبار سے عیسائیون کے رکوسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے،

عدی کا خاندان مدت سے قبیلہ طے پر حکمران چلا آتا تھا، اور ظہور اسلام کے وقت وہ خود تخت فرمانروائی پر تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئین اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اثر و اقتدار اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا اور عدی کو نظر آیا کہ کچھ دنون مین ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر اطاعت خم کیے بغیر چارہ کار نہین رہ جائے گا، تو دوسرے فرمانرواؤن کی طرح ان کی نخوت کو بھی ایک معمولی قریشی کی ماتحتی اور حکومت گوارا نہ ہوئی، لیکن ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا روکنا ان کے بس سے باہر تھا، دوسری طرف حکمرانی کا غرور اسلام کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہ دیتا تھا، اس لیے انھون نے ترک وطن کا فیصلہ کر لیا، اور سامان سفر درست کر کے اسلامی فوجون کی آمد کا انتظار کرنے لگے کہ ادھر وہ ان کے حدود کی طرف بڑھین ادھر یہ اپنا وطن چھوڑ کر نکل جائین، جب اسلامی شہسوار قبیلہ طے مین پہنچے تو عدی اپنے اہل وعیال کو لیکر اپنی عیسائی برادری کے پاس شام چلے گئے،[1]

اتفاق سے عدی کی ایک عزیزہ چھوٹ گئی تھین، وہ مسلمانون کے ہاتھ آئین،

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۰

اور عام قیدیون کے ساتھ ایک مقام پر منتقل کر دی گیئن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا، تو ان خاتون نے عرض کیا، یارسول اللہ! باپ مر چکے ہین، چھڑانے والا اس وقت موجود نہین ہے، مجھ پر احسان کیجئے، خدا آپ پر احسان کرے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، چھڑانے والا کون ہے؟ عرض کیا عدی بن حاتم، فرمایا وہی عدی جس نے خدا و رسول سے فرار اختیار کیا، یہ کہہ کر چلے گئے، دوسرے دن پھر گذرے، اسیر خاتون نے پھر وہی درخواست کی، اور پھر وہی جواب ملا، تیسری مرتبہ اس نے حضرت علیؓ کے مشورے سے درخواست کی، اس مرتبہ درخواست قبول ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہا فرما دیا، لیکن چونکہ بڑے گھر کی عورت تھین، اس لیے ان کے رتبہ اور اعزاز کا لحاظ کرکے ارشاد ہوا کہ ابھی جانے مین جلدی نہ کرو، جب تمھارے قبیلہ کا کوئی معتبر آدمی مل جائے تو مجھے خبر کرو، چند دنون کے بعد قبیلہ بلی اور قضاعہ کے کچھ لوگ مل گئے، طائی خاتون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ نے ان کے شایانِ شان سواری، لباس اور اخراجاتِ سفر کا انتظام کرکے بحفاظت تمام روانہ کر دیا، یہان سے یہ خاتون براہِ راست عدی کے پاس شام پہنچین، اور ان کی نہایت بری طرح خبر لی، کہ تم سے زیادہ قاطع رحم کون ہوگا، اپنے اہل و عیال کو لے آئے، اور مجھکو تنہا چھوڑ دیا، عدی نے ندامت اور شرمساری کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا، چند دنون کے بعد عدی نے ان سے پوچھا، تم ہوشیار اور عاقلہ ہو، تم نے اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا رائے قائم کی، انھون نے کہا کہ میری یہ رائے ہے کہ جسقدر جلدی ہوسکے تم ان سے ملو، اور اگر وہ نبی ہین تو ان سے ملنے مین سبقت کرنا شرف و سعادت ہے، اور اگر بادشاہ ہین تو بھی یمن کا ایک باعزت فرمانروا انکا کچھ نہین بگاڑ سکتا،[۱]

یہ معقول بات عدی کے سمجھ مین آگئی، چنانچہ وہ شام سے مدینہ آئے، اور مسجد نبوی
مین آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، آپنے انکا نام پوچھا اور انکو لیکر کاشانہ اقدس کیطرف چلے،
راستہ مین ایک بوڑھی عورت ملی اس نے آپکو روک لیا، آپ دیر تک اس سے باتین کرتے
رہے، اس کا عدی کے دل پر خاص اثر ہوا، اور انھون نے کہا کہ یہ طرز دنیاوی بادشاہ کا
نہین ہوسکتا، گھر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باصرار عدی کو ایک گدے پر بٹھایا،
اور خود زمین پر بیٹھے، اس اخلاق کا عدی کے دل پر اور اثر ہوا اور انھین یقین ہوگیا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح دنیاوی بادشاہ نہین ہوسکتے، اس کے بعد آنحضرت صلعم
نے عدی کے سامنے اسلام پیش کیا، انھون نے کہا کہ مین تو ایک مذہب کا پیرو ہون،
آپ نے فرمایا، میں تمھارے مذہب سے تم سے زیادہ واقف ہون، عدی نے تعجبانہ
پوچھا آپ میرے مذہب سے مجھ سے زیادہ واقف ہین؟ فرمایا، بیشک، کیا تم رکوسی نہین ہو،
اور مال غنیمت کا چوتھائی حصہ نہیں لیتے ہو، عدی نے اقرار کیا، ان کے اقرار کے بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراضاً فرمایا کہ یہ تو تمھارے مذہب مین جائز نہین ہے، یہ حقیقت
سنکر عدی کمزور پڑگئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سمجھتا ہون کہ کیا چیز تمھارے
اسلام قبول کرنے مین مانع ہوتی ہے، اسلام کے متعلق تمھارا خیال ہوگا کہ اس کے
پیرو کمزور، اور ناتوان لوگ ہین، جن کے پاس نہ کوئی طاقت ہے اور نہ انکا کوئی پرسانِ حال،
پھر پوچھا، تم حیرہ کو جانتے ہو، عدی نے کہا، دیکھا تو نہین ہے لیکن نام سنا ہے، آپنے فرمایا
اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، ایک دن خدا اسلام کو تکمیل کے درجہ تک
پہنچائے گا اور (اس کی برکت سے) ایک تنہا عورت بلا کسی حفاظت کے حیرہ سے آکر
کعبہ کا طواف کرے گی، اور کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ فتح ہوگا، عدی نے استعجاباً پوچھا کسریٰ

ابن ہرمز! فرمایا ہاں، کسریٰ بن ہرمز، اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ لوگوں کو دیا جائے گا اور وہ لینے سے انکار کرین گے، اس گفتگو کے بعد عدیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوگئے۔[1]

امارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نئے مسلمان سے اس کے رتبہ کے مطابق کام لیتے تھے، اور اسلام سے پہلے جن کا جو رتبہ تھا اس کو اسلام کے بعد برقرار رکھتے تھے، عدی قبیلہ طے کے حکمران تھے، اس لیے اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طے کی امارت پر ممتاز فرمایا۔[2]

عہد صدیقی حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے عرب قبائل نے زکوٰۃ دینی بند کردی، اس موقع پر عدی کی کوششون سے ان کا قبیلہ اس فتنہ سے محفوظ رہا، اور عدی برابر زکوٰۃ وصول کرکے دربارِ خلافت مین پہنچاتے رہے۔[3]

عہد فاروقی ۱۳ھ مین جب حضرت عمرؓ نے عراق کی فتوحات کی تکمیل کے لیے تمام ممالک محروسہ سے فوجین طلب کین، تو عدی بھی اپنے قبیلہ کے آدمیون کو لیکر شرکت جہاد کے لیے پہنچے، اور امیر العسکر مثنیٰ کے ساتھ حیرہ کے معرکہ مین شریک ہوئے، اس معرکہ مین مسلمانون کو کامیابی ہوئی، اور ایرانیون نے شکست کھائی، اس کے بعد نہر مثنیٰ پر صف آرائی ہوئی، اس مین بھی عدی شریک تھے اور ایرانی ناکام رہے،[4] اس کے بعد جسر کے معرکہ مین شرکت کی، اس مین مثنیٰ کی غلطی سے مسلمانون کو شکست ہوئی،[5] اس سلسلہ کی سب سے بڑی جنگ قادسیہ

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۷۸، ۳۷۹ مسند مین یہ حالات جستہ جستہ ہین، ہم نے انھین جمع کرکے ایک سلسلہ مین لکھدیا ہے، [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۸، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶

[4] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۱، [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳

مین بھی عدی نے دادِ شجاعت دی[1]، سب سے آخر مین کوثی اور مدائن پر فوج کشی ہوئی، عدی اس مین بھی شریک اور مدائن کے فاتحین مین تھے، ان کے سامنے کسریٰ کا خزانہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، اور انھون نے اپنی آنکھون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوتی ہوئی دیکھ لی[2]، ان لڑائیون کے علاوہ تستر اور نہاوند کے معرکون مین بھی شریک[3] تھے، شام کی بعض جنگون مین بھی وہ حضرت خالدؓ بن ولید کے ہمراہ تھے، غرض اس عہد کی اکثر لڑائیون مین انھون نے شرکت کی سعادت اور فتوحات حاصل کین[4]،

عہد مرتضوی حضرت عثمانؓ کے طرزِ عمل سے عدی کو اختلاف تھا اس لیے ان کے زمانہ مین بالکل خاموش رہے، اُن کی شہادت کے بعد جب حضرت علیؓ اور دوسرے اکابر صحابہ مین اختلاف ہوا، تو عدی نے حضرت علیؓ کی نہایت پرجوش حمایت کی، چنانچہ جنگ جمل مین وہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، بصرہ کے قریب جب حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو مرتب کیا تو قبیلہ طے کا علم عدی کو عنایت کیا، وہ جنگ جمل مین حضرت علیؓ کی حمایت مین نہایت جانبازی کے ساتھ لڑے، جس مین ان کی ایک آنکھ کام آگئی[5]، جنگ جمل کے بعد صفین مین بھی وہ اسی جوش وخروش کے ساتھ حضرت علیؓ کی حمایت مین نکلے، اس جنگ مین بنو قضاعہ کی کمان حضرت عدیؓ کے ہاتھون مین تھی[6]، صفین کا معرکہ مدتون جاری رہا، شروع مین فریقین کے بہادر ایک ایک دستہ لیکر میدان مین اترتے تھے، ایک دن حضرت خالدؓ کے صاحبزادے شامیون کی جانب سے میدان مین اترے، حضرت علیؓ کی جانب سے جناب عدی اُن کے مقابلہ کو نکلے، اور صبح سے شام تک مقابلہ کرتے رہے[7]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷ [3] ابن اثیر ج ۲ ص ۱۸۲
[4] اخبار الطوال ص ۱۵۵ [5] ایضاً [6] ایضاً ص ۱۰۳ [7] ایضاً ص ۱۹۰

ایک دن جبکہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور عراقی فوجین پراگندہ ہو رہی تھین، حضرت علیؓ علیحدہ ایک دستہ کو لیے صف آرا تھے، عدی کو حضرت علیؓ نظر نہ آئے تو آپ کی تلاش مین نکلے، اور ڈھونڈ کر عرض کیا کہ اگر آپ صحیح و سالم ہین تو معرکہ سر کر لینا کچھ دشوار نہین ہے، مین آپ کی تلاش مین لاشوں کو روندتا ہوا آپ تک پہنچا ہون، اس دن سب سے زیادہ ثابت قدمی عدی نے دکھائی تھی، ان کا ماتحت دستہ ربیعہ اس بہادری سے لڑا کہ حضرت علیؓ کو کہنا پڑا کہ ربیعہ میری زرہ اور تلوار ہین۔[1]

صفین کے بعد نہروان کا معرکہ گرم ہوا، اس مین بھی عدی حضرت علیؓ کے دست راست تھے، غرض شروع سے آخر تک وہ برابر حضرت علیؓ کے جان نثارانہ شریک رہے۔[2]

وفات | مختار ثقفی کے خروج تک عدی کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے، اس اعتبار سے وہ جنگ صفین کے بعد ۳۰ سال تک زندہ رہے، مگر اس تیس سالہ زندگی کے واقعات پردۂ خفا مین ہین، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے فدائیون مین تھے، اور آپ کے بعد انھون نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوفہ مین عزلت کی زندگی بسر کرتے تھے، اور یہین ۶۷ھ مین وفات پائی۔[3]

فضل و کمال | عدی گو آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، تاہم چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضؓ کے پاس برابر آتے جاتے رہتے تھے خصوصاً حضرت علیؓ سے ۔۔۔ ان کے تعلقات بہت زیادہ تھے، اس لیے وہ مذہبی علوم سے بھی واقف تھے، چنانچہ ان کی ۶۶ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے چھ۶ متفق علیہ ہین، اور تین مین امام بخاری اور دو مین امام مسلم منفرد ہین،[4] ان کے تلامذہ مین عمرو بن حریث، عبداللہ بن معقل، تمیم بن طرفہ

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۹۸ [2] استیعاب ص ۱۰۵ ج ۲ [3] اخبار الطوال ص ۱۹۸ [4] تہذیب الکمال ص ۲۶۳

خیثمہ بن عبدالرحمٰن، محل بن خلیفہ طائی، عامر الشعبی، عبداللہ بن عمرو، ہلال بن منذر، سعید بن جبیر، قاسم بن عبدالرحمٰن، عبادہ بن حبیش وغیرہ قابل ذکر ہیں[1]، علامہ ابن عبدالبر نے ان کے کمالات کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے،

کان سیداً شریفاً فی قومہ	وہ اپنی قوم کے معززین میں تھے خطیب
خطیباً حاضر الجواب فاضلاً کریماً[2]	حاضر جواب، فاضل اور کریم تھے،

مذہبی زندگی | یون تو عدی کی پوری زندگی خالص مذہبی زندگی تھی، لیکن نماز اور روزون کیساتھ خاص شغف تھا، نماز کے لیے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے، کبھی اقامت کے وقت وضو کی ضرورت نہین پڑی،[3] ہر وقت نماز مین دل لگا رہتا تھا، اور نہایت اشتیاق سے نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے،[4] روزہ کے شرائط کی اسی سختی سے پابندی کرتے تھے کہ جب یہ آیت

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ	یہان تک کہ ظاہر ہو جائے تمھارے لیے
مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ	سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے،

نازل ہوئی تو سوتے وقت سفید و سیاہ عقال تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے، اور اس سے سحری کے وقت کے اختتام کا اندازہ لگاتے تھے، لیکن سیاہی اور سفیدی مین کوئی امتیاز نہین ہوتا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تمھارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے، اسود و ابیض سے مراد رات دن ہین،[5]

فیاضی | سخاوت و فیاضی وراثۃً ملی تھی، ان کا دروازہ ہر وقت ہر شخص کے لیے کھلا رہتا تھا،

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۶۷ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶ [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۸ [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶ [5] ابوداؤد کتاب الصوم باب وقت السحور

ایک مرتبہ اشعث بن قیس نے دیگین مانگ بھیجین، حضرت عدیؓ نے انھین بھروا کر بھجا، اشعث نے کہلا بھیجا کہ مین نے تو خالی مانگی تھین، جواب مین کہلا بھیجا کہ مین عاریتہً بھی خالی دیگ نہین دیتا،[1] ایک مرتبہ ایک شاعر سالم بن عارہ نے آکر کہا مین نے آپ کی مدح مین اشعار کہے ہین، عدیؓ نے کہا رک جاؤ مین ذرا اپنے مال و اسباب کی تفصیل تو تمھین بتلا دون، اس کے بعد سنانا، میرے پاس ایک ہزار بچے والے مویشی، دو ہزار درہم، ۳ غلام اور ایک گھوڑا ہے، اس کے بعد شاعر نے مدحیہ قصیدہ سنایا،[2] جو شخص ان کے رتبہ سے کم سوال کرتا اسے نہ دیتے تھے، صحیح مسلم مین بروایت صحیح مروی ہے کہ ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا، اتنی کم رقم سنکر بولے، مین حاتم کا بیٹا ہون اور تم مجھ سے صرف سو درہم مانگتے ہو، خدا کی قسم ہرگز نہ دونگا،[3]

ان کی فیاضی سے انسان تو انسان حیوان تک مستفید ہوتے تھے، چیونٹیون کی غذا مقرر تھی، ان کے لیے روٹیان توڑ کر ڈالتے تھے، کہتے تھے یہ بھی حقدار ہین،[4]

بارگاہ نبوی مین عزت عدیؓ اپنے ذاتی اور خاندانی فضائل کی وجہ سے بڑی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے تو آپ ان کے لیے جگہ خالی کر دیتے،[5] خلفا کے یہان بھی یہی وقعت قائم تھی، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مدینہ آئے اور ان سے ملکر پوچھا، آپ نے مجھے پہچانا، فرمایا، پہچانتا کیون نہین تم اس وقت ایمان لائے جب لوگ کفر مین مبتلا تھے، تم نے اس وقت حق کو جانا، جب لوگ حق کے منکر تھے، اور تم نے اس وقت وفا کی جب لوگ دھوکا دے رہے تھے، اور

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶ [3] مسلم ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ مصر [4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ [5] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷

تم اس وقت آئے جب لوگ پیٹھ پھیر رہے تھے، سب سے پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے چہروں کو بشاش کیا وہ تمہارے قبیلہ طے کا تھا،[1]

(۴۶) حضرت عطیۃ القرظی رض

نام و نسب: عطیہ نام، باپ کے نام کے متعلق کوئی تصریح نہین ملی، قبیلہ بنو قریظہ کے یہودی تھے،[2]

اسلام: بنو قریظہ کے روز جو لوگ نابالغ سمجھکر چھوڑ دیے گئے تھے، اور بعد مین مسلمان ہو گئے، ان مین حضرت عطیہ رض بھی تھے،[3]

زندگی کے عام حالات اور وفات کے متعلق کوئی تصریح نہین ملی،

علم و فضل: کتب احادیث مین آپ کی ایک روایت مجاہد عبد الملک بن عمیر وغیرہ کے واسطے سے مروی ہے،[4]

(۴۷) حضرت علی بن رفاعہ رض

نام و نسب: علی نام، حضرت رفاعہ رض صحابی کے صاحبزادے اور نسباً یہودی تھے،[5]

اسلام اور شرف صحبت: غالباً اپنے والد حضرت رفاعہ رض کے ساتھ اسلام لائے ہون گے، اپنے والد کے بارے مین فرماتے ہین کہ اہل کتاب مین سے جو لوگ اسلام لائے تھے، اُن مین میرے والد بھی تھے، اسی روایت کی بنا پر صاحب تجرید اور ابو موسیٰ وغیرہ کا خیال ہے کہ ان کو شرف صحبت حاصل نہین ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے،

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۹ خفیف تغیر کے ساتھ یہ روایت بخاری کتاب المغازی مین بھی ہے [2] استیعاب ص ۵۱۸
[3] اسد الغابہ ص ۱۳۴ ج ۳ [4] ایضاً [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵

اور لکھا ہے کہ ابو حاتم نے ایک روایت نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحابی ہین، وہ روایت یہ ہے، عمرو کہتے ہین کہ مجھے طاؤس نے لکھا کہ مخابرہ[1] کے متعلق انصار سے دریافت کرو، مین نے علی بن رفاعہ سے دریافت کیا، تو انھون نے فرمایا کہ

هو کری الارض بالثلث او الربع — مخابرہ نام ہو زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار پر اٹھانے کا،

علم وفضل | مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھین دینی مسائل اور احکام مین کافی درک تھا، اور لوگ ان سے مسائل پوچھتے تھے،

(۴۸) حضرت عمرو بن سعدیؓ

نام ونسب | عمرو نام، باپ کا نام سعدی قبیلہ قریظہ سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | بنو قریظہ جس روز جلاوطن کیے گئے، آپ یہود کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اے یہود تم لوگون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نقض عہد کیا، ان سے غداری کی، ان سے تم نے معاہدہ کیا تھا کہ ان کے دشمنون کی مدد نہ کروگے، مگر تم نے اس کی خلاف ورزی کی، مین نے اس وقت بھی اس سے گریز کیا تھا، اور اب بھی تم سے بالکل علحدہ ہون،[2]

البدایہ والنہایہ مین ہے کہ انھون نے یہ بھی کہا کہ

یا قوم رأیتم ما رأیتم فاتبعونی و — اے قوم جو کچھ پیش آیا وہ تم دیکھ چکے۔ اب آؤ

---

[1] مزارعہ اور مخابرہ مین فرق ہے، مزارعہ مین بیج مالک کا ہوتا ہے، اور مخابرہ مین عامل کا، دوسرا فرق صاحب مجمع بحار الانوار نے یہ بیان کیا ہے۔ مزارعة اکتراء العامل ببعض ما یخرج والمخابرة اکتراء العامل الارض ببعض ما یخرج منہا لفظ "خبر" یہ لفظ خبار یا خیبر سے مشتق ہے،

[2] اصابہ جلد ۲ ص ۵۳۸

تعالوا نتبع محمدا واللہ انکم	محمد کا اتباع کرین، خدا کی قسم تمہین معلوم
تعلمون انہ نبی قد بشرنا بہ	ہے کہ ابن الہیبان اور ابن الحراش جو
ویامرہ ابن الھیبان وعمیر۔	ہم سب سے بڑے عالم تھے ان کی آمد اور
ابن الحراش ھو اعلم یھود[1]	اس واقعہ کی خبر دے چکے تھے،

اس کے بعد وہ مسجد مین آئے، اور رات وہین بسر کی، اور اسلام قبول کیا، اور پھر دوسرے روز مدینہ سے باہر کہین چلے گئے، ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

ذالک رجل نجاہ اللہ	اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اسکی سچائی کی
بصدقہ[2]	وجہ سے نجات دی،

(۴۹) حضرت عمیرؓ بن امیہ

عمیر نام، باپ کا نام امیہ تھا، پورا سلسلۂ نسب معلوم نہین، ذیل کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یہودی تھے،

ان کے ایک بہن تھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف طریقہ سے تکلیف دیتی تھی اور سخت وسست کہا کرتی تھی، حضرت عمیرؓ کو ایک روز غصہ آیا اور چپکے سے اسے قتل کر دیا، جب اس کے لڑکون کو خبر ہوئی تو بہت برہم ہوئے، اور آپ کے بجائے ایک دوسرے شخص کو قاتل سمجھکر اس سے بدلہ لینا چاہا، حضرت عمیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ مین نے قتل کیا ہے، فرمایا اپنی بہن

[1] البدایہ ج ۴ ص ۱۰، [2] اصابہ ج ۲ ص ۵۳۸

کو قتل کر ڈالا ؟ کہا ہان یارسول اللہ. وہ آپ کو بہت تکلیف دیا کرتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لڑکون کو بلوایا، اور واقعہ پوچھا، انھون نے ایک دوسرے شخص کا نام لیا، لیکن آپ نے انھین عمیر کا نام بتلایا اور ان کو سمجھا بجھا کر معاملہ رفع دفع کر دیا،

جس عورت کو انھون نے قتل کیا تھا، اس کے متعلق تصریح ہے کہ وہ یہودیہ تھی[1]، اور چونکہ وہ آپ کی بہن تھی، اس لیے آپ بھی یہودی رہے ہون گے، واللہ اعلم،

(۵۰) حضرت کثیر رضؓ بن السائب

نام ونسب — کثیر نام، باپ کا نام سائب تھا، جو خاندان قریظہ سے تھے، غزوۂ قریظہ مین جو لوگ نابالغ سمجھکر چھوڑ دیے گئے تھے، ان میں حضرت کثیرؓ بھی تھے، نسائی نے ان سے صرف ایک روایت کی ہے لیکن ابونعیم اور ابن مندہ وغیرہ نے متعدد روایتون کی تخریج کی ہے[3]،

زندگی کے اور حالات معلوم نہین ہو سکے،

(۵۱) حضرت کرزؓ بن علقمہ

نام ونسب — کرز یا کوز[4] نام، باپ کا نام علقمہ تھا، آپ کا نسبی تعلق قبیلہ بکر بن وائل سے تھا،

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۴۰، [2] بعض لوگون نے ان کو زمرۂ تابعین مین شمار کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے اصابہ مین ابونعیم ابن شاہین، اور ابن مندہ وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہین جن سے آپ کا صحابی ہونا ثابت ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ [3] اصابہ ذکر کثیر بن السائب۔ [4] نام مین تھوڑا اختلاف ہے، بعض لوگون نے کرز اور بعض لوگون نے کوز لکھا ہے،

آپ نے اپنے بھائی ابوحارثہ کے ساتھ نصرانیت قبول کرلی تھی، اور نجران مین مقیم ہوگئے تھے، اس لیے نجرانی مشہور ہین[۱]

اسلام جب نجران کے عیسائیون کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین مدینہ آیا تو اس مین آپ کا بھائی ابوحارثہ بن علقمہ بھی تھا، دونون بھائی ایک ہی سواری پر سوار تھے، راستہ مین جب کہین سواری کو ٹھوکر لگتی تو کرز کہتے کہ تعس الابعد (دور رہنے والے (محمد) کا برا ہوا) ابوحارثہ نے یہ سنا تو کہا کہ تمہارا برا ہو، کرز نے بھائی سے کہا ایسا کیون کہتے ہین، بھائی نے جواب دیا کہ

قد واللہ النبی الذی کنا	خدا کی قسم یہ وہی نبی ہین جس کا ہم لوگ
ننتظرہ	انتظار کر رہے تھے،

پھر کرز نے کہا کہ تو تم ان کا اتباع کیون نہین کرتے ہو؟ ابوحارثہ نے کہا کہ یہ مال و دولت، اور عزت و عظمت جو کچھ حاصل ہے وہ سب چھن جائے گی، ابوحارثہ کا یہ جملہ حضرت کرزؓ کے دل مین نور یقین پیدا کر دینے کا سبب ہوگیا اس وقت تو وہ خاموش رہے مگر کچھ روز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کرلیا[۲] متأخر الاسلام تھے اس لیے زندگی کے زیادہ تر واقعات پردۂ خفا مین ہین،

(۵۲) حضرت کعبؓ بن سلیم

نام ونسب کعب نام، باپ کا نام سلیم تھا، یہود مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے تھے، چونکہ قریظہ اوس کے حلیف تھے اسلیے کعب قرظی اور اوسی دونون مشہور ہین،

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۵۶ [۲] اصابہ ج ۳ ص ۲۹۲،

اسلام	بنو قریظہ کے روز جو لوگ نابالغ سمجھکر چھوڑ دیے گئے تھے، ان مین حضرت کعبؓ بھی تھے، اور اپنے دوسرے احباب کی طرح بعد مین دائرۂ اسلام مین داخل ہو گئے،
وفات	وفات کا سنہ معلوم نہین،
اولاد	دینی و مذہبی فضل و کمال کے علاوہ آپ کا اضافی فضل یہ ہے کہ محمد بن کعب القرظی مشہور تابعی آپ ہی کے صاحبزادے ہین،[1]

(۵۳) حضرت محربؓ

نام ونسب	محرب نام، الرباب الشنی مشہور عیسائی کاہن کے لڑکے تھے،

صاحب اصابہ نے آپ کو صحابہ مین شمار کیا ہے،[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عمان کے والی ابن الجلندی کے پاس بطور سفیر بھیجا تھا[3]

آپ کے ایک صاحبزادے مثنی بڑے صاحبِ فضل و کمال ہوئے ہین،[4]

(۵۴) حضرت محمد بن عبد اللہؓ بن سلام

نام ونسب	محمد نام، حضرت عبد اللہؓ بن سلام کے صاحبزادے تھے
اسلام	آپ کے اسلام لانے کی کوئی تصریح نہین ملتی ہے، غالباً حضرت عبد اللہؓ بن سلام کے ساتھ اسلام لائے ہون گے، آپ کو شرف صحبت اور روایت دونون حاصل ہے،

کتب رجال مین ہے کہ

له رویة وروایة محفوظة[5] ان کو صحبت اور روایت دونون حاصل ہے،

[1] استیعاب ج ۱ ص ۲۶۶ [2] اصابہ ج ۳ ص ۳۰۶ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] اصابہ

مسند میں آپ سے دو روایتیں مروی ہین، ان مین ایک روایت بہت مشہور ہے وہ یہ ہے،

عن محمد بن عبد اللہ بن سلام لما قدم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم علینا یعنی قباء[1] قال ان اللہ عز وجل قد اثنی علیکم
فی الطہور

وفات اور زندگی کے دوسرے حالات کتب رجال مین مذکور نہین ہین،

(۵۵) حضرت مخیریق رض

نام ونسب مخیریق نام، قبیلہ نضیر[2] سے نسبی تعلق تھا، آپ کا شمار علماء یہود مین تھا،

اسلام اسلام قبول کرنے کے متعلق کتب رجال وسیر مین صرف اتنا مذکور ہے،

کان خیراً عالماً فامن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم[3] | نہایت صالح اور عالم تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے،

غزوۂ احد مین شرکت اور شہادت غزوۂ احد پیش آیا تو حضرت مخیریق یہود مدینہ کے پاس آئے، اور ان سے کہا کہ تم لوگون کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر طرح مدد کرنی چاہیے جبکہ تمہین یہ علم ہے کہ ان کی مدد تم پر ضروری ہے، یہود نے کہا کہ آج یوم سبت (سنیچر) ہے، ہم کیسے تلوار اٹھا سکتے ہین، فرمایا سبت وغیرہ کیا چیز ہے؟ فوراً تلوار ہاتھ مین لی، اور سربکف خدمت نبوی مین حاضر ہوئے، اور تمام مسلمانون کے ساتھ شریک ہوکر پامردی سے لڑے، اور شہادت پائی،[4]

---

[1] اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا خاندان مدینہ مین قبا مین رہتا تھا [2] تجرید ج ۲ ص ۷۰، اصابہ مین ہے کہ انہ کان من بقایا بنی قینقاع مگر حافظ ابن حجر کا رجحان آپ کے نضری ہونے کی طرف ہے، کیونکہ انھون نے "مخیریق النضری" سرخی قائم کی ہے، [3] تجرید ج ۲ ص ۷۰ [4] اصابہ ج ۳ ص ۳۹۲

فضل وکمال | آپ نے جب شہادت پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مخریق سابق یہود[1] — مخریق یہود میں سب سے آگے جانے والے ہیں،

مدینہ میں آپ کے کئی باغات تھے، جب غزوہ احد میں آپ زخمی ہوئے تو اپنی ساری جائداد باغ اور مال و اسباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت کر گئے، آپ نے جو باغات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے تھے، ان کے نام یہ ہیں،

المیث، الصائفہ، الدلال، حسن، حرفہ، الاعواف، مشربہ ام ابراہیم[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخریق کی اسی جائداد سے عام مسلمانوں کی مدد اور صدقات وغیرہ کیا کرتے تھے،[3]

(۵۶) حضرت میمون بن یامین رضی اللہ عنہ

نام ونسب | میمون نام، باپ کا نام یامین، یہود کے مشہور قبیلہ قریظہ سے تھے، اسلام لانے سے پہلے اپنے قبیلہ میں بہت ممتاز تھے، اور آپ کا شمار احبار یہود میں تھا،[4]

اسلام | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو میمون خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کیا، لیکن دل میں یہ تڑپ تھی کہ ان کی قوم کے دوسرے لوگ بھی اس دولت سرمدی و سعادت ابدی سے بہرہ ور ہوتے تو اچھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ یہود کو بلوائیں اور ان سے فرمائیں کہ وہ آپ کے اور اپنے درمیان کوئی حکم مقرر کر لیں، جس کے فیصلہ پر دونوں فریق گردن جھکا دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اصابہ جلد ۳ ص ۹۳ [2] ایک روایت میں المیث کے بجائے المبثر ہے اور الاعواف کی جگہ المعوال ہے اصابہ جلد ۳ ص ۳۹۳ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۷۴

یہود کو بلوا بھیجا، اور میمون سے کہا کہ تم مکان کے اندر چلے جاؤ، یہود آئے، تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اور میرے درمیان ایک حکم مقرر کرو جس کی تصدیق و عدم تصدیق کے فیصلہ پر ہم دونوں سر جھکا دیں، سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم میمون بن یامن کو اپنا حکم مقرر کرتے ہیں، اگر انھوں نے آپکی تصدیق کر لی تو ہم بھی تصدیق کر دینگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میمون کو آواز دی، وہ مکان سے نکلے اور فرمایا

اشھد ان محمدا رسول اللہ — آپ بیشک اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں،

لیکن یہود نے قبول حق کے بجائے حضرت میمونؓ پر طعن تشنیع شروع کر دی، اور واپس چلے گئے،

آپ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی،

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ وَشَہِدَ شَاہِدٌ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (الخ)

آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھکو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دیکر ایمان[1]

زندگی کے بقیہ حالات کے متعلق ارباب رجال خاموش ہیں،

(۷۵) حضرت مابورؓ

نام و نسب — مابور نام، اور خصی عرف تھا، حضرت ماریہؓ کے چچازاد یا ماموں زاد بھائی تھے، اور

[1] لیکن یہ واقعہ ارباب رجال حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے بارے میں بھی نقل کرتے ہیں، اور آیت کا شان نزول ان ہی کو بتلاتے ہیں، مگر اسمیں کوئی استبعاد نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ دونوں کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو، اور دونوں منشاء نزول ہوں جیسا کہ فتح الباری میں ہے، دونوں آدمیوں کے قبول اسلام کا واقعہ اس آیت کے تحت درج ہے،، اصابہ ج ۱ ص ۲۶۲ اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۷

ان ہی کے ساتھ مقوقس شاہ مصر نے انہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تحفۃً بھیجا تھا[1]

اسلام | حضرت ماریہؓ اور ان کی بہن حضرت سیرینؓ نے تو شروع ہی مین اسلام قبول کر لیا تھا لیکن مابوؒ نے کچھ دنوں کے بعد اسلام قبول کیا[2]، حضرت ماریہؓ سے وہ بہت زیادہ مانوس تھے، اور انکی کافی خدمت کیا کرتے تھے، ان کو لکڑی اور پانی وغیرہ کی ضرورت ہوتی، تو اکثر یہی مہیا کیا کرتے تھے[3]

(ن)

(۵۸) حضرت نافعؓ

نام ونسب | نافع نام، حبشہ کے رہنے والے اور علماے نصاریٰ مین تھے،

اسلام | غالباً اپنے دوسرے احباب کے ساتھ حبشہ مین اسلام لائے،

خدمت نبویؐ مین حاضری | جب مہاجرین حبشہ سے مدینہ واپس آنے لگے تو آپ بھی مدینہ آئے، اور زیارت نبوی سے مشرف ہوئے،

زندگی کے دوسرے سوانح وحالات نہین مل سکے، لیکن آپ کا شمار بھی ان صحابہ مین ہے جن کے بارے مین سورۂ مائدہ کی یہ آیتین نازل ہوئی ہین[4]،

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا

دوستی رکھنے کے قریب تر آپ ان لوگون کو پائین گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہین، یہ اس سبب

---

[1] اصابہ ج ۳ ص ۴۳۴ [2] ایضاً ج ۴ ذکر ماریہ [3] ایضاً

[4] آپ کے ساتھ اور کئی آدمی حبشہ سے آئے تھے، جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، ان ہی کے تذکرہ ؟؟؟ آپ کے فضائل اور حالات بھی آچکے ہین،

اِنَّا نَصَارٰی ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (مائدہ ۵)	سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے تارک دنیا درویش ہیں اور اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں،

(صحؓ)

(۵۹) حضرت یامینؓ بن عمیر

نام ونسب یامین[1] نام، باپ کے نام میں تھوڑا سا اختلاف ہے، اور بعضوں نے باپ کا نام بھی یامین ہی لکھا ہے، مگر عام ارباب رجال کا رجحان عمیر ہی کی طرف ہے[2]، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، یامین بن عمیر بن کعب بن عمرو بن حجاش، بنو نضیر سے نسبی تعلق تھا،

اسلام یہود مدینہ کی مسلسل سازشوں، شرارتوں کیاں اور منافقتوں کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عفو ودرگذر سے کام لیتے تھے، مگر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا، تو ان کی یکے بعد دیگرے سرزنش شروع کر دی گئی، بنی قینقاع کے بعد جب بنو نضیر نے بدعہدی کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش شروع کر دی تو ان کو مدینہ چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا، امید تھی کہ اس سزا کے بعد وہ اپنے گذشتہ اعمال سے تائب ہو کر غلامان نبی میں شامل ہو جائیں گے، مگر ان کج فطرتوں نے جس طرح پہلے روز قبول حق سے گریز کیا تھا، اسی طرح آخر وقت تک گریز کرتے رہے، لیکن ان ہی کج فطرتوں میں کچھ نیک فطرت بھی تھے جنکے دل میں قبول حق کی کسی قدر صلاحیت باقی تھی، انھوں نے جب دیکھ لیا کہ اسلام کی صداقت کے لیے کسی مزید ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی تو فوراً اسلام قبول کر لیا،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۹ [2] ایضاً استیعاب ج ۲ ص ۶۳۲، حافظ ابن حجر نے یامین بن یامین اور یامین بن عمیر کو دو شمار کیا ہے، اور دونوں کا ترجمہ الگ الگ لکھا ہے مگر صاحب اسد الغابہ اور صاحب استیعاب نے دونوں کو ایک شمار کرکے ایک ترجمہ لکھا ہے

اور اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ دیا کہ وہ دیدہ و دانستہ راہ راست سے بھاگ رہے تھے[1]، ان ہی مسلمان ہونے والون مین حضرت یامین بھی تھے[2]،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن سے بدلہ

عمرو بن حجاش، یامین کا چچازاد بھائی تھا، اس نے سازش کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے ایک مکان کے نیچے بلایا جائے، اور اوپر سے کوئی وزنی چیز گرا کر کام تمام کر دیا جائے، (معاذ اللہ) لیکن کامیاب نہ ہوسکا، یامین مسلمان ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یامین سے فرمایا، اپنے چچازاد بھائی کی حرکت دیکھتے ہو، وہ دھوکے سے مجھے قتل کر دینا چاہتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کے ذریعہ مجھے اس کے ارادہ سے آگاہ کر دیا، یامین فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اس دشمنِ رسول کی فکر مین لگ گئے، اور ایک روز موقع پاکر اس کو واصل جہنم کر دیا[3]،

غزوۂ تبوک مین مدد

غزوۂ تبوک پیش آیا تو چند صحابہ بارگاہ رسالت مین حاضر ہوئے، اور سواریون کی درخواست کی، مگر اتفاق سے اس وقت سواریان موجود نہ تھین، اس لیے معذوری ظاہر کی، وہ لوگ بچشم پرنم مایوس واپس گئے، قرآن نے ان کی مایوسی اور رنج و ملال کا نقشہ کھینچا ہے،

اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ	جس وقت وہ آپکے پاس آتے ہین کہ آپ انکو کوئی
لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا	سواری دیدین اور آپ ان سے کہہ دیتے ہین کہ میرے
وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا	پاس کوئی چیز نہین جسپر مین تم کو سوار کر دون تو

[1] ابن الہیبان یہودی نے مدینہ کو وصیت کے طور پر لکھا تھا کہ عنقریب ایک نبی مدینہ مین ہجرت کر کے آئے گا اگر تم نے اس کا اتباع نہ کیا تو بہت سے مصائب پیش آئین گے، جس مین ایک جلاوطنی ہی،
[2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۹ [3] اصابہ ج ۳ ص ۶۴۹

اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ	وہ ناکام اس حالت سے واپس چلے جاتے
....	ہین کہ انکی آنکھون سے آنسو روان ہوجاتے ہین،
(توبہ - ۱۲)	اس غم مین کہ افسوس انکو خرچ کرنے کو کچھ بھی میسر نہین،

ان ہی مین حضرت ابولیلیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بھی تھے، جنھین لڑائی مین شریک نہ ہوسکنے کا بیحد افسوس تھا، یہ رو رہے تھے کہ یامینؓ کا ادھر سے گذر ہوا، انھون نے رونے کی وجہ دریافت کی، تو انھون نے سارا قصہ کہہ سنایا، حضرت یامینؓ نے فوراً دو سواریان اور کچھ سامانِ سفر پیش کیا، اور وہ دونون غزوہ مین شریک ہوئے، [1]

وفات اور زندگی کے دوسرے واقعات اور حالات کے بارے مین اربابِ سیر خاموش ہین،

فضائل حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہین، [2]

وھو من کبار الصحابة	آپ کا شمار کبار صحابہ مین تھا،
جن لوگون کے بارے مین یہ آیت	
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ	اے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول

[1] بالکل یہی واقعہ حافظ ابن حجر نے ذکوان بن یامین کے تذکرہ مین بھی لکھا ہے، لیکن دونون واقعہ ایک ہی معلوم ہوتا ہے، اسلیے کہ دوسرے تمام اربابِ رجال و سیر نے اس واقعہ کو حضرت یامینؓ کی طرف منسوب کیا ہے، چونکہ حضرت یامینؓ کے نام اور انکے باپ کے نام مین بڑا اختلاف ہے، اسیلیے یہ واقعہ کئی نامون کی طرف منسوب ہوگیا ہے، چنانچہ تجرید نے [illegible] نام یامین بن یامین لکھا ہے، اور سلسلۂ ذہبی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکوان حضرت یامینؓ کے بیٹے تھے، اسلیے ہوسکتا ہے کہ واقعہ کے وقت وہ بھی موجود رہے ہون، اور راوی نے انکی طرف بھی اسی واقعہ کو منسوب کردیا ہو،

[2] استیعاب ج ۲ ص ۶۳۶، حافظ نے اصابہ کی اس آیت کا منشاے نزول یامین بن یامین کو لکھا ہے، [illegible] لکھا جاچکا ہے کہ یہ دونون ایک ہی ہین،

وَرَسُوْلِہٖ پر ایمان لاؤ،

نازل ہوئی ان میں ایک حضرت یامینؓ بھی تھے،

(۶۰) حضرت یوسف بنؓ عبداللہ بن سلام

نام ونسب | یوسف نام، ابو یعقوب کنیت، حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے صاحبزادے تھے،[۱] جن کا اوپر ذکر آچکا ہے،

تعلیم وتربیت | آپ جب پیدا ہوئے تو گھر کے اندر اور باہر ہر طرف اسلام کی آواز گونج رہی تھی، آپ نے اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور تعلیم وتربیت پائی، صحابہ کا معمول تھا کہ ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعا وبرکت کے لیے لاتے، یہ پیدا ہوئے تو ان کو بھی بارگاہ نبوت میں لایا گیا، آپ نے ان کو گود میں بٹھایا، اور سر پر دست شفقت پھیرا، اور ان کا نام یوسف تجویز فرمایا، خود یوسف بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ

اجلسنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرہ ومسح علی راسی وسمانی یوسف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور میرا نام یوسف رکھا،

شرف صحبت | فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک کھجور کو روٹی کے ایک ٹکڑے کے اوپر رکھا، اور فرمایا کہ یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے،[۲]

وفات | حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی،[۳]

---

[۱] مسند ج ۴ ص ۳۵ [۲] بعض لوگوں نے آپ کی صحابیت سے انکار کیا ہے، اس روایت سے اسکی تردید ہوجاتی ہے، اصابہ ج ۳ ص ۶۷۱ [۳] ایضاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ سے بھی روایتین کی ہین،

علم وفضل ترمذی، ابوداؤد و مسند احمد مین ان کی متعدد روایتین موجود ہین، بعض لوگون نے ان کا شمار ان صحابہ مین کیا ہے، جنھون نے اپنی کوئی تحریری یادگار چھوڑی ہے،[۱]

(۶۱) حضرت ابوسعید بن وہب رضؓ

نام ونسب ابوسعید نام یا کنیت، باپ کا نام وہب، تھے تو قبیلۂ بنو نضیر سے مگر غلطی سے بنو قریظہ کی طرف منسوب[۲] ہوکر قرظی مشہور ہین،

اسلام بنو نضیر کی جلاوطنی کے روز[۳] حضرت یامینؓ کے ساتھ انھون نے بھی یہودیت سے اپنا رشتہ توڑ کر ہمیشہ کے لیے اسلام سے جوڑ لیا،[۴]

مسلمانون کی آپکے مال وجائداد سے دست برداری بنو نضیر کے متروکہ مال وجائداد پر مسلمانون نے قبضہ کرلیا، مگر حضرت یامینؓ اور حضرت ابوسعیدؓ چونکہ اسلام لاچکے تھے، اس لیے کسی نے ان کے مال وجائداد کو ہاتھ نہین لگایا،[۵]

وفات سنہ وفات معلوم نہین ہوسکا،

علم وفضل آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، اور آپ سے آپ کے صاحبزادے روایت کرتے ہین[۶]

---

[۱] اصابہ ج ۳ ص ۱۷۱، [۲] حافظ ابن عبد البر نے ان کے قرظی ہونے کی تردید کی ہے، استیعاب ج ۲ ص ۱۳۷، [۳] بعض لوگون نے لکھا ہے کہ غزوۂ قریظہ کے روز اسلام لائے، مگر حافظ نے اس کی تردید کی ہے، اصابہ ج ص ۸۷ [۴] استیعاب ج ۲ ص ۱۳۷ [۵] اصابہ ج ۴ ص ۸۷

[۶] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۰۵

(۶۲) حضرت ابو مالکؓ

نام و نسب عبد اللہ نام، ابو مالک کنیت، اسلام سے پہلے آپ علماء یہود مین تھے، اصل وطن یمن تھا، لیکن کسی وجہ سے ترک وطن کرکے یثرب چلے آئے تھے، اور یہین قبیلہ قریظہ مین کسی عورت سے شادی کرلی تھی، اسی وجہ سے بجائے یمنی کے قرظی مشہور ہین،[1]

وفات وفات کی تصریح نہ مل سکی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات توراۃ مین مذکور ہین ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا،

صفتہ فی کتاب بنی ہارون الذی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت حضرت ہارونؑ کی
لم یبدل ولم یغیر احمد من	کتاب مین موجود ہے جس مین ابتک کوئی تبدیلی
ولد اسمعیل یاتی بدین الحنیفیہ	اور تحریف نہین ہوئی ہی، اسمین یہ ہی کہ احمد نام کے ایک
دین ابراھیم یاتزر علی وسطہ	نبی دین حنیف کو جو حضرت ابراہیمؑ کا دین ہے
ویغسل اطرافہ وھو اخر	لیکر آئینگے تہ بند اپنے سے اوپر باندھتے ہونگے، اپنے
الانبیاء[2]	اعضا کو پاک صاف رکھتے ہونگے اور یہ آخری نبی ہونگے،

آپ سے کوئی روایت مروی نہین ہے،

(۶۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی خادم

نام و نسب تو نہین معلوم ہوسکا، لیکن حاکم نے مستدرک مین حضرت انسؓ سے ایک روایت

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۷۲ [2] ایضاً

نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی خادم بھی تھے، جو اپنی زندگی کے آخری ایام مین مسلمان ہو گئے تھے، پوری روایت یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ایک یہودی غلام آپ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار پڑا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، عیادت کے بعد آپ نے قبول اسلام کی دعوت دی، اس کے باپ وہان موجود تھے، اس نے باپ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا، باپ نے کہا جو کچھ نبی امی فرما رہے ہین اس کی تعمیل کرو، اس نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا، غالباً اسی مرض مین اس کی وفات ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کیساتھ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی،

اس روایت سے دو خاص باتین معلوم ہوتی ہین، ایک تو ایک یہودی خادم رسول کا مشرف باسلام اور صحابی ہونا، اور دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلب اور وسعتِ اخلاق کہ جن یہودیون نے اسلام کی بیخ کنی اور آپ کی دشمنی مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا، ان ہی کے ایک فرد کے ساتھ آپ کا یہ سلوک تھا کہ اس نے پوری زندگی آپ کیساتھ گذار دی، مگر آپ نے ایک روز بھی اس کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا، حالانکہ اس وقت بڑی آسانی سے اسلام کا قلادۂ اطاعت اس کی گردن مین ڈالا جا سکتا تھا، لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے[1]،

---

[1] اس روایت کو ذہبی نے تلخیص مین دوسری سند سے ذکر کیا ہے، اور حاکم کی روایت پر کوئی جرح نہین کی ہے،

تابعین

اُدیم التغلبی

اُدیم ،ہُذیم[1] یا ہریم نام ، باپ کا نام عبد اللہ تھا ، خاندان تغلب کے نصرانیون[2] سے نسبی تعلق تھا ، زمانۂ قبولِ اسلام کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی ،

---

[1] نام مین اختلاف ہونے کی وجہ سے بعض لوگون نے ایک کے بجائے دو آدمیون کو شمار کیا ہی ، چنانچہ صاحب بذل المجہود نے عین المعبود کے مولف پر یہ استدراک کیا ہی کہ وہ ان دونون آدمیون کو ایک سمجھتے ہین ، حالانکہ ایک نہین ، دو ہین ، ہریم تابعی ہین اور ہذیم صحابی ، لیکن یہ استدراک میرے خیال مین صحیح نہین ہی ، ارباب رجال نے انکو ایک ہی شمار کیا ہی ، اسد الغابہ مین ہی کہ اُدیم اور ہذیم ایک ہی ہین ، صاحب اصابہ نے بھی اسی کی تائید کی ہی ، رہا ہریم ، تو ہریم ابن عبد اللہ انصاری کا نام کتب رجال مین ملتا ہی ، لیکن انکے صحبت ابن مندہ کی یہ روایت ثابت نہین ہی اور اس نام کا کوئی دوسرا شخص جس سے صُبّی کی روایت بھی ثابت ہو کتب رجال مین نہین ملتا ، یہ روایت نسائی اور سنن بیہقی مین بھی ہی لیکن اس مین اُدیم ، ہذیم یا ہریم کے واسطے سے روایت نہین ہی ، ابو داؤد مین ہذیم کا نام آیا ہے ، لیکن نسخون کے اختلاف کی وجہ سے انکے نام مین بھی کافی اختلاف ہی ، اس لیے ہم نے بھی ارباب رجال کے اتباع مین انکو ایک ہی شمار کیا ہے .

[2] انکی نصرانیت کی کوئی تصریح نہین ملتی لیکن دو قابل ترجیح قرینے موجود ہین جنکے پیش نظر ہم نے انکو اس فہرست مین لے لیا ہی ، ایک یہ کہ اسد الغابہ مین ہی کہ ان بنی تغلب کا نو انصاری (بنو تغلب نصاریٰ تھے) اور اسلیے انکا تغلبی ہونا ثابت ہوتا ہی ، دوسرے یہ کہ ابن مندہ نے اپنی روایت مین یہ تصریح کی ہی کہ اُدیم انکے خاندان ورثہم کے دعی تھے اور صُبّی ابن معبد کے متعلق معلوم ہی کہ وہ نصرانی اور تغلبی تھے ،

یہ صحابی ہیں یا تابعی اس کے بارے میں ارباب رجال کے درمیان اختلاف ہے، صاحب اسد الغابہ اور صاحب استیعاب نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے، اور صاحب اصابہ نے اپنی کتاب کی تیسری قسم یعنی مخضرمین میں داخل کیا ہے، جو لوگ ان کو صحابہ کی فہرست میں داخل کرتے ہیں غالباً ان کے پیش نظر ابوداؤد کی وہ روایت ہے جس میں ایک تابعی صبی بن معبد نے ان سے حج میں قران کے متعلق دریافت کیا تھا تو انھوں نے صبی کو اسکی اجازت دیدی تھی، حدیث کی کتابوں میں یہی ایک روایت ان سے مروی ہے لیکن ابوموسیٰ نے لکھا ہے کہ کسی نے اس روایت کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچائی ہے، اور یہی سبب ہے کہ صاحب اصابہ نے ان کو صحابی شمار نہیں کیا ہے، خود صاحب اسد الغابہ نے بھی ابوموسیٰ کا یہ قول نقل کر کے کہ ان کی روایت کا سلسلہ سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا" ان کے صحابی ہونے میں شک ظاہر کیا ہے،

بہرحال اس اختلاف رائے کے باعث ان کی صحابیت کی تعیین نہیں ہو سکی، اور اسی بنا پر ہم نے ان کو بجائے صحابہ کے زمرہ میں شامل کرنے کے تابعین کی فہرست میں داخل کیا ہے، زندگی کے دوسرے حالات دستیاب نہیں ہو سکے،

ارمی بن النجاشی رضی

ارمی، ارہی یا اریحا نام، نجاشی شاہ حبشہ کے صاحبزادے تھے،

خدمت نبوی میں آمد سے پہلے وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط و پیغام بھیجے تو شاہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ کو پیغام دیکر بھیجا، شاہ نجاشی نے اس پیغام کا خیر مقدم کیا، اور ساٹھ آدمیوں کے ساتھ اپنے صاحبزادے

ارمی کو خدمتِ نبویؐ میں روانہ کیا، لیکن یہ قافلہ راستہ ہی میں، جبکہ وہ ایک دریا کو عبور کر رہا تھا، اس کی ہلاکت خیز موجون کے نذر ہوگیا[1] اور منزلِ مقصود کو نہ پہنچ سکا، اکسٹھ آدمیون کے اس قافلہ مین صرف ارمی بن النجاشی کا پتہ چل سکا،

ع خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

بقیہ اہل قافلہ تو ان کے وجود کے ساتھ انکے نام و نشان بھی ہمیشہ کے لیے مٹ گئے،

(۳) اصبغ بنؓ عمرو

نام و نسب | اصبغ نام، باپ کا نام عمرو تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، اصبغ بن عمرو بن ثعلبہ بن حصین بن ضمضم بن عدی بن خباب، قضاعہ کی ایک شاخ بنو کلب سے تھے، یہ قبیلہ دومۃ الجندل کے قریب رہتا تھا، اصبغ مذہباً عیسائی اور اپنے قبیلہ کے سردار اور حکمران تھے،

اسلام | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے لیے حضرت عبد الرحمان بنؓ عوف کو دومۃ الجندل بھیجا تھا، حضرت عبد الرحمنؓ نے وہان پہنچکر اہل دومہ کو اسلام کا پیغام سنایا، پہلے روز ان پر کوئی اثر نہین ہوا، دوسرے روز بھی انھون نے دعوت دی لیکن ان لوگون نے کوئی توجہ نہین کی، تیسرے روز پھر حسب دستور انھون نے ان کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا، تو اصبغ پر ان کی دعوت کا اثر ہوا، اور انھون نے نصرانیت کا قلادہ گردن سے اتارا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے،

اصبغ کی صاحبزادی سے حضرت عبد الرحمنؓ بن عوف کا نکاح | حضرت عبد الرحمنؓ بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصبغ کے اسلام کی اطلاع دی اور اس قبیلہ سے تعلقات قائم رکھنے

[1] اصابہ ج ۱

کے متعلق بھی دریافت کیا، تو آپ نے ان کو تعلقات کی استواری کے خیال سے اس قبیلہ مین شادی کرنے کی ترغیب دی، حضرت عبدالرحمان ابنؓ عوف نے تعمیلِ ارشاد مین اصبغ کی صاحبزادی تماضر سے نکاح کر لیا۔[1] مزید تفصیل تماضر کے حالات مین آئے گی،

اس سے پہلے قریش اور بنو کلب وغیرہ مین باہم شادی بیاہ کے تعلقات نہین تھے، اس لیے کہ قریش اپنی شرافتِ نسب کے سامنے ان قبائل کو بہت ادنی اور فروتر سمجھتے تھے، لیکن اسلام نے ان معمولی رشتون اور اضافی اوصاف سے بلند ہو کر دینی اخوت اور اخلاق و کردار کو شرافت اور رشتہ کا معیار قرار دیا، یہ شادی اس اسلامی مساوات کی پہلی مثال تھی،[2]

اصبغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود تھے لیکن شرف زیارت سے سرفراز نہین ہوئے، اسی لیے انکا شمار تابعین مین کیا جاتا ہے، اس سے زیادہ ان کے حالات نہین معلوم ہو سکے،

(۴) اصحمہ نجاشیؓ شاہ حبشہ

نام نسب: اصحمہ نام، باپ کا نام ابجر، نجاشی شاہی لقب، حبشہ (ابی سینیا) کے بادشاہ تھے، عرب مین عطیہ کے نام سے بھی مشہور ہین،[3]

مسلمانون کی پہلی ہجرت گاہ: قریش کے ظلم و ستم کا بادل جب پیہم برس کر نہ کھلا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو حبش ہجرت کر جانے کا حکم دیا چنانچہ مسلمانون کی ایک ٹہی تعداد کسی حبشہ ہجرت کر گئی، حبشہ مین اس وقت یہی اصحمہ النجاشی بادشاہ تھے، جنکے سایۂ عاطفت مین پہنچکر جان نثاران اسلام نے اطمینان کا سانس لیا، نجاشی نے مسلمانون کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا، قریش کو

[1] اصابہ جلد ۱ [2] اصابہ جلد ۴ ذکر تماضر [3] اصابہ ج ۱ ذکر اصحمہ

اس احسان وسلوک کا حال معلوم ہوا تو بڑا پیچ وتاب کھایا، آخر مین طے کیا کہ شاہ نجاشی کے پاس ایک وفد جائے، اور یہ عرضداشت پیش کرے کہ ہمارے مجرمون (مسلمانون) کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے، اس مہم کے لیے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ منتخب ہوئے، یہ لوگ حبشہ پہنچے تو پہلے تمام پادریون سے ملے اور تحفے وتحائف پیش کیے، اور مقصد کی تکمیل کے لیے انکو ہموار کر لیا، پھر شاہ نجاشی اصحمہ کے دربار مین باریابی حاصل کی اور نذرانہ پیش کیا، نجاشی نے آمد کی وجہ دریافت کی، انھون نے اپنا مطالبہ ظاہر کیا، نجاشی نے پادریون سے دریافت کیا، انھون نے بھی یک زبان ہو کر ان کے مطالبہ کی تائید کی لیکن شاہ نجاشی نے کہا، مین ان لوگون سے خود بالمشافہ گفتگو کرون گا، اگر وہ لوگ جیسا کہ تم کہتے ہو مجرم ثابت ہوئے تو انکو واپس کر دون گا، ورنہ جو میری پناہ مین آگیا ہے، اس پر ظلم روا نہین رکھا جا سکتا، مسلمان دربار مین بلائے گئے، تو اصحمہ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کونسا دین اختیار کیا ہے، جو نہ نصرانیت ہے نہ بت پرستی ہے، اور نہ کسی دوسری قوم کا دین ہے، مسلمانون کی طرف سے حضرت جعفرؓ نے وکالت کی، اور برسر دربار ایک بہت ہی موثر اور دلنشین تقریر کی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور اسلام کی اخلاقی خوبیان بیان کین، اس کے بعد شاہ نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے قرآن کا کچھ حصہ پڑھنے کی فرمایش کی، انھون نے سورہ مریم کی چند ابتدائی آیتین تلاوت کین، نجاشی پر رقت طاری ہوگئی، اور آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے، اس کے بعد انھون نے ان فدائیان اسلام کو قریش کے حوالہ کرنے سے صاف انکار کر دیا، اور مسلمان زبان حال سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دربار سے نکل آئے،

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑینگے پرزے ۔۔۔ دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

جب قریش کے وفد کو پہلے روز ناکامیابی ہوئی تو انھون نے دوسرے روز پھر کسی طرح

دربار میں رسائی حاصل کی، اور شاہ نجاشی کے سامنے یہ عرضداشت پیش کی کہ ان مسلمانوں سے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق دریافت فرمایا جائے، مسلمان پھر بلائے گئے، ان کے لیے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا، اگر سچ کہتے ہیں تو شاہ نجاشی ناخوش ہوتا ہے، اور اسکے خلاف کہتے ہیں تو دین کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے، آخرکار انھوں نے یہ طے کیا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو انھیں سچ ہی بولنا چاہیے، اس روز بھی حضرت جعفرؓ ہی گفتگو کے لیے منتخب ہوئے، انھوں نے فرمایا "ہمارے نبیؐ نے ہمیں بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے، اس کے کلمہ اور اسکی روح ہیں"، نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا "خدا کی قسم حضرت عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں"، دربار کے بطریق اور پادری اس پر بہت ناراض ہوئے، لیکن ناراضگی کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا، قریش نے جو تحفے تحائف نجاشی کے حضور میں پیش کیے تھے، نجاشی نے سب واپس کردیے اور وفد وہاں سے نامراد مکہ واپس چلا آیا،

اسلام | یہ واقعہ بجائے خود نجاشی کے اسلام پر شاہد ہے، لیکن اس کے علاوہ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ

قال النجاشی اشهد انه	نجاشی نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ
رسول الله وانه الذی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ کے رسول ہیں
بشر به عیسی ابن مریم	اور وہی نبی ہیں جنکی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی ہے،

بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر بیعت اسلام بھی کی تھی،

خدمت نبوی کی تڑپ | جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ملوک و سلاطین کو دعوت اسلام بھیجی، تو شاہ نجاشی کے پاس بھی اپنا قاصد بھیجا، شاہ نجاشی نے آپ کے قاصد کا پرتپاک خیر مقدم کیا، آپ کی رسالت کا اقرار کیا، اور اپنے لڑکے ارمی کو آپ کی خدمت کے لیے بھیجا، اور

لکھا کہ اگر سلطنت کی ذمہ داری کا بوجھ میرے اوپر نہ ہوتا تو میں خود بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر حضور کی کفش برداری کی سعادت حاصل کرتا، [۱]

وفات | مسلمانوں کے اس غمخوار اور محسن نے ۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اسی روز ان کی [۲] موت کی اطلاع مل گئی، اور آپ نے بڑے رنج و غم کے ساتھ مدینہ میں انکی موت کا اعلان کیا، فرمایا مسلمانو! تمھارے برادرِ صالح اصحمہ نے انتقال کیا، ان کے لیے دعاء و استغفار کرو، پھر صحابہؓ کے ساتھ ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی، [۳]

فضائل | تفسیر کی روایتوں میں ہے کہ قرآن کی ان آیات

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ	بعض اہل کتاب ہیں، جو ایمان لاتے ہیں
بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَا	اللہ پر اور جو تمھاری طرف نازل ہوا ہے اور جو
اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خَاشِعِيْنَ لِلّٰهِ	ان کی طرف اللہ سے ڈرتے ہوئے،
وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى	جب وہ سنتے ہیں جو کچھ کہ رسول کی طرف

---

۱ ابوداؤد کتاب الجنائز ۲ بخاری اور تمام کتب حدیث میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی روز ان کی موت کی خبر مل گئی تھی، اسی طرح غزوۂ موتہ میں بھی آپ کو سپہ سالارانِ اسلام کی شہادت اور حضرت خالدؓ کے ہاتھوں اس میں فتح کی خبر بھی کسی مادی ذریعۂ اطلاع کے بغیر پہنچ چکی تھی، اور آپ نے انکے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا، بعد میں حرف بحرف اسکی تصدیق ہوئی ۳ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں فقہا کے درمیان تھوڑا سا اختلاف ہے، بعض لوگ اس کو عام حکم سمجھتے ہیں، اور اب بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کو جائز کہتے ہیں، اور بعض اسے آپ کی خصوصیت بتلاتے ہیں، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ایسی ہی کسی اجنبی جگہ میں کسی مسلمان کا انتقال ہو تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے،

مسلم کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہیں جنکی آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی لیکن حافظ ابن قیم نے اسے راوی کا وہم بتایا ہے،

الرَّسُوْلِ تَرٰىٓ اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ	نازل ہوا، توتم دیکھو گے کہ ان کی آنکھوں
مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ	سے آنسو جاری ہو گئے ہین، یہ اس وجہ سے
( )	کہ انھون نے حق کو پہچان لیا ہے،

مین دوسرے اہل کتاب کے ساتھ شاہ نجاشی بھی مراد لیے گئے ہین،

اخلاق | شاہانہ اوصاف، عدل وانصاف، رحم وکرم اور رعایا پروری کے علاوہ عام انسانی اخلاق اوصاف سے بھی متصف تھے، اپنے ملک مین مظلوم وستم رسیدہ مسلمانون کے ساتھ انھون نے جو حسن سلوک کیا، اس احسان سے امت محمدیہ ہمیشہ گران بار رہے گی،

(۵) بکا، الراہب

نام ونسب | بکا، نام، شام اصلی وطن تھا، ایک گوشہ نشین اور تارک الدنیا بزرگ تھے، مشہور ہے کہ چالیس برس تک عبادت گاہ سے باہر قدم نہین رکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود تھے، لیکن شرف زیارت سے مشرف نہ ہو سکے، ذیل کی روایت سے اس کی تفصیل معلوم ہو جائے گی،

سعد بن العاص صحابی بیان کرتے ہین کہ مین چھوٹا تھا تو میرے چچا ابان بن سعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ برا بھلا کہا کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ بغرض تجارت شام گئے، وہان بکا، الراہب سے جو چالیس برس کے بعد عبادت گاہ سے نکلے تھے ملاقات ہوئی، انھون نے جاکر ان سے کہا کہ میری قوم کے ایک فرد نے نبوت کا دعوی کیا ہے، بکا، نے نام دریافت کیا، کہا محمد، پھر پوچھا کتنے زمانہ سے وہ اپنے کو نبی کہتے ہین، جواب دیا کہ بیس برس سے، اس کے بعد بکا، نے کہا کہ کہو تو مین ان کے صفات بیان کرون، ابان

کہتے ہین کہ انھون نے ان کی تمام صفات بیان کین، اور ذرا غلطی نہین کی، اس کے بعد کہا کہ خدا کی قسم وہ نبی برحق ہین، اللہ تعالیٰ ان کو ضرور غالب کریگا، میرا سلام ان کو پہنچا دینا، یہ کہکر وہ پھر گرجا مین چلے گئے،

اس ملاقات کا یہ اثر ہوا کہ ابان جب مکہ واپس آئے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیے، اور بکاء سے ملاقات کا سارا واقعہ بیان کیا، اس کے بعد ابان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا اور پھر کچھ روز کے بعد مسلمان ہو گئے،

(۶) تمام بن یہودا

صاحب اصابہ نے لکھا ہے کہ احبار یہود مین سے جو لوگ اسلام لائے تھے، ان مین تمام بن یہودا بھی تھے اور اس بنا پر ان کو اپنی کتاب کی قسم اول یعنی صحابہ مین داخل کیا ہے، جس کی کسی دوسرے ماخذ سے تائید نہین ہوتی، اور خود انھون نے بھی یعنی صاحب اصابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات و روایت کا کوئی ذکر نہین کیا ہے، اس بنا پر ہم نے ان کو صحابہ کے بجائے تابعین کی فہرست مین داخل کیا ہے،

(۷) صبی بن معبد

نام ونسب صبی نام، باپ کا نام معبد تھا، نسباً تغلبی اور مذہباً عیسائی تھے،

اسلام نصرانیت ترک کر کے اسلام قبول کیا، اور پھر اسی پر خاتمہ ہوا، حدیث کی تمام کتابون مین ان سے قرآن کے بارے مین ایک مشہور حدیث مروی ہے، وہ یہ ہے،

فرماتے ہین کہ مین ابھی جدید الاسلام تھا، اور مجھے جہاد کا بڑا شوق تھا، لیکن مجھ پر حج اور عمرے کی ادائیگی بھی فرض تھی، اس لیے مین نے چاہا کہ اسے ادا کرلون، پھر جہاد مین شرکت کرون، مین اپنی قوم کے ایک بزرگ ہذیم بن عبداللہ نامی[1] کے پاس گیا، اور ان سے مسئلہ قران کے متعلق دریافت کیا، انھون نے مجھکو اس کی اجازت دی،[2] حج کے ارکان ادا کرچکا تو مقام عذیب مین سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان[3] سے ملاقات ہوئی، ان مین سے ایک نے دوسرے سے میرے بارے مین کہا کہ یہ شخص تمھارے اونٹ سے بھی زیادہ فقیہ ہے، (یہ طنزیہ جملہ تھا کہ مناسک حج سے ناواقف ہے) مین وہان سے سیدھا حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا، اور ان سے یہ سارا واقعہ بیان کیا، انھون نے فرمایا تم نے سنت نبویؐ کے بالکل مطابق حج کیا ہے،[4]

اسی روایت کو ان کی سوانح حیات کا سرمایہ سمجھنا چاہیے، اس سے زیادہ ان کی زندگی کے حالات پر کوئی روشنی نہین پڑتی،

روایت | حسب ذیل حضرات نے ان سے روایت کی ہے،

ابووائل، مسروق، ابواسحاق السبیعی، زر بن حبیش، امام شعبی، ابراہیم النخعی، مجاہد،

ابن حبان نے ان کو ثقات مین شمار کیا ہے، ابن حاتم بھی فرماتے ہین:

تابعی ثقة[5] — ثقہ تابعی تھے،

(۸) ضغاطر الاسقف الشہید

نام نسب | ضغاطر نام، روم اصلی وطن تھا، مذہبًا عیسائی تھے، ہرقل کے خاص معتمد اور مشیر

---

[1] انکا ذکر پہلے آچکا ہے۔ [2] حج و عمرہ ساتھ کرنے کی اجازت دیدی [3] یہ دونون آدمی بھی ان ہی کے ہم قوم تھے: [4] اسد الغابہ [5] تہذیب التہذیب،

اور قوم کے سب سے بڑے پادری تھے،

اسلام | ہرقل شہنشاہ روم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیۃ الکلبی کے ذریعہ نامۂ اسلام بھیجا، تو ہرقل نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً نبی ہین، لیکن مین ڈرتا ہون کہ اگر مین نے اسلام قبول کیا تو اہل ملک مجھے زندہ نہ چھوڑین گے، پھر اس نے حضرت دحیہؓ کو ضغاطر الاسقف کے پاس بھیجا کہ وہ کیا رائے دیتے ہین، حضرت دحیہؓ ان کے پاس آئے تو انھون نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی، اور فرمایا لنعرفه باسمه ووصفه (ہم ان کے نام اور ان کے صفات سے واقف ہین) پھر وہ اندر گئے، اپنا مخصوص لباس اتارا، اور سفید لباس پہنکر باہر واپس آئے، اور اسی وقت اہلِ روم کے پاس گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اسلام کی سچائی کا اعلان کیا، یہ اعلان کرنا تھا کہ چارون طرف سے ان کی قوم نے ان پر نرغہ کیا، اور ان کو شہید کرڈالا،

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

بعض روایتون مین ہے کہ ہرقل سے کہا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہین جن کا ہمین انتظار تھا، اس پر ہرقل نے آپ کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا، تو انھون نے کہا کچھ بھی ہو، مین تو اتباع حق سے بھاگ نہین سکتا،[۱]

(۹) عمیر بن حسین

نام ونسب | عمیر نام، نجران اصلی وطن تھا، مذہباً عیسائی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اسلام قبول کرچکے تھے، لیکن شرفِ زیارت سے سرفراز نہین ہوسکے،

---

[۱] اصابہ ذکر ضغاطر

اسلام پر استقامت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب نجران مین ارتداد کا فتنہ شروع ہوا تو عمیر نے بڑی استقامت دکھلائی، خود اسلام پر آخری وقت تک جمے رہے، اور اہل نجران کو ارتداد سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی، انھون نے ان کے سامنے یہ پُراثر تقریر فرمائی کہ

"اے اہل نجران اس وقت اسلام پر زیادہ جمنے کی ضرورت تھی، اور تم اس مین کوتاہی کر رہے ہو، یقین کے بعد شک اور کل کے دین کے بعد آج (یعنی نصرانیت کے بعد اسلام) کے دین مین زیادہ سوچنے کی ضرورت تھی، تم کو چاہیے تھا کہ اسلام پر جمے رہتے، کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی ہدایت کی روشنی تمھین نصیب ہوتی، پھر اس کے بعد یہ اشعار پڑھے[1]

یا اهل نجران امسکوا بهدی	الله کونوا ید اً علی الکفار
لا تکونوا بعد الیقین الی	الشك وبعد الرضا الی الکفار
واستقیموا علی الطریقة فیه	وکونوا کهیئة الانصار[2]

(۱۰) کعب احبار

نام ونسب | کعب نام، ابو اسحٰق کنیت، نسباً یمن کے مشہور حمیری خاندان کی شاخ آل ذی رعین سے تھے، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن ماتع بن ہینوع بن قیس بن معن بن جشم ابن وائل بن عوف بن جمہر بن عوف بن زہیر بن ایمن بن حمیر بن سبا بن حمیری،

---

[1] اصابہ جلد ۲ [2] یہان غالباً انصار سے حواری مراد لیا ہے، مدینہ کے مسلمانون کا مخصوص گروہ مراد نہین ہے۔

اسلام اور ورود مدینہ

کعب مشہور تابعی ہین، قبول اسلام سے پہلے یہود کے جید علمار مین شمار کیے جاتے تھے، عہد رسالت مین موجود تھے لیکن صحیح روایت کے مطابق اس عہد بابرکت مین وہ اسلام کی سعادت حاصل نہ کرسکے، اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ مین مشرف باسلام ہو گئے تھے، کعب کا بیان ہے کہ علیؓ جب یمن آئے تو ان کی خدمت مین حاضر ہو کر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پوچھے، انھون نے بتائے، تو مین مسکرایا، علیؓ نے مسکرانے کا سبب پوچھا، مین نے کہا، ہمارے یہان (نبی آخر الزمان کے) جو علامات بتائے گئے ہین، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہین، اسی لیے مجھے ہنسی آگئی، اس سوال وجواب کے بعد مین مسلمان ہو گیا، اور لوگون کو اسلام کی دعوت دینے لگا، لیکن قیام یمن ہی مین رہا، عمرؓ کے عہد مین ہجرت کر کے مدینہ گیا، کاش مین نے اس سے پہلے ہجرت کی ہوتی[1] ایک روایت یہ ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین اسلام لائے[2]

لیکن یہ دونون روایتین کمزور ہین، اس باب مین صحیح ترین روایت وہ ہے جو طبقات ابن سعد مین کعب کے حلیف حضرت عباسؓ سے مروی ہے، جس سے خود کعب کی زبان سے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ نے کعب سے اسلام لانے کے بعد ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں قبول اسلام مین کیا چیز مانع تھی کہ عمرؓ کے زمانہ مین اسلام لائے، جواب دیا کہ میرے والد نے مجھکو توراۃ سے ایک تحریر نقل کر کے دی تھی، اور ہدایت کی تھی کہ اس پر عمل کرنا، دوسرے اپنی تمام مذہبی کتابون پر مہر لگا کر مجھ سے حق ابوت کا واسطہ لاکر

[1] اصابہ ج ۵ ص ۳۲۲ کعب کے حالات "تابعین" سے نقل کیے گئے ہین، آخر مین اور کہین کہین درمیان مین کچھ اضافہ وترمیم ہے۔
[2] ایضاً

وعدہ لیا تھا کہ اس کو نہ توڑنا، تو مین نے اس کو نہین توڑا اور والد جو تحریر دے گئے تھے، اس کے مطابق مین عمل کرتا رہا، جب اسلام کی اشاعت اور اس کا غلبہ ہونے لگا، اور کسی کا خوف باقی نہین رہ گیا تو اس وقت مین نے دل مین خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ والد نے مجھ سے کچھ علم چھپایا ہے، مجھے ان کتابون کو کھول کر دیکھنا چاہیے، چنانچہ مین نے مہر توڑ کر کتابین پڑھین تو مجھکو نظر آیا کہ ان مین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کے اوصاف لکھے ہین، اسوقت مجھ پر اصل حقیقت روشن ہوئی اور آکر مسلمان ہو گیا،[1] قبولِ اسلام کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے حلیف بن گئے تھے،

فضل وکمال کعب یہود کے بڑے ممتاز اور نامور علما مین تھے، یہودی مذہب کے متعلق ان کی معلومات نہایت وسیع تھین، حافظ ذہبی لکھتے ہین کہ وہ علم کا ظرف اور اہل کتاب کے علماے کبار مین تھے،[2] امام نووی لکھتے ہین کہ ان کے وفور علم اور توثیق پر سب کا اتفاق ہے، وہ اپنی وسعت علم کی وجہ سے کعب احبار اور کعب الحبر کہے جاتے تھے، ان کے مناقب بکثرت ہین، اور ان کے اقوال وحکم بہت مشہور ہین،[3] اکابر صحابہ ان کی وسعت نظر کے معترف تھے، ابو درداء انصاریؓ کا حمص مین کعب کا بڑا ساتھ رہا تھا فرماتے تھے کہ ابن حمیریہ کے پاس بڑا علم ہے،[4] امیر معاویہؓ کہتے تھے کہ ابو درداء حکماء مین ہین، اور کعب علما مین، ان کے پاس سمندر جیسا اتھاہ علم تھا،[5]

چونکہ ایک مذہب کے وہ ایک بڑے عالم تھے، اس لیے اسلامی علوم کے ساتھ بھی انھین خاص مناسبت ہو گئی تھی، مدینہ مین صحابہ سے انھون نے کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کی تھی،

[1] ابن سعد ج، ق ۲ ص ۱۵۶ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۵ [3] تہذیب الاسماء ج ۱ ق ۲ ص ۶۹
[4] ابن سعد ج، ق ۲ ص ۱۵۶ [5] اصابہ ج ۵ ص ۳۲۳

اور صحابہ نے ان سے اہلِ کتاب کے علوم سیکھے تھے،[۱]

کتاب و سنت میں انھوں نے حضرت عمرؓ، صہیبؓ اور حضرت عائشہؓ سے استفادہ کیا تھا، اور اسرائیلیات میں صحابہ میں ابو ہریرہؓ، معاویہؓ، ابن عباسؓ، اور تابعین میں مالک بن ابی عامر اصبحی، عطا بن ابی رباح، عبد اللہ بن رباح انصاری، عبد اللہ بن حمزہ سلولی، ابو رافع صائغ، عبد الرحمٰن بن شعیب اور ایک کثیر جماعت ان سے فیضیاب ہوئی تھی،[۲]

علم اور علماء اور زوالِ علم

ایک مرتبہ عبد اللہ بن سلام نے ان سے پوچھا کہ کعب! علماء کون لوگ ہیں، جواب دیا جو علم جانتے ہیں، ابن سلام نے پوچھا کونسی شے علماء کے دلوں سے علم کو زائل کر دے گی، فرمایا طمع، حرص اور لوگوں کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا، عبد اللہ ابن سلام نے کہا، تم نے سچ کہا،[۳]

شام کا قیام

کعب کا آبائی مذہب یہودیت تھا، اس لیے پہلے سے ان کو ارضِ شام کیساتھ دلی لگاؤ تھا، مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ سرزمین مقدس و محترم ہے، اس لیے چند دنوں مدینہ میں قیام کرنے کے بعد کعب شام چلے گئے، اور حمص میں جا کر سکونت اختیار کر لی،[۴]

مواعظ

شام کے زمانۂ قیام میں ان کا مشغلہ زیادہ تر اسرائیلی قصص کے مواعظ تھے، ایک مرتبہ عوف بن مالک نے دورانِ وعظ میں ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ امیر، مامور اور متکلف کے علاوہ لوگوں کے سامنے اور کسی کو مواعظ و قصص نہ بیان کرنے چاہئیں، یہ سنکر کعب نے وعظ گوئی چھوڑ دی، لیکن پھر امیر کے حکم سے دوبارہ وہ سلسلہ جاری کر دیا،[۵]

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۵ [۲] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۳۸ [۳] ایضاً ج ۸ ص ۴۴۲ [۴] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۵۶ [۵] اصابہ ج ۵ ص ۳۲۳

اسلامی روایات مین اسرائیلیات کا شمول | کعب کی علمی جلالت مین کوئی شک نہین، وہ یہودی مذہب کے بڑے نامور عالم تھے، لیکن چونکہ خود یہودیون کا سرمایۂ علم زیادہ تر قصص وحکایات تھین، اس لیے کعب کا سرمایۂ معلومات بھی تمامتر یہی تھا، اس سے ایک نقصان یہ ہوا کہ بہت سی بے سروپا اسرائیلی روایات انکے ذریعہ اسلامی لٹریچر مین داخل ہوگئین اسی بنا پر بعض ائمۂ حدیث کعب کو روایات مین ساقط الاعتبار سمجھتے ہین،

وفات | حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت ۳۲ھ مین شام مین وفات پائی،[1]

(۱۱) محمد بن کعب القرظی

نام ونسب | محمد نام، ابو حمزہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، محمد بن کعب بن حبان بن سلیم بن اسد قرظی، ان کے والد کعب بنی قریظہ کے یہودی اور انصار کے قبیلہ اوس کے حلیف تھے، غزوۂ قریظہ مین گرفتار ہوئے، لیکن بہت کمسن تھے، اس لیے چھوڑ دیے گئے،

فضل وکمال | محمد بن کعب بڑے فاضل اور بلند مرتبہ تابعی تھے، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ علم وفقہ مین مدینہ کے فاضل ترین علماء مین تھے،[2] امام نووی لکھتے ہین کہ وہ بڑے علماء اور ائمۂ تابعین مین تھے،[3]

قرآن | ان کو قرآن وحدیث دونون مین یکسان کمال حاصل تھا، عجلی ان کو ثقہ رجل صالح اور عالم قرآن لکھتے ہین،[4] عون بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ مین نے تاویل قرآن کا

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۵۶ ان کے حالات تابعین سے نقل کیے گئے ہین،

[2] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱ [3] تہذیب الاسماء ج اول ق ۱ ص ۹۰،

[4] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱

ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا[1] حافظ ذہبی ان کو مفسر قرآن لکھتے ہیں[2]،

قرآن میں تدبر و تفکر قرآن کے معنی میں تدبر و تفکر بھی آپ کی خصوصیت تھی، ایک مرتبہ رات میں سورۂ زلزال اور سورۂ القارعہ پڑھنا شروع کیں، اور پوری رات ان ہی سورتون کے معانی و مطالب مین تدبر و تفکر کرتے رہے، یہان تک کہ سپیدۂ صبح نمودار ہو گیا[3]،

فرماتے تھے، قرآن کے معنی کا مجھ پر اس قدر ورود اور ہجوم ہوتا ہے کہ رات کی رات کٹ جاتی ہے، پھر بھی معانی کا ہجوم اور آمد ختم نہین ہوتی[4]،

تفسیر کی کتابون مین صدہا آیتون کی تفسیر مین ان کے اقوال ملین گے، ان مین سے بیشتر مین کوئی نہ کوئی لفظی یا معنوی ندرت ضرور ہو گی،

حدیث حدیث کے بھی وہ ممتاز حافظ تھے، علامہ ابن سعد ان کو ثقہ عالم اور کثیر الحدیث لکھتے ہین[5]، حدیث مین انھون نے معاویہ، کعبؓ بن عجزہ، ابو ہریرہؓ، زیدؓ بن ارقم، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہؓ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن یزید خطمی، عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب براؓ ابن عازبؓ، جابرؓ اور انسؓ بن مالک سے استفادہ کیا تھا،

ان سے فیض اٹھانے والون مین ان کے بھائی عثمان حکم بن عتیبہ، یزید بن ابی زیاد ابن عجلان، موسیٰ بن عبیدہ، ابو معشر، ابو جعفر خطمی، یزید بن الہاد، ولید بن کثیر، محمد بن المنکدر، عاصم بن کلیب، ایوب بن موسیٰ، ابن ابی الموالی، ابی المقدام اور ہشام بن زیاد وغیرہ لائق ذکر ہین[6]،

[1] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۵۶، [5] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱ [6] ایضاً

فقہ	فقہ مین مدینہ کے ممتاز فقہا مین شمار تھا،

کان من افاضل اہل المدینۃ علماً و فقہاً[1] — علم و فقہ کے اعتبار سے مدینہ کے فضلا مین تھے،

زہد و ورع	زہد و ورع کی دولت سے بھی بہرہ مند تھے، ابن سعد ان کو علما متورعین[2]

مین شمار کرتے ہین، حافظ ذہبی زاہد[3]، ابن عماد حنبلی لکھتے ہین کہ کعب علم صلاح اور ورع سے متصف تھے[4]

ان کی پاکبازی کی شہادت ان کی والدہ کی زبانی	زندگی کے ہر زمانہ مین نہایت پاکباز اور پاک نفس رہے، بااین ہمہ دعاے مغفرت و توبہ و استغفار مین ہر وقت مشغول رہتے

تھے، یہ دیکھکر ان کی والدہ فرماتی تھین محمد! اگر تمھاری پاکبازانہ زندگی میرے سامنے نہ ہوتی تو تمھاری دن رات کی گریہ و زاری اور توبہ و استغفار سے مین سمجھتی کہ تم نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا ہے، لیکن مین نے تمھین بچپن مین بھی پاکباز اور پاک نفس پایا، اور بڑے ہونے پر بھی ویسا ہی پا رہی ہون،

محمد بن کعب نے فرمایا، امان جان! آپ جو سمجھتی ہین وہ ٹھیک ہے، لیکن مین اپنے کو گناہون سے مامون نہین پاتا، ہوسکتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی لغزش ہوگئی ہو، جو خداے تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا باعث ہو، اسی وجہ سے مین ہر وقت استغفار کیا کرتا ہون،

زرین اقوال	فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو بھلائی کی توفیق دیتا ہے تو اس مین

تین خصلتین پیدا کر دیتا ہے، دین مین سمجھ، دنیا سے بے رغبتی، اور عیب پوشی،

فرمایا جو قرآن پڑھے گا وہ عقل کی دولت سے ضرور بہرہ ور ہوگا، چاہے اس کا سن

[1] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] دول الاسلام ج ۱ ص ۵۶

سو برس کا کیوں نہ ہو گیا،

فرمایا کہ کچھ لوگوں کے اوپر اور کچھ لوگوں کے واسطے زمین روتی ہے، پھر فرمایا جو لوگ بھلائی کرتے ہیں، ان کے واسطے زمین روتی اور دعا کرتی ہے، اور جو لوگ برائی کرتے ہیں ان کے اوپر زمین روتی اور بد دعا کرتی ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی،

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ — زمین و آسمان ان پر نہیں روئے،

رونے سے مراد ہمدردی و شہادت ہے، اس لیے کہ قیامت میں ہمارے اعمال کے بارے میں ہر چیز سے شہادت لی جائے گی،

آپ سے پوچھا گیا کہ خذلان اور حرمان کی علامت کیا ہے، فرمایا کہ اچھے کو برا اور برے کو اچھا سمجھنا،

ذکر الٰہی | فرماتے تھے اگر ترک ذکر کی رخصت دی جا سکتی تو سب سے پہلے حضرت زکریاؑ کو رخصت ملتی، (کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تین دن تک بولنے سے منع کر دیا تھا، مگر اسی کے ساتھ یہ حکم بھی تھا کہ ذکر الٰہی کثرت سے کرو)

پھر یہ آیت تلاوت کی،

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا — تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تین روز تک کسی شخص سے بجز اشارے کے بات نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرو،

پھر فرمایا کہ دوسرے مجاہدین فی سبیل اللہ کو اس کی رخصت مل سکتی تھی لیکن ان کے متعلق فرمایا گیا ہے، پھر یہ آیت پڑھی[1]

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ — اے ایمان والو جب تم سے دشمن کی کسی جماعت

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۱۲

فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا سے مڈھبیڑ ہو جائے، تو ثابت قدم رہو اور ذکر الٰہی زیادہ کرو،

وفات | ۱۰۸ھ میں وفات پائی،[۱]

(۱۲) نعیم الحبر

نعیم نام تھا، شام کے رہنے والے اور مذہباً عیسائی تھے، کعب احبار کی طرح ان کا شمار بھی علماے اہل کتاب مین تھا، چنانچہ حبر (عالم) ان کے نام کا جزء ہو گیا تھا، مزدوری کر کے گزر اوقات کرتے تھے،[۲]

مطرف بن مالک تابعی بیان کرتے ہین کہ عہد فاروقی مین جب تستر فتح ہوا تو مال غنیمت مین ایک برتن ہاتھ آیا جس مین ایک کتاب تھی، ہمارے ساتھ ایک نصرانی مزدور تھا جس کا نام نعیم تھا، اس نے ہم لوگون سے کہا کہ یہ برتن مع کتاب میرے ہاتھ فروخت کر دو! ابو موسیٰ اشعریؓ اور دوسرے صحابہ کتاب فروخت کرنا نہین چاہتے تھے، لیکن ہم لوگون نے برتن کو اس کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور کتاب ہدیۃً دیدی، ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو اسکی اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے لکھا کہ یہ کسی نبی کی کتاب ہے، اس کو دفن کر دینا چاہیے، بعض روایتون مین ہے کہ نعیم خود اس برتن کو فروخت کرنے کے لیے مسلمانون کے پاس آئے، انھون نے برتن خرید لیا اور کتاب ان کو ہدیہ کر دی،[۳]

قبول اسلام | مطرف بن مالک ہی راوی ہین کہ مجھے بیت المقدس جانے کا اتفاق ہوا، وہان نعیم سے ملاقات ہوئی، مین نے ان سے پوچھا کہ تمھاری نصرانیت کا کیا حال ہے؟ نعیم نے کہا کہ مین تو اب دین حنیف (یعنی اسلام) مین داخل ہو گیا ہون،

---

[۱] شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۳۶ [۲] اصابہ ذکر نعیم [۳] ایضاً

بیت المقدس مین نعیم اور کعب کی دعوتِ اسلام اور علمائے اہل کتاب کا قبول اسلام

مطرف بیان کرتے ہین کہ اس سفر مین نعیم کے ساتھ کعب احبار بھی تھے، جب ان کے آمد کی اطلاع یہود کو ملی تو وہ ان کے گرد جمع ہو گئے، کعب احبار کو جو کتاب تستر مین ملی تھی، انھون نے اس کو یہود کے سامنے پیش کیا، اور کہا کہ یہ ایک قدیم کتاب ہے، جو تمھاری زبان (غالباً عبرانی) مین ہے، اس کو پڑھو، ایک شخص نے پڑھنا شروع کیا، جب وہ ایک خاص جگہ پر پہنچا، تو اس نے کتاب زمین پر ٹپک دی، نعیم اس کی حرکت سے بہت ناخوش ہوئے، اور کتاب کو انھون نے اپنی گود مین اٹھا لیا، اور ان سے کہا کہ اب مین ہرگز اس کتاب کو تمھین نہین دون گا، لیکن انھون نے جب بہت منت سماجت کی تو نعیم نے کہا کہ اچھا مین اسے اپنے زانو پر رکھکر بیٹھتا ہون، تم مین سے کوئی شخص پڑھے، چنانچہ کتاب ان کے ہاتھ مین تھی، اور ایک شخص اسے پڑھ رہا تھا، جب وہ پڑھتے پڑھتے اس آیت

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا	جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین چاہیگا،
فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ	اس سے وہ قبول نہین کیا جائیگا،

پر پہنچا تو تقریباً بیالیس[1] علمائے یہود اسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے، افسوس ہے کہ اس سے زیادہ ان کے حالات معلوم نہین ہو سکے،

---

[1] اس سے پہلے والے شخص نے غالباً اسی آیت پر پہونچ کر غصہ مین کتاب پھینک دی تھی، یہ آیت قرآن کی ہے، لیکن اسی واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ کتب قدیمہ مین اس آیت کی پیشین گوئی موجود تھی، نعیم نے دوسرے سے اسے پڑھوایا کہ ان کے پڑھنے سے یہود کو شبہ ہوتا،

(۱۳) وہب بن منبہ

وہب بن منبہ کی عام کتب سماوی خصوصاً توراۃ اور انجیل سے واقفیت اور ان سے متعلق ان کے معلومات کی کثرت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اہل کتاب مین سے تھے، لیکن چونکہ ارباب رجال مین سے کسی نے ان کے اہل کتاب ہونیکی تصریح نہین کی ہے، اس لیے مجھے ان کو اس فہرست مین داخل کرنے سے تامل تھا، لیکن ابن ندیم کی یہ تصریح مل جانے کے بعد کہ اہلِ کتاب مین سے جو لوگ ایمان لائے تھے، ان مین وہب بن منبہ بھی تھے[۱] زمرۂ اہل کتاب تابعین مین داخل کر لیا گیا،

مگر اس کے بعد ایک دوسرا سوال کہ وہ عیسائی تھے یا یہودی باقی رہ جاتا ہے، ان مین سے کسی ایک کی تصریح نظر سے کہین نہین گذری، لیکن کتب تفسیر مین عام طور پر اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء مین خاص طور سے ان کے جو اقوال نقل کئے ہین، ان سے پتہ پتہ چلتا ہے کہ وہ عیسائی لٹریچر کے مقابلہ مین یہودی لٹریچر سے زیادہ واقف تھے، نیز سیف بن ذی یزن یمنی یہودی سے ان کا عزیزانہ تعلق بھی تھا، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ یہودی رہے ہون گے

اب اس مختصر تمہید کے بعد ان کے حالات لکھے جاتے ہین،[۲]

نام نسب: وہب نام، ابو عبد اللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، وہب بن منبہ بن کامل بن سیح ابن ذی کناز یمنی صنعانی، ایک روایت یہ ہے کہ وہب عجمی النسل تھے، ان کے والد منبہ کسریٰ کے زمانہ مین جب اس نے سیف بن ذی یزن حمیری کی قیادت مین حبشہ پر مہم بھیجی تھی یمن آئے

---

۱ فہرست ابن ندیم ص ۲۲ ۲ یہ حالات زیادہ تر تہذیب سے ماخوذ ہین

تھے، اور پھر یہین آباد ہو گئے اور عہد نبوی مین مشرف باسلام ہوئے،

پیدایش ۳۴ھ مین پیدا ہوئے[۱]

فضل وکمال اسلامی علوم مین وہب کا کوئی خاص درجہ نہ تھا، بلکہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ بمقابلہ اس کے وہ دوسرے مذاہب کی کتابون اور صحیفون کے عالم تھے، تاہم وہ اسلامی علوم سے بیگانہ نہ تھے، تابعین مین ممتاز شخصیت کے مالک تھے، علامہ نووی لکھتے ہین کہ وہ جلیل القدر تابعی ہین، ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے[۲]،

حدیث حدیث مین متعدد صحابہ سے فیضیاب ہوئے تھے، حضرت ابوہریرہؓ، جابر بن عبداللہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، ابوسعید خدریؓ، انس بن مالک، اور نعمان ابن بشیرؓ سے ان کی روایات ملتی ہین[۳]،

ان کے صاحبزادے عبداللہ وعبدالرحمن اور بھتیجے عبدالصمد اور عقیل اور عام لوگون مین عمرو بن دینار، سماک بن فضل اور اسرائیل وغیرہ نے ان سے سماع حدیث کیا تھا[۴]

فقہ ان کے تفقہ کے سلسلہ مین صرف اسقدر معلوم ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں صنعاء کے عہدۂ قضا پر مامور تھے[۵]،

غیر مذاہب کے صحیفون کا علم وہب دوسرے مذاہب کے صحیفون کے بڑے نامور عالم تھے، بلکہ اس بارہ مین ان کی جماعت مین ان کا کوئی مقابل نہ تھا، امام نووی لکھتے ہین کہ وہ گذشتہ کتابون کے علم ومعرفت مین مشہور ہین[۶] حافظ ذہبی لکھتے ہین کہ وہ بڑے وسیع العلم تھے۔ اور اپنے زمانہ مین کعب احبار کے نظیر مانے جاتے تھے[۷]

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۸۰ [۲] تہذیب الاسماء جلد اول ص ۱۴۹ [۳] تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۱۶۷ [۴] ایضاً، [۵] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۵۰ [۶] تہذیب الاسماء جلد اول ص ۱۴۹ [۷] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۸۹،

استقصاء سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے بانوے الہامی کتابون کا مطالعہ کیا تھا، جن مین سے بعض ایسی تھین جن کے متعلق لوگون کو کم واقفیت ہے، داؤد بن قیس صنعانی کا بیان ہے کہ مین نے وہب سے سنا وہ کہتے تھے کہ مین نے بانوے آسمانی کتابین پڑھین جن مین سے بہتر کنیسون مین اور لوگون کے پاس موجود ہین، اور بائیس کتابون کا علم بہت کم لوگون کو ہے، ان تمام کتابون مین یہ مضمون مشترک ہے کہ "جو انسان مشیت کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے وہ کافر ہے"، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ تہتر کتابین ایسی پڑھی تھین جو تہتر نبیون پر اتری تھین[1]، ان دونون روایتون مین کوئی تضاد نہین ہے، بلکہ دونون صحیح ہین، تیس کتابین ایسی رہی ہون گی جن کی حیثیت مستقل مصاحف کی ہوگی، اور بقیہ مستقل کتابین نہ رہی ہونگی، اسقدر مسلم ہے کہ وہ کتب ماضیہ کے سب سے بڑے عالم تھے، اور قدیم صحیفون کے مشہور اور نامور علماء، کعب احبار، اور عبداللہ بن سلام دونون کا مجموعی علم ان کی تنہا ذات مین جمع تھا،

تصنیفات | عہد اسلام مین فن تاریخ پر سب سے پہلی کتاب حضرت معاویہؓ کے زمانہ مین اخبار الماضیین لکھی گئی، اس کے بعد وہب بن منبہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ انھون نے اس فن پر ایک مفید کتاب "ذکر الملوک" لکھی، یہ اس وقت نایاب ہے، لیکن ساتوین صدی تک موجود تھی، علامہ ابن خلکان نے اس کتاب کو دیکھا تھا، انھون نے لکھا ہے کہ اس مین یمن کے متعلق بہت مفید معلومات ہین، اور اس مین ملوک حمیر کے اخبار و انساب اور ان کے مقابر و اشعار کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے، (ابن خلکان ص ۱۸۰ ج ۲)

اس کتاب کے علاوہ صاحب کشف الظنون نے ان کی اور ایک کتاب کا تذکرہ کیا ہے، کشف الظنون کی عبارت یہ ہے،

[1] ابن سعد ج ۵ ص ۳۹۶

اول من صنف فی المغازی	مغازی مین سب سے پہلے عروہ بن زبیر نے
عروۃ بن الزبیر وجمعہا ایضاً	تصنیف کی، اس کے بعد اس فن کو وہب
وھب بن منبہ	ابن منبہ نے جمع کیا،

اس کتاب کا ایک نسخہ ہیڈن برگ (جرمنی) مین موجود ہے، اس نسخہ پر سنہ کتابت ۲۲۸ھ درج ہے، اور راوی کا نام محمد بن بحر عن ابی طلحہ عن عبد المنعم عن ابیہ عن ابی الیاس عن وہب درج ہے، وہب نے اپنی عادت کے مطابق اس مین بھی اسناد کا استعمال نہین کیا ہے، اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس مین انھون نے کہین اسرائیلیات کو داخل نہین کیا ہے، (ضحی الاسلام ج ۲ ص ۳۲۳)

فضائل اخلاق وہب فطرۃً نہایت صالح تھے، دینی کتابون کے مطالعہ نے ان کو اور زیادہ حلیم اور عبادت گذار بنا دیا تھا، وہ عابد شب زندہ دار تھے، ساری ساری رات عبادت کرتے تھے، کامل بیس سال تک انھون نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، طبیعت مین نرمی اس قدر تھی کہ کسی ذی روح کے لیے ان کی زبان سے گالی یا درشت کلمہ نہ نکلا،

غیر معتبر روایات لیکن کعب احبار کی طرح ان کی ذات بھی مسلمانون مین غیر معتبر اسرائیلیات کی اشاعت کا باعث ہوئی،

حکیمانہ مقولے حلیۃ الاولیاء مین وہب بن منبہ کے بہت سے حکیمانہ اقوال درج ہین، ان مین سے چند یہان نقل کیے جاتے ہین، فرمایا کہ بے عمل اور آوارہ آدمی حکماء مین نہین ہو سکتا (ج ۴ ص ۲۱) فرمایا کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی کہ اے نور چشم اہل ذکر اور اہل غفلت کی مثال نور اور ظلمت کی سی ہے یعنی اہل ذکر مین خدا کا نور ہوتا ہے، اور اہل غفلت مین ظلمت ہوتی ہے، ایک بار نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ترازو کے پلڑون کی طرح ہر چیز کے دو کنارے

ہوتے ہین، اگر ایک کو پکڑوگے تو دوسرا جھک جائیگا، اس لیے چاہیے کہ وسط کو پکڑو، تاکہ دونون مین سے کوئی نہ جھکنے پائے، یعنی ہر کام مین اعتدال ملحوظ رکھنا چاہیے، (ج ۴ ص ۳۵)

فرمایا ہر چیز ابتدا مین چھوٹی ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑی ہو جاتی ہے، لیکن مصیبت کا حال اس کے بالکل برعکس ہے، وہ ابتدا مین بڑی ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ چھوٹی ہو جاتی ہے، یعنی اس کا اثر گھٹ جاتا ہے، (ج ۴ ص ۶۳)

فرمایا جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل نہین کرتا اسکی مثال اس طبیب کی سی ہے جس کے پاس دوا اور شفا کا سامان موجود ہے، لیکن وہ انھین استعمال نہین کرتا (ج ۴ ص ۱۱)

کسی نے ان سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز مین طویل قیام کرتا ہے، اور دوسرا سجدہ مین، دونون مین کون افضل ہے، فرمایا جو اللہ تعالی سے زیادہ تعلق اور محبت رکھتا ہو (ص ۳۴)

فرمایا منافق کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ تعریف کو پسند کرتا ہے اور تنقید کو ناپسند (ص ۱۱)

فرمایا اگر کسی بچہ مین دو وصف موجود ہون تو اس سے رشد و صلاح کی توقع ہے، ایک حیا، دوسرے خوف (ص ۳۶)

ایک مرتبہ فرمایا کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت اور شناخت ہوتی ہے، دین کی علامت تین چیزین ہین، ایمان، علم اور عمل، پھر ایمان کی بھی تین علامتین ہین، اللہ پر، ملائکہ پر، اور اسکے رسولون اور اس کی کتابون پر ایمان، عمل کی بھی تین شناخت ہے، نماز، روزہ، زکوۃ، علم کی تین علامتین یہ ہین، اللہ کا اور اس کی رضا اور عدم رضا کا علم، تصنع اور تکلف کرنے والون کی تین پہچان ہے، جو اس سے اونچے ہوتے ہین ان کا ہر چیز مین وہ مقابلہ کرتا ہے، اور جو چیز اسے معلوم نہین ہوتی اس کے بارے مین وہ اپنی معلومات کا اظہار کرتا ہے، اور جو چیز اللہ نے اسے فطرۃً دی نہین یا وہ پا نہین سکتا اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے، منافق کی شناخت

کی تین صورتین ہین، جب وہ تنہا ہوتا ہے تو کسل مند ہوتا ہے، اور جب اس کے یہان کوئی جاتا ہے تو نشاط اور چستی کا اظہار کرتا ہے، اور ہر کام مین تعریف کا خواہان ہوتا ہے، حاسد کے پہچاننے کی تین صورتین ہین، جن سے وہ حسد کرتا ہے، جب وہ غائب ہوتا ہے تو اس کی غیبت کرتا ہے اور جب وہ سامنے موجود ہوتا ہے تو اس کی خوشامد کرتا ہے، اور مصیبت کے وقت گالی گفتہ کرتا ہے، مسرف کی تین عادتین ہوتی ہین، وہ اس چیز کو خریدتا ہے جو اس کے لائق اور اس کیلیے مفید نہین ہے کھانا وہ کھاتا ہے جو اس کے لیے نہین ہے، کپڑے وہ پہنتا ہے جو اس کے لیے نہین ہین، یعنی ہر کام مین اپنا معیار بلند کرتا ہے، (ص۱۴۱)

ان اقوال مین انھون نے مختصر طور سے اخلاق وعمل کے تمام پہلوؤن پر روشنی ڈالدی ہے، اللہ ہمین اس کی توفیق دے،

وفات ہشام بن عبد الملک کے عہد مین ۱۱۴ھ مین صنعا مین وفات پائی،

اولاد کتب رجال مین اولاد کی کوئی تصریح نہین ملتی، لیکن ابن ندیم نے ان کے پر نواسے عبد المنعم کا ذکر کیا ہے، جنھون نے تاریخ کی ایک کتاب "کتاب المبتدا" کے نام سے تصنیف کی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ایک صاحبزادی تھین، (ص۱۳۸)

صحابیات

(۱) حضرت تمیمہ رضؓ

نام ونسب تمیمہ نام، باپ کا نام وہب، بنو قریظہ سے نسبی تعلق تھا،[1]

اسلام اسلام لانے کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی،

شادی اور طلاق کا قصہ شادی حضرت رفاعہؓ (جنکا تذکرہ اوپر آچکا ہے) سے ہوئی تھی، مگر نباہ نہ ہوسکا، اسی لیے حضرت رفاعہؓ نے طلاق دیدیا، اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن زبیرؓ سے شادی ہوئی لیکن بعض وجوہ کی بناپر عبدالرحمن بن زبیرؓ سے بھی علیحدگی اختیار کرنا چاہی مگر حلالہ کے لیے مباشرت ضروری تھی اور وہ غالباً ممکن نہ تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئین، اور عرض کی کہ علیحدگی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے، مگر اجازت نہین ملی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت تک عبدالرحمن بن زبیرؓ کے ساتھ رہین، حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت ہی مین انھون نے پھر حضرت ابوبکرؓ سے علیحدگی کی اجازت چاہی لیکن آپ نے بھی اجازت نہین دی، حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے، تو ان سے بھی اجازت چاہی، حضرت عمرؓ نے بڑی سختی سے فرمایا کہ اگر اب آؤگی تو رجم کردونگا،[2]

---

[1] آپ کے نام مین بڑا اختلاف ہے، اس کے علاوہ آپ کے حسب ذیل نام ہین، سہیمہ، رمیصا، امیمہ، غمیصا مگر زیادہ تر روایتوں مین عائشہ یا تمیمہ آیا ہے، اسدالغابہ ص ۱۰۱ ج ۲ [2] اسدالغابہ ایضاً

آپ کی زندگی کا یہی واقعہ تمام اربابِ رجال لکھتے ہین اس کے علاوہ اور حالات نہین مل سکے،

وفات | وفات کی تصریح نہین ملی لیکن اوپر کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عہد فاروقی تک زندہ رہین،

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (بقرہ - ۲۹)

پھر اگر مرد طلاق دیدے عورت کو تو پھر اس کیلیے حلال نہ رہے گی اسکے بعد یہانتک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کیساتھ نکاح کرے،

اس آیت کے اسبابِ نزول مین ایک سبب حضرت تمیمہؓ کا یہ واقعہ نکاح بھی تھا،

(۲) حضرت خالدہؓ

نام ونسب | خالدہ یا خلدہ نام، باپ کا نام حارث، حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کی چچی ہوتی تھین،

اسلام | حضرت عبد اللہ بن سلامؓ فرماتے ہین کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے کہ ایک شخص نے آپ کی آمد کا مژدہ سنایا، مین بے تابی سے اٹھا، میری چچی خالدہ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھین، میری بیتابی دیکھکر انھون نے کہا کہ موسیٰ بن عمران کا اگر ظہور ہوتا تو کیا تمھین اس سے زیادہ خوشی نہ ہوتی، حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے فرمایا، خدا کی قسم یہ تو نبوت مین موسیٰ کے ساتھی ہین، دونون کی بعثت کا مقصد ایک ہے، اس پر ان کی چچی نے تعجب سے کہا کہ کیا یہ وہی نبی تو نہین ہین جن کی بعثت کے ہم سب منتظر تھے، حضرت عبد اللہؓ بن سلام نے انھین اثبات مین جواب دیا، اور وہان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے، اور اسلام کی دولت سے بہرہ اندوز ہوئے، اور پھر گھر آکر گھر کے سارے افراد

کو جن مین حضرت خالدہؓ بھی شامل تھین، اس سے بہرہ اندوز کیا،

زندگی کے دوسرے کارنامے اور وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی،

(۳) حضرت ریحانہؓ

نام ونسب ریحانہ نام، باپ کا نام شمعون یا زید تھا[۱]، باختلافِ روایت سلسلۂ نسب یہ ہے، ریحانہ بنت شمعون بنت زید، بعض روایتون مین ریحانہ بنت زید بن عمر بن جنافہ بن شمعون ابن زید ہے، قبیلہ بنو قریظہ سے تھین[۲]،

نکاح پہلے بنو قریظہ کے ایک شخص حکم سے نکاح ہوا تھا، غزوۂ بنو قریظہ کے دن دوسرے یہودیون کے ساتھ حکم بھی قتل کر دیا گیا، اس روز جو عورتین اور بچے اسیر ہو کر آئے تھے، ان ہی مین حضرت ریحانہؓ بھی تھین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین بڑی احتیاط کے ساتھ ام المنذر بنت قیس کے گھر مین ٹھہرایا[۳]،

اسلام ان سے فرمایا تمھین اختیار ہے چاہے اسلام قبول کر لو یا اپنے مذہب (یہود[illegible])

[۱] میرے خیال مین ریحانہ بنت شمعون ہی آپ کا صحیح سلسلۂ نسب ہے، اس لیے کہ ان کے والد کا شمار صحابہ مین ہے، حافظ ابن عبد البر نے استیعاب مین آپکا سلسلۂ نسب شمعون بن زید لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حضرت ریحانہؓ کے والد تھے، اسی لیے جس سلسلہ مین شمعون کا نام کئی نامون کے بعد ہے، وہ صحیح نہین ہے [۲] بعض لوگون نے لکھا ہے کہ بنو نضیر سے تھین، لیکن یہ صحیح نہین ہے، جیسا کہ حضرت شمعونؓ کے حالات مین تفصیل آ چکی ہے، حافظ ابن عبد البر نے شمعون کے حالات مین لکھا ہے کہ وہ قرظی تھے، اور انصار، خزرج کے حلیف تھے، اسلیے ہو سکتا ہے کہ اسی طرح بنو نضیر سے بھی انکے عزیزانہ تعلقات رہے ہون۔ [۳] ابن سعد

پر قائم رہو، انھون نے اپنے قدیم دین پر رہنا پسند کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے اسلام نہ لانے کا بڑا رنج ہوا، اور دوبارہ فرمایا، اگر تم اسلام قبول کرلو تو مین تمھین اپنے پاس رکھون گا، لیکن انھون نے پھر انکار کیا، یہ مزاج اقدس پر اور زیادہ گران گزرا اور خاموشی اختیار فرمالی گئی، ایک دن آپ مجلس مین تشریف فرما تھے کہ یکایک ایک شخص کے پیر کی چاپ سنائی دی، آپ نے فرط مسرت سے تمام حاضرین سے فرمایا کہ یہ ثعلبہ بن سعید ہیں، جو ریحانہ کے اسلام کی خوشخبری لیکر آرہے ہین،[1]

دوسری روایت ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا اگر تم اللہ اور رسول (اسلام) کو اختیار کرتی ہو تو مین تمھین اپنے لیے خاص کرلون گا، اس پر حضرت ریحانہؓ نے کہا ہان مین اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہون،[2]

ہوسکتا ہے کہ ابتدا مین انھون نے اسلام قبول کرنا اپنی قدیم دینی اور قومی حمیت کے خلاف سمجھا ہو، اور بعد مین جب اس کی خوبیون سے واقف ہوگئین تو قبول کرلیا ہو،

قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین اپنی ملک مین رکھا اور بعض روایتون کے مطابق آپ نے انھین آزاد کرکے اپنے حبالۂ عقد مین لے لیا، اور وہ ازواج مطہرات مین داخل ہوئین،[3]

ابن سعد اور حافظ ابن حجر نے انھین ازواج مطہرات مین اور اکثر اہل سیر اور اہل رجال نے انھین سراری مین شمار کیا ہے، لیکن ابن اسحٰق کی ایک روایت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ

[1] ابن سعد ج ۸ ص ۹۳، ان کے اسلام کے سلسلہ مین پہلی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ ثعلبہ بن سعید کے ذکر مین تمام اہل رجال نے اس روایت کا ذکر کیا ہے،

[3] ابن سعد ایضاً

آپ نے ان سے نکاح کیا نہین تھا، بلکہ انھین یہ اختیار بخشا تھا کہ اگر وہ چاہین تو آپ ان سے نکاح فرمالین اور انھین ازواج مطہرات مین شامل کرلین، لیکن انھون نے فرمایا کہ یا رسول اللہ اگر آپ اپنی ملک ہی مین رکھین تو میرے اور آپ دونون کے لیے آسانی ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین اپنی ملک ہی مین رکھا، (اصابہ ج ۴ ص ۳۰۹)

وفات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لیجانے سے چند مہینے پہلے ہی اس دار فانی کو چھوڑ کر دار بقا مین پہنچ گئین،[۱]

تدفین | جنۃ البقیع مین سپرد خاک کی گئین،[۲]

حلیہ | خداے تعالیٰ نے حسن صورت اور حسن سیرت دونون سے نوازا تھا،[۳]

قیام گاہ | ابتدا مین ام المنذر کے مکان مین ٹھرائی گئین، اس کے بعد غالباً دار قیس بن فہد مستقل قیام گاہ رہی،[۴] اور وہین وفات پائی،

فضائل | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی، جب وہ کوئی فرمایش کرتی تھین تو آپ ضرور پوری کرتے تھے، ابن سعد مین ہے کہ ازواج مطہرات کی طرح ان کی بھی باری کا دن مقرر تھا،[۵] اور باپردہ رہتی تھین،

(۴) حضرت سفانہ رض

نام ونسب | سفانہ نام، حضرت عدی بن حاتم مشہور صحابی کی بہن تھین، اوپر آپ پڑھ چکے ہن کہ

---

[۱] بعض روایتون مین ہے کہ آپ کی وفات سے چھ مہینہ پہلے آپ کا انتقال ہوا، اور بعض روایتون مین ہے کہ آپ حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد آپ کی وفات ہوئی، (اصابہ ج ۴ ص ۳۰۹) [۲] اصابہ ایضاً [۳] ابن سعد ج ۸ ص ۹۳ [۴] اصابہ ج ۴ ص ۳۰۹ [۵] ابن سعد ج ۸ ص ۹۳

جب اسلامی لشکر قبیلہ طے مین پہونچا تو اس وقت حضرت عدیؓ قبیلہ کے سردار تھے، وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر اپنی عیسائی برادری کے پاس شام چلے گئے[۱]، لیکن اتفاق سے سفانہ چھوٹ گیئن اور وہ مسلمانون کے ہاتھ آگیئن، عام قیدیون کے ساتھ وہ مدینہ لائی گیئن، اور ایک خاص مقام پر رکھی گیئن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا، تو سفانہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے، اور ان کے علاوہ جو چھڑانے والا ہے، وہ اس وقت موجود نہین ہے، مجھ پر احسان کیجئے، خدا آپ پر احسان کرے گا، حضور نے پوچھا چھڑانے والا کون، عرض کیا عدی بن حاتم، فرمایا وہی حاتم تو نہین جس نے خدا ورسول سے فرار اختیار کر لیا، دوسرے دن پھر آپ کا گذر ہوا، اسیر خاتون نے پھر وہی درخواست کی، اور پھر وہی جواب ملا، تیسری مرتبہ انھون نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے درخواست کی، اس مرتبہ قبول ہوگئی، اور رہا کر دی گیئن، لیکن چونکہ بڑے گھر کی عورت تھین اس لیے ان کے رتبہ اور اعزاز کے پیش نظر ارشاد ہوا کہ ابھی جانے مین جلدی نہ کرو، جب تمھارے قبیلہ کا کوئی معتبر آدمی مل جائے تو مجھے خبر کرو، چند دنون کے بعد قبیلہ بلی اور قضاعہ کے کچھ لوگ ملے، سفانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ نے ان کے شایانِ شان سواری، لباس اور اخراجاتِ سفر کا انتظام کر کے بحفاظت تمام انکو روانہ کر دیا، یہان سے یہ براہ راست عدی کے پاس شام پہنچین، اور ان کو بہت ملامت کی کہ تم سے زیادہ قاطع رحم کون ہوگا، اپنے اہل وعیال کو تو لے آئے، اور مجھکو تنہا چھوڑ دیا، عدی نے ندامت اور شرمساری کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اور چند دنون کے بعد عدی نے ان سے پوچھا کہ تم ہوشیار اور عاقلہ ہو، تم نے اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا رائے قائم کی، انھون نے کہا میری یہ رائے ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۸

ان سے ملو، اگر وہ نبی ہین تو ان سے ملنے مین سبقت کرنا شرف وسعادت ہے، اور اگر بادشاہ ہے تو بھی مین ایک باعزت فرمان روا ان کا کچھ نہین بگاڑ سکتا،[۱]

اسلام	اسلام کے بارے مین صاحب اصابہ لکھتے ہین،

وکانت اسلمت واحسنت اسلامها — وہ اسلام لائین اور حسن وخوبی سے اسے نباہا،

وفات اور زندگی کے اور دوسرے حالات معلوم نہین ہوسکے۔

(۵) حضرت سیرینؓ

حضرت سیرینؓ اور حضرت ماریہ قبطیہؓ حقیقی بہنین تھین، ان کو مقوقس شاہ مصر نے بارگاہ رسالت مین ہدیۃً بھیجا تھا، حضرت ماریہؓ تو حرم نبوی مین داخل ہوئین، اور حضرت سیرینؓ حضرت حسانؓ مشہور صحابی وشاعر کے حبالۂ عقد مین آئین، جن کے بطن سے حضرت عبدالرحمان بن حسانؓ پیدا ہوئے،[۲] حضرت سیرینؓ بڑی صابرہ اور شاکرہ تھین، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ جو حضرت ماریہؓ کے بطن سے تھے انتقال ہوا تو حضرت ماریہؓ لخت جگر کی جدائی سے بے قابو ہوکر رونے لگین، حضرت سیرینؓ کو اگرچہ اپنی محبوب بہن کے بچے کے مرنے کا غم کم نہ تھا لیکن انھون نے اپنے جذبات پر قابو رکھا، اور حضرت ماریہؓ کو سمجھاتی رہین[۲]

حضرت ماریہؓ اور حضرت سیرینؓ کے متعلق اگرچہ رجال اور سیر کی عام کتابون مین اسکی تصریح نہین ملتی کہ وہ عیسائی تھین، لیکن بعض قرائن کی بنا پر انھین اہلِ کتاب صحابیات کے زمرہ مین لے لیا گیا ہے،

پہلا قرینہ یہ ہے کہ وہ قبطی تھین، اور معلوم ہے کہ مصر کے قبطی عموماً عیسائی تھے، چنانچہ زرقانی نے

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۹ [۲] ۳۷۰ [۲] ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۵

حضرت ماریہؓ کے حالات مین قبطی کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے،

نسبۃ الی القبط ای نصاری مصر (قبطی مصر کے عیسائی تھے)

دوسرا یہ کہ ان کے ساتھ ان کے ایک بھائی مابور بھی آئے تھے، ارباب سیر و رجال لکھتے ہین کہ بہنون نے تو اسلام قبول کر لیا، لیکن یہ اُس وقت اپنے قدیم دین پر قائم رہے، اور کچھ دن کے توقف کے بعد مسلمان ہوئے، ہمارا خیال ہے کہ دین سے نصرانیت ہی کی طرف اشارہ ہوگا، مابور کا ذکر پہلے آچکا ہے،

حضرت صفیہ رضؓ[1]

نام و نسب | اصلی نام زینب تھا، لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر مین خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ مین آئی تھین، اور عرب مین مال غنیمت کے ایسے حصہ کو جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا، صفیہ کہتے تھے، اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہوگئین، یہ زرقانی کی روایت ہی،

حضرت صفیہؓ کو باپ اور مان دونون کی جانب سے سیادت حاصل تھی، باپ کا نام حیی بن اخطب تھا، جو قبیلۂ بنو نضیر کا سردار تھا، اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل مین شمار ہوتا تھا، مان جس کا نام ضرہ تھا سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھی، اور یہ دونون خاندان، (قریظہ اور نضیر) بنو اسرائیل کے اُن تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، جنھون نے زمانۂ دراز سے عرب کے شمالی حصون مین سکونت اختیار کر لی تھی،

نکاح | حضرت صفیہؓ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی، سلام نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح مین آئین، جو ابو رافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا،

---

[1] ان کے حالات کسی قدر اضافہ کے ساتھ حرف بحرف سیر الصحابیات اڈیشن اول مولفہ مولانا سعید انصاری سابق رفیق دار المصنفین سے منقول ہن،

کنانہ جنگ خیبر مین مقتول ہوا، حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئین،
جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو دحیہ کلبیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی
کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتخاب کرنے کی اجازت دی، اُنھون نے حضرت
صفیہؓ کو منتخب کیا، لیکن ایک صحابی نے آپ کی خدمت مین آکر عرض کی کہ آپنے رئیسۂ بنو نضیر
و قریظہ کو دحیہ کو دیدیا، وہ تو صرف آپ کے لیے سزاوار ہے، مقصود یہ تھا کہ رئیسۂ عرب کیساتھ
عام عورتون کا سا برتاؤ مناسب نہین، چنانچہ حضرت دحیہؓ کو آپنے دوسری لونڈی عنایت
فرمائی، اور صفیہؓ کو آزاد کرکے خود نکاح کرلیا[1]، خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا مین رسم عروسی
ادا کی[2]، اور جو کچھ سامان لوگون کے پاس تھا، اس کو جمع کرکے دعوتِ ولیمہ فرمائی، وہان سے
روانہ ہوئے تو آپ نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کرلیا، اور اپنی عبا سے ان پر پردہ
کیا، مدینہ پہنچکر آپنے حضرت صفیہؓ کو حارث بن نعمان کے مکان مین اتارا، جب ازواج مطہرات
کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو حضرت عائشہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت حفصہؓ وغیرہ انصار کی
چند عورتون کے ساتھ ان کو دیکھنے آئین، حضرت عائشہؓ جب دیکھکر واپس ہوئین تو آنحضرت صلعم
نے ان سے پوچھا کیف رایتھا یا عائشۃ عائشہ تم نے ان کو کیسا پایا، حضرت عائشہؓ بولین
"یہودیہ ہے" فرمایا یہ نہ کہو، وہ تو مسلمان ہوگئی ہین اور ان کا اسلام بہتر ہے[3]

عام حالات حضرت صفیہؓ کے مشہور واقعات مین حج کا سفر ہے، جو انھون نے سنہ ۱۰ھ مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا،

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ مین، جو ۳۵ھ مین ہوا تھا حضرت صفیہؓ نے ان کی بیحد
مدد کی تھی، جب حضرت عثمانؓ پر ضروریات زندگی مسدود کردی گئین، اور اون کے مکان پر

[1] صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما یذکر فی الفخذ [2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۴۶ [3] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۶ [4] ابن سعد ج ۸ ص ۹۰

پہرہ بٹھا دیا گیا، تو وہ خود خچر پر سوار ہو کر ان کے مکان کی طرف چلین، غلام ساتھ تھا، اشتر کی نظر پڑی تو انھون نے آکر خچر کو مارنا شروع کیا، حضرت صفیہؓ نے کہا مجھکو ذلیل ہونے کی ضرورت نہین مین واپس جاتی ہون، تم خچر کو چھوڑ دو، گھر واپس آئین تو حضرت امام حسن علیہ السلام کو اس خدمت پر مامور کیا، وہ ان کے مکان سے حضرت عثمانؓ کے پاس کھانا اور پانی لیجاتے تھے،[1]

وفات حضرت صفیہؓ نے رمضان ۵۰ھ مین وفات پائی، اور جنۃ البقیع مین دفن ہوئین، اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی، ایک لاکھ ترکہ چھوڑا، اور ایک ثلث کی اپنے ایک یہودی بھانجے کے لیے وصیت کر گئین،[2]

حلیہ کوتاہ قامت اور حسین تھین،[3]

فضل وکمال حضرت صفیہؓ سے چند حدیثین مروی ہین، جن کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب، صہیرہ بنت جیفر وغیرہ نے روایت کیا ہے،

دیگر ازواج کی طرح حضرت صفیہؓ بھی اپنے زمانہ مین علم کا مرکز تھین، چنانچہ جب صہیرہ بنت جیفر حج کر کے حضرت صفیہؓ کے پاس مدینہ آئین تو کوفہ کی بہت سی عورتین مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بیٹھی ہوئی تھین، صہیرہ کا بھی یہی مقصد تھا، اس لیے انھون نے کوفہ کی عورتون سے سوال کرائے، ایک فتویٰ نبیذ کے متعلق تھا، حضرت صفیہؓ نے سنا تو بولین، اہل عراق اس مسئلہ کو اکثر پوچھتے ہین،[4]

اخلاق حضرت صفیہؓ مین بہت سے محاسنِ اخلاق جمع تھے، اسد الغابہ مین ہے،[5]

---

[1] اصابہ ص ۲۱۱ ج ۸ بحوالہ ابن سعد [2] زرقانی ص ۲۹۶ ج ۳ [3] صحیح مسلم ص ۵۴۸ ج ۱ [4] مسند ص ۳۳۷ ج ۶

[5] اسد الغابہ ص ۴۹۰ ج ۵

كانت عاقلة من عقلاء النساء — وہ نہایت عاقلہ تھین

زرقانی مین ہے[5]

كانت صفية عاقلة حليمة فاضلة — یعنی صفیہ عاقل، فاضل اور حلیم تھین،

حلم وتحمل ان کے بابِ فضائل کا نہایت جلی عنوان ہے، غزوۂ خیبر مین جب وہ اپنی بہن کیساتھ گرفتار ہوکر آرہی تھین تو ان کی بہن یہودیون کی لاشون کو دیکھکر چیخ اٹھی تھی، حضرت صفیہؓ اپنے محبوب شوہر کی لاش سے قریب ہوکر گذرین، لیکن اب بھی اُسی طرح پیکرِ متانت تھین، اور انکی جبینِ تحمل پر کسی قسم کی شکن نہین آئی،

ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے ان کو یہودیہ کہا۔ ان کو معلوم ہوا تو رونے لگین،

حضرت صفیہؓ کے پاس ایک کنیز تھی، جو حضرت عمرؓ کے پاس جاکر ان کی شکایت کیا کرتی تھی، چنانچہ ایک دن کہا کہ ان مین یہودیت کا اثر آج تک باقی ہے، وہ یوم السبت کو اچھا سمجھتی ہین، اور یہودیون کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہین، حضرت عمرؓ نے تصدیق کے لیے ایک شخص کو بھیجا، حضرت صفیہؓ نے جواب دیا کہ یوم السبت کو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہین، اس کے بدلے خدا نے ہم کو جمعہ کا دن عنایت فرمایا ہے، البتہ مین یہود کے ساتھ صلۂ رحمی کرتی ہون، [3] میرے خویش اور اقارب ہین، اس کے بعد لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے میری شکایت کی تھی؟ بولی "ہان مجھکو شیطان نے بہکا دیا تھا" حضرت صفیہؓ خاموش ہوگئین اور اس کو آزاد کردیا[4]

حضرت صفیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب آپ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولین کاش! آپ کی بیماری مجھکو ہو جاتی" ازواج نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ سچ کہہ رہی ہین" (یعنی اسمین تصنع کا شائبہ نہین ہے)

---

[1] زرقانی ص ۲۹۶ ج ۳ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ [3] زرقانی ص ۲۹۶ ج ۳ بحوالہ ابن سعد) [5] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی بات پر کبیدہ خاطر ہو گئے، یہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئین اور ان سے کہا کہ مین آپ کو آج کی اپنی باری، جو میرے نزدیک سب سے محبوب چیز ہے، دیتی ہون، آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر دین، حضرت عائشہؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمھاری باری کا دن نہین ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا "یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے"، اس کے بعد واقعہ بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر حضرت صفیہؓ سے راضی ہو گئے،[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبت تھی، اور ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرماتے تھے، ایک بار آپ سفر مین تھے، ازواج مطہراتؓ بھی ساتھ تھین، حضرت صفیہؓ کا اونٹ سوء اتفاق سے بیمار ہو گیا، حضرت زینبؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے، آپ نے ان سے کہا کہ ایک اونٹ صفیہؓ کو دیدو، انھون نے کہا مین اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دون؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینے تک ان کے پاس نہ گئے،[۲] ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے ان کے قد و قامت کی نسبت چند جملے کہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ ایسی بات کہی کہ اگر سمندر مین چھوڑ دیجائے تو اسمین ملجائے،[۳] (یعنی سمندر کو بھی گدلا کر سکتی ہے)

ایک بار آپ حضرت صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ رو رہی ہین، آپ نے رونے کا سبب پوچھا، انھون نے کہا کہ "عائشہؓ اور زینبؓ کہتی ہین کہ "ہم تمام ازواج مین افضل ہین، ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچا زاد بہن بھی ہین"، آپ نے فرمایا "تم نے یہ کیون نہ کہدیا کہ "ہارونؑ میرے باپ، موسیٰؑ میرے چچا، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے شوہر ہین، اسلیے تم لوگ کیونکر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو"؟[۴]

---

[۱] مسند ج ۶ ص ۵۱۴۵ [۲] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ بحوالہ ابن سعد [۳] ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۳ [۴] صحیح ترمذی ص ۶۳۹

سفرِ حج مین حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا تھا، اور وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے تو دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہین، آپ نے ردا، اور دستِ مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ آنسو پونچھتے جاتے تھے، اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھین،[۱] آخر کار آپ نے تمام قافلہ کو رک جانے کا حکم دیا،[۲]

حضرت صفیہؓ سیر چشم اور فیاض واقع ہوئی تھین، چنانچہ جب وہ ام المؤمنین بنکر مدینہ مین آئین تو حضرت فاطمہؓ اور ازواج مطہرات کو اپنی سونے کی بجلیان تقسیم کین،[۳]

کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفہ بھیجا کرتی تھین، حضرت عائشہؓ کے گھر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انھون نے پیالہ مین جو کھانا بھیجا تھا اس کا ذکر بخاری اور نسائی وغیرہ مین آیا ہے،

حضرت ماریہ قبطیہؓ

نام و نسب ماریہ نام، ام ابراہیم کنیت، قبطیہ انکی قومی نسبت تھی،[۴] مصر کے ایک ضلع انصا یا انصن کا ایک گاؤن حفن انکا آبائی وطن تھا،

خدمت نبوی مین آمد بسنہ ۶ھ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے لیے شاہانِ وقت کو جو خطوط لکھے تھے، ان مین ایک خط مقوقس عزیز مصر کے نام بھی تھا، جس کو حضرت حاطب ابن بلتعہ لیکر مصر گئے تھے، مقوقس نے اسلام قبول نہین کیا، لیکن حضورؐ کے پیام و پیامبر کی بڑی پذیرائی کی، اور قیمتی ساز و سامان کے علاوہ دو لڑکیان جن کے ساتھ ان کے بھائی مابورؔ بھی تھے خدمت نبوی مین تحفۃً بھیجین،[۵] ان لڑکیون مین ایک تو سیرین تھین جن کا ابھی ذکر آچکا ہے، دوسری

[۱] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ [۲] مسند ج ۶ ص ۳۳۶ [۳] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ [۴] حضرت ماریہؓ کو ہم نے گیا گو قبطی کی نسبت ہی اگرچہ انکی عیسائیت کی دلیل کے لیے کافی ہی، لیکن مین نے اسی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ صاحب زرقانی کی تصریح اور بعض دوسرے قرائن کی بناپر انکو اس فہرست مین داخل کیا ہی، سیرین کے حالات مین اسکی تصریح آچکی ہی [۵] اصابہ ج ۴ ص ۴

یہی حضرت ماریہ قبطیہ تھین،

اسلام حضرت ماریہؓ مصر سے حضرت حاطبؓ کے ساتھ آئی تھین، اس لیے وہ ان سے بہت زیادہ مانوس ہوگئی تھین، حضرت حاطبؓ نے اس انس سے فائدہ اٹھاکر ان کے سامنے اسلام پیش کیا، حضرت ماریہؓ اور ان کی بہن حضرت سیرینؓ نے تو اسلام قبول کرلیا، لیکن ان کے بھائی ابور اپنے قدیم دین عیسائیت پر قائم رہے،

قیام گاہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ ماریہ کو پہلے ہمارے پڑوس مین حارثہ بن نعمانؓ کے مکان مین ٹھہرایا گیا، اور ہم لوگ برابر ماریہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت ان کے پاس زیادہ ہونے لگی تو ہم لوگون نے ان کے پاس آنا جانا کم کردیا (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون مین فرق نہ آئے) وہ تنہائی کی وجہ سے گھبرانے لگین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین مقام العالیہ مین جو اس وقت مشربۂ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے، منتقل کردیا[۱]،

سنہ ۹ھ مین ایلا کا واقعہ پیش آیا جس سے حضرت ماریہؓ کا خاص تعلق ہے، اسکی تفصیل آخر مین آئے گی،

عہد صدیقی و فاروقی حضرت ماریہؓ گو ازواج مطہرات مین نہین تھین، لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ازواج مطہرات ہی کے ایسا سلوک کرتے تھے، آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی ان کے اعزاز و احترام کو باقی رکھا اور ہمیشہ ان کے نان نفقہ کا خیال کرتے رہے، حضرت صدیقؓ کے بعد حضرت فاروقؓ نے بھی انکے ساتھ یہی سلوک مرعی رکھا،

وفات حضرت عمرؓ ہی کے زمانۂ خلافت مین محرم سنہ ۱۶ھ مین داعی اجل کو لبیک کہا[۲]،

---

[۱] فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۲، [۲] ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۶، بعض روایتون مین ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے ۵ برس بعد انکی وفات ہوئی، اس حساب سے انکی وفات سنہ ۱۵ھ میں ہوئی، لیکن دونون روایتون مین کوئی تضاد نہین ہے، اسلیے کہ سنہ ۱۶ھ کے پہلے مہینہ محرم مین انکی وفات ہوئی ہے اسلیے ۵ برس کی تعیین غلط نہین ہے،

تدفین حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی اطلاع ہوئی تو انھون نے خود تمام اہل مدینہ کو جمع کیا، اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی، مدینہ کے عام قبرستان بقیع مین سپرد خاک کی گئین[۱]

اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی اولادین ہوئین وہ سب حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئین ان کے بعد صرف حضرت ماریہؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور ۱۷ - ۱۸ ماہ زندہ رہ کر داغ مفارقت دے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کا بیحد غم ہوا تھا،

حلیہ قدرت نے حسن باطن کے ساتھ ساتھ حسن ظاہر سے بھی نوازا تھا، بال نہایت گھنے اور خوبصورت تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ مجھے جتنا رشک ان پر آتا تھا کسی دوسرے پر نہین،[۲]

رقت قلب نہایت رقیق القلب تھین، حضرت ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو رقتِ قلب کیوجہ سے ان کو اپنے اوپر قابو نہین رہا، اور بے اختیار ہو کر رونے لگین[۳]

فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ماریہؓ سے بیحد محبت تھی، اور اس وجہ سے ان کے پاس آپ کی آمد و رفت بہت زیادہ رہتی تھی، گو وہ کنیز تھین،[۴] لیکن ازواج کیطرح انکو بھی آپنے پردہ مین رہنے کا حکم دیا تھا،[۵] ان کے فضل کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کافی ہے کہ

استوصوا بالقبط فان لهم ذمة	قبطیوں کے (مصر کے عیسائی) ساتھ حسن سلوک کرو،
ورحما و رحمهم ان ام اسمٰعيل بن	اسلیے کہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے،
ابراهيم وام ابراهيم بن النبي	ان سے نسب کا تعلق تو یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ
منهم (ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۴)	(حضرت ہاجرہ) اور میرے لڑکے ابراہیمؑ دونون کی ماں
	اسی قوم سے ہین، اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہو چکا ہے)

۱؎ اصابہ ۲؎ ابن سعد ج ۸ ص [illegible] ۳؎ [illegible] ص ۵۵ ۴؎ جاریات یعنی کنیزون کیلیے پردہ کی ضرورت نہین ۵؎ اصابہ و ابن سعد

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے

وکانت ماریۃ ھذہ من الصالحات اور ماریہ نہایت صالح، پاکیزہ اور

الخیرات الحسان (البدایۃ ج ۴) نیک سیرت تھین،

ایلاء

۹ھ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خانگی اور ازدواجی معاملات کی بنا پر ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، اسی واقعہ کو ایلا کہتے ہین، جن اسباب کی بنا پر آپ نے علیحدگی کا فیصلہ کیا تھا، اس کے بارے مین مفسرین و محدثین مین باہم اختلاف ہے، اور انھون نے ایکدوسرے سے بہت متضاد اور متخالف باتین کہی ہین،

ان اسباب مین ایک سبب حضرت ماریہ کے واقعہ کو بھی جس کا ذکر آگے آتا ہے قرار دیا گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایلا کے واقعہ سے حضرت ماریہ کے واقعہ کو کوئی تعلق نہین ہے، بلکہ وہ صرف حضرت ماریہ اور حضرت حفصہ کا معاملہ تھا، راویون نے دونون واقعے خلط ملط ہو گئے ہین، جس کی وجہ سے واقعات کی اصل نوعیت سامنے نہین آنے پاتی، اب ہم اسکی تفصیل کرتے ہین، واقعہ کی اصل حقیقت واضح بات یہ تھی کہ ازواج مطہرات مین سے ہر ایک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ تعلق اور محبت تھی، اس وجہ سے ہر ایک آپ کی صحبت کو باعث سعادت سمجھتی تھین، ان مین سے جن کو بھی تقرب و اختصاص کا موقع ملتا تھا، اس مین کسی کی شرکت کا شائبہ بھی ان کو بہت گران گذرتا تھا، اور پھر باقتضاے بشریت آپس مین کچھ جذبۂ رشک و مسابقت بھی موجود تھا، اس وجہ سے کبھی کبھی آپس مین شکر رنجی بھی ہو جایا کرتی تھی، اور اس مصیبت مین ایک مرتبہ حضرت ماریہ بھی مبتلا ہو گئین جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حفصہ کی باری کا دن تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول ان کے پاس تشریف لے گئے، تو حضرت حفصہ موجود نہین تھین، اس اثنا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماریہ سے جو حضرت حفصہ کے گردوپیش ہی مین رہتی تھین، باتین کرنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد

حضرت حفصہؓ واپس آئیں تو آپ نے اپنے گھر میں حضرت ماریہؓ سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا، باقتضائے بشریت ان کو بڑا رنج ہوا، اور حضورؐ سے فرمایا کہ اپنی تمام بیویوں میں آپ صرف میرے ہی ساتھ ایسا کرتے ہیں[۱]، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ سے کنارہ کشی کا عزم کر لیا، بعض روایتوں میں یہ آتا ہے کہ حضرت حفصہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غصہ میں بات کی، اس پر آپ نے حضرت ماریہؓ سے علیحدگی کی قسم کھالی جس پر سورۂ تحریم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں،

لیکن صحیح یہ ہے کہ سورۂ تحریم کی یہ ابتدائی آیتیں آپ کی شہد نوشی اور اس کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی وجہ سے نازل ہوئیں لیکن جیسا کہ بخاری وغیرہ میں تصریح موجود ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ ایلا کا واقعہ بھی اسی زمانہ میں پیش آیا ہو جس زمانہ میں آپ نے حضرت ماریہؓ سے کنارہ کشی کر لی تھی، اور دونوں واقعے نزول آیات کا سبب بنے ہوں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تمام روایتوں کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے،

ان تکون الآیۃ نزلت فی السببین[۲]	ہو سکتا ہے کہ آیت کے نزول کا سبب دونوں واقعے ہوں،

بہرحال حضرت ماریہؓ سے علیحدگی اور ایلا کے واقعہ میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہے،

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں حضرت ماریہؓ کے واقعہ کے سلسلہ میں جتنی روایتیں ہیں ان سب پر جرح کی ہے، اور لکھا ہے کہ یہ واقعہ سرے سے صحیح ہی نہیں ہے، لیکن جہاں تک میری تحقیق کا تعلق ہے اس کے لحاظ سے یہ تو صحیح ہے کہ آیت کے نزول کا سبب حضرت ماریہؓ کا واقعہ نہیں ہے لیکن نفس واقعہ کے عدم وقوع و عدم صحت کا ثبوت نہیں ملتا، انھوں نے اس سلسلہ میں دو تین باتیں کہی ہیں، ایک تو یہ کہ یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے، دوسرے

[۲] فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۳

یہ کہ امام نووی نے اس کی صحت پر کلام کیا ہے، تیسری یہ کہ یورپ کے اکثر مورخون نے اسی قسم کی روایتون کی بناپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر حرف گیریان کی ہین،

(۱) صحاح کی پانچ کتابون مین تو یہ روایت یقیناً نہین ہے، لیکن نسائی باب الغیرۃ مین حضرت انسؓ سے یہ روایت موجود ہے، اگرچہ اس مین بھی حضرت ماریہؓ کا نام نہین ہے لیکن روایت کے سیاق وسباق اور دوسرے قرائن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ماریہؓ ہی کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، اس روایت مین چار[۱] راوی ہین، اور ان مین سے کسی کی بھی ثقاہت اور عدالت پر کلام نہین کیا گیا ہے،

بالکل یہی روایت حاکم نے بھی اپنی مستدرک مین نقل کی ہے، اس روایت کے اوپر کے دو راوی حضرت انسؓ اور ثابت البنانی ہین، لیکن اس کے بعد کے چار راوی دوسرے ہین حاکم نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم (ص ۴۹۳ ج ۲)	یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے،

حافظ ذہبی نے مستدرک کی تلخیص مین اس روایت پر کوئی جرح نہین کی ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ روایت مین کوئی سقم نہین ہے،

نسائی اور مستدرک مین ماریہ کے حضرت حفصہؓ کے گھر مین موجود ہونے کا کوئی ذکر نہین ہے، اس کے علاوہ طبرانی اور بزار نے بھی اس روایت کی تخریج کی ہے، بزار کی روایت کے متعلق حافظ نورالدین ہیثمی نے مجمع الزوائد مین لکھا ہے کہ

[۱] ابراہیم اور ان کے والد یونس، حماد بن سلمہ، ثابت بن اسلم البنانی، تہذیب مین ان سب کا تذکرہ موجود ہے ائمہ رجال نے ان مین سے کسی کو مجروح یا غیر ثقہ قرار نہین دیا ہے،

رجال البزار رجال الصحیح | بزار کے تمام رواۃ صحیح حدیث کے رواۃ ہیں،
غیر بشر بن آدم الاصغر وھو ثقۃ | بجز بشر بن آدم کے، لیکن ان کے ثقہ ہونے
(ج ۷، ص ۱۲۶) | میں کوئی کلام نہیں ہے،

حافظ ابن حجر نے اس روایت کے بعض اور طرق ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ھذہ الطرق یقوی بعضها بعضاً، یہ روایت بہت سے طریقوں سے مروی ہے، اور ان میں ایک روایت دوسری روایت کو قوی کرتی ہے، (یعنی غیر صحیح نہیں ہے)

امام نووی نے یقیناً لکھا ہے،

ولم تات قصۃ ماریۃ من طریق صحیح | ماریہ کا قصہ صحیح طریق سے ثابت نہیں ہے،

لیکن اس کے ساتھ حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر، ابوبکر ہیثمی، امام ذہبی اس کی صحت کے قائل ہیں، حدیث کے بارے میں امام نووی کی رائے یقیناً بہت وقیع ہے، لیکن ان کے مقابلہ میں دوسرے بزرگوں کی رائے کو بھی آسانی سے رد نہیں کیا جا سکتا،

حافظ ابن کثیر نے آیت کے سبب نزول کے بارے میں تو یہ ضرور لکھا ہے کہ

ان ذلک فی تحریم العسل | آیت کے نزول کا سبب آپ کا شہد کو حرام کر لینا تھا،

لیکن حضرت ماریہؓ کے نفس واقعہ سے انھوں نے انکار نہیں کیا ہے،

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ایلاء کا مشہور واقعہ جس میں آپ نے ازواج مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور حضرت ماریہؓ کا واقعہ دونوں الگ الگ ہیں، حضرت ماریہؓ کے قصہ کا تعلق حضرت حفصہؓ یا بعض روایتوں کے مطابق حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں سے تھا،

(۲) سورہ تحریم کی ابتدائی آیتون کے نزول کا اصلی سبب آپ کی شہد نوشی اور اس کی تحریم ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ اسی زمانہ مین حضرت ماریہؓ کا واقعہ بھی پیش آیا ہو، اور بعضون نے اس کو ان آیات کا سبب نزول سمجھ لیا ہو،

(۳) حضرت ماریہؓ سے آپ کی کنارہ کشی کا واقعہ صحیح روایتون سے ثابت ہے، یہ ضرور ہے کہ صحیح روایات مین لغو واقعات کا شمول نہین ہے، چنانچہ نسائی اور مستدرک کی روایات اس سے خالی ہین،

(۴) اگر امام نووی نے اس روایت کی صحت پر کلام کیا ہے تو دوسرے ائمہ حدیث نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے،

(۵) اس قسم کی روایات پر یورپین مورخین کو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف گیری کا موقع ملتا ہے تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی و نزاہت اخلاق پر جسکا سارا زمانہ گواہ ہے، کہان حرف آسکتا ہے، قرآن کی صحت پر کس کو کلام ہے، لیکن کیا وہ ان کی خردہ گیری کی زد سے بچ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی تعریف آپکے زمانہ کے دشمنون نے کی ہے، لیکن یورپ کو آپ مین (نعوذ باللہ) کوئی نیکی نظر ہی نہین آتی، آپکے معیار اخلاق پر حرف گیری کیلیے تو اس قسم کی روایات تو الگ رہین، جنکا بیشتر حصہ موضوع، جعلی، ناقابل اعتبار ہے، خود تعدد ازدواج اور کنیزون سے انتفاع جنسی جیسے مسلم و محقق مسائل تک کو لے لیا گیا ہے،

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است' ان کے مقابلہ مین سکوت ہی اولیٰ تر ہے،

بہر حال کسی روایت کو اس نقطۂ نظر سے نہین دیکھنا چاہیے کہ اس سے غیرون کو اعتراض کا موقع ملتا ہے، پھر اگر اس واقعہ کو معاشرتی اور ازدواجی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے اور یہ پیش نظر رکھا جائے کہ آپ کی صحبت مین متعدد ازواج کیساتھ جاریات بھی تھین، تو اس مین کوئی قابل اعتراض

بات نظر نہین آئی، صورت واقعہ کو ایک بار پھر اپنے سامنے لائے تو اس کی صحیح نوعیت سامنے آجائے گی،

(۶) جس دن یہ واقعہ پیش آیا، اس دن حضرت حفصہؓ کی باری کا دن تھا، لیکن اس روز وہ گھر مین موجود نہین تھین، بعض روایتون مین ہے کہ وہ اپنے والد حضرت عمرؓ سے ملنے گئی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول ان کے یہان تشریف لے گئے، تو مکان خالی پایا، حضرت ماریہؓ جیسا کہ اوپر حضرت عائشہؓ کا بیان گذر چکا ہے، حضرت حفصہؓ کے پڑوس ہی مین رہتی تھین، قیاس ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر یا اسی طرح کسی ضرورت سے حضرت حفصہؓ کے مکان پر آئی ہون گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے گفتگو فرمانے لگے ہونگے، اس اثنا مین حضرت حفصہؓ آگئین، انھون نے آنحضرتؐ کو حضرت ماریہؓ کے ساتھ تنہا دیکھکر بتقاضاے صنف لطیف ناراضگی کا اظہار کیا، اور آنحضرت صلعم نے انکی خاطر کچھ دنون کیلیے حضرت ماریہؓ سے کنارہ کشی اختیار کرلی، تو اسمین کونسی بات عقلی یا اخلاقی معیار سے گری ہوئی ہے، یا اس مین ازدواجی نقطۂ نظر سے کونسا استبعاد نظر آتا ہے،

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ

امام بخاریؒ نے ادب المفرد مین ایک باب "عرض الاسلام علی ام النصرانیۃ" باندھا ہے جسکے تحت حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے، پورا واقعہ یہ ہے، ابو کثیر بیان کرتے ہین،

سمعت ابا ھریرۃ یقول ما سمع	مین نے ابو ہریرہ سے یہ واقعہ سنا وہ فرماتے تھے کہ
بی احد یھودی ولا نصرانی الا	جس یہودی یا نصرانی نے یہ بات سنی کہ مین اپنی والدہ کو
احبنی ان امی کنت ارید ھا	حلقۂ اسلام مین لے آنا چاہتا ہون مگر وہ انکار کرتی ہین

علی الاسلام فتابی (اور مین برابر ان کی خدمت کرتا رہتا ہون اور کچھ نہین کہتا)

تو اس نے میرے اس طرز عمل کو پسند کیا،

صحیح مسلم اور مسند مین بھی ان کے اسلام کا ذکر موجود ہے، مگر اس مین ان کے نصرانی ہونے اور اس واقعہ کے ابتدائی ٹکڑے کا کوئی ذکر نہین ہے، ارباب رجال نے بھی ام ابی ہریرہؓ کے عنوان سے حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ان مین سے کسی نے بھی ان کے نصرانی ہونے کی طرف اشارہ نہین کیا ہے، مگر امام بخاری نے ان کے نصرانی ہونے کی تصریح کر دی ہے، اس لیے ان کا ذکر اس کتاب مین کیا گیا ہے،

حضرت ابوہریرہؓ کا نسبی تعلق قبیلۂ دوس سے تھا، جو یمن کا ایک ممتاز قبیلہ تھا، اور معلوم ہے کہ یمن کے متعدد ممتاز قبائل نے نصرانیت قبول کر لی تھی اسلیے ممکن ہے کہ دوس مین بھی کچھ لوگون نے نصرانیت اختیار کر لی ہو جن مین یہ خاتون بھی شامل ہون، جیسا کہ اس واقعہ کے ابتدائی ٹکڑے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس پڑوس مین کچھ یہودی و نصرانی آباد تھے، واللہ اعلم بالصواب

تابعات

تماضر

نام ونسب — تماضر نام تھا، حضرت اصبغ[1] تابعی کی جو دومۃ الجندل کے حکمران اور مذہباً عیسائی تھے، صاحبزادی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو تماضر کے قبیلہ مین تبلیغ اسلام کیلیے بھیجا تھا، اس قبیلہ مین سب سے پہلے تماضر کے والد اصبغ مشرف بہ اسلام ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے انھون نے

[1] ان کا تذکرہ اوپر آچکا ہے،

حضرت عبدالرحمنؓ سے تماضر کا نکاح کر دیا حضرت عبدالرحمنؓ کچھ دن دومۃ الجندل ہی مین رہے پھر وہان سے اپنی بیوی تماضر کے ساتھ مدینہ چلے آئے،

تماضر انکے عقد نکاح مین آخر وقت تک رہین لیکن مرض الموت مین میان بیوی مین کچھ شکر رنجی ہوگئی جسکی وجہ سے حضرت عبدالرحمنؓ نے انھین اپنے حبالۂ عقد سے آزاد کر دیا، انکی وفات کے بعد انھون نے حضرت زبیرؓ سے شادی کر لی، لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد ان سے بھی جدائی ہوگئی،

عہد صدیقی اور عہد فاروقی مین تو کہین انکا تذکرہ نہین ملتا لیکن حضرت عثمانؓ کے دور خلافت مین اس حیثیت سے انکا تذکرہ ملتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے انھین حضرت عبدالرحمنؓ کے ترکہ سے حصہ دیا تھا،

وفات کی تصریح نہین ملتی لیکن یہ معلوم ہے کہ حضرت معاویہؓ کے عہد تک زندہ رہین،

اولاد | حضرت عبدالرحمنؓ کے صلب سے ان کے ایک صاحبزادے ابو سلمہ تھے،

ام محمد القرظی

اہل رجال نے صحابیات یا تابعات کے ذکر مین انکا نام نہین لیا ہے لیکن اصابہ اور صفوۃ الصفوۃ کی بعض روایتون سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ صحابیات مین ہونگی لیکن انکا صحابیات مین ہونا مشتبہ تھا، اس لیے ان کا تذکرہ آخر مین کیا جاتا ہے،

حضرت کعبؓ کے حالات زندگی اور نیز ایک ضعیف روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ یہود کے قبیلہ نضیر سے تھین، وہ روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دو کاہنون مین سے ایک بڑا عالم پیدا ہوگا، تو بڑے عالم سے مراد محمد بن کعب ہین اور دو کاہنون سے مراد بنو قریظہ اور بنو نضیر ہین، محمد بن کعب کے والد تو بنو قریظہ سے تھے، اور انکی والدہ ام محمد بنو نضیر سے، بہر حال اس روایت کی بنا پر انکا نام اس فہرست مین داخل کر لیا گیا ہے زندگی کے اور حالات معلوم نہین ہو سکے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

ضمیمہ

مقدمہ سے متعلق بعض چیزون کے تلاش وتفحص کے سلسلہ مین، کتابون مین چند اور اہل کتاب بزرگون کے نامون پر نظر پڑی، جو عہد نبوی مین اسلام لاچکے تھے، مگر چونکہ اس وقت تک کتاب چھپ چکی تھی، اس لیے ان کا تذکرہ بطور ضمیمہ آخر مین شامل کتاب کیا جاتا ہے،

فروہ بن عمرو حاکم معان

فروہ معان اور اس کے قرب وجوار کے علاقہ مین قیصر روم کے عامل تھے، ان کے پاس براہ راست اگرچہ اسلام کی دعوت نہین بھیجی گئی، مگر ان کو جب کسی ذریعہ سے بعثت نبوی اور دعوتِ حق کا علم ہوا تو بغیر کسی پس وپیش کے اس کو لبیک کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، اس کے بعد اپنے خاص قاصد مسعود بن سعید کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں اپنے اسلام کی اطلاع دی، اور متعدد سواریان، عمدہ چادرین اور قیمتی قبائیں خدمت اقدس مین تحفۃً بھیجین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول کیا اور قاصد کو اپنی طرف سے کچھ تحائف دیکر رخصت فرمایا،

فروہ کے اسلام لانے کا معان اور اس کے ملحقہ علاقون مین جہان کے وہ حاکم تھے کیا ردعمل ہوا، اس کا ذکر کتابون مین نہین ملتا، مگر ظاہر ہے کہ ایک حاکم کی حیثیت سے ان کے اسلام کا کافی چرچا ہوا ہوگا، بہت سے خواص اور عوام نے ان کے اثر سے اسے قبول کیا ہوگا، اور کتنون کے عقائد وایمانیات مین تزلزل آگیا ہوگا جس کو قیصر روم برداشت نہین کرسکتا تھا، چنانچہ جونہی اس کو ان چیزون کی اطلاع ہوئی، اس نے فروہ کو دھوکے سے دربار مین طلب کیا، پہنچتے ہی ان کو حبس دوام کی سزا کا جابرانہ حکم سنادیا گیا،

جسے انھون نے نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا، اور اسی قید کی حالت مین جان جان آفرین کے سپرد کر دی، قیصر کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی تو اس نے لاش شارع عام پر لٹکوا دی،[1] اس کی تصریح نہین ملتی کہ وہ نصرانی تھے، مگر وہ قبیلہ جذام سے تعلق رکھتے تھے، جو معان کے قریب آباد تھا، اور اس کے متعلق اوپر آچکا ہے کہ وہ نصرانی ہو گیا تھا، اس بنا پر وہ بھی نصرانی رہے ہون گے، دوسرے معان چونکہ بری و بحری دونون حیثیتون سے بڑا اہم مقام تھا اسلیے قیصر کا ایسی جگہ پر کسی غیر نصرانی کو عامل مقرر کرنا کسی طرح قرین قیاس نہین ہو سکتا،

ذوالکلاع اور ذوعمرو یہ دونون بزرگ حمیری خاندان کے ممتاز لوگون مین سے تھے، جن کے ہاتھ مین حکومت تو نہین تھی، مگر اس کا اثر ان مین باقی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی کو اسلام کا پیغام دیکر، ان کے پاس بھیجا، ایک دن حضرت جریرؓ ان کو احادیث نبوی سنا رہے تھے کہ ذوعمرو نے کہا تم جن کی حدیثین سنا رہے ہو انکا تو انتقال ہو گیا، جریر یہ اندوہ ناک خبر سنتے ہی وہان سے روانہ ہو گئے، راستہ مین کچھ سوار ملے جن سے اس کی تصدیق ہو گئی، حضرت جریرؓ وہین سے پھر واپس لوٹ آئے، اور ان دونون آدمیون نے انکے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ذوالکلاع کے متعلق ذکر ہے کہ وہ ایک بار حضرت فاروقؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور آپ نے ان کو شام کی مہم پر بھیجدیا،

محمد بن حبیب نے ذوعمرو کے متعلق لکھا ہے کہ یہودی تھے، لیکن ذوالکلاع کے مذہب و عقیدہ کے متعلق کوئی تصریح نہین کی ہے، مگر حمیری خاندان سے ان کا تعلق ان کی یہودیت

[1] ہم نے ابن سعد کے بیان کو ترجیح دی ہے، زرقانی وغیرہ مین ہے کہ ان کو سولی دیکر تہبید کر دیا گیا، ابن سعد ج ۱، ق ۲ ص ۳۱، زرقانی ج ۳ ص ۵۲،

کے ثبوت کے لیے کافی ہے،

غسان | عہدِ نبوی مین غسانیون کے کسی فرد کے اسلام قبول کرنے کا تذکرہ عام طور سے کتابون مین نہین ملتا، مگر زرقانی اور ابن سعد نے نام کی تصریح کیے بغیر لکھا ہے کہ تین نیک فطرت غسانی (غالباً سنہ ۱۰ھ مین) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین آئے اور یہ کہکر کہ آپ جو تعلیم لائے ہین وہ حق ہے، مشرف باسلام ہو گئے، جب واپس جانے لگے تو حضورِ نبوی مین عرض کیا کہ جس دین کو ہم نے قبول کیا ہے، اس کو ہم اپنی قوم کے پاس لیے جا رہے ہین، معلوم نہین وہ قبول کرے گی یا نہین، پھر انھون نے اپنی قوم کی ذہنی اور اخلاقی حالت کا ان لفظون مین نقشہ کھینچا:

وھم یحبون بقاء ملکھم و قرب قیصر — انکا حال یہ ہو کہ اپنے ملک کی بقا اور قیصر کے تقرب کو ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت فرمایا، وطن پہنچے تو اپنی قوم کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، مگر اس کے دل و دماغ پر مادیت کے اتنے توبہ تو پردے پڑے تھے کہ نورِ حق سے وہ اپنے دل و دماغ کو روشن نہ کر سکی، اور اسلام کی رحمت عام سے محروم رہ گئی،

غسانیون نے ان داعیانِ حق کے ساتھ اگر کچھ برا سلوک بھی کیا ہو تو کوئی تعجب نہین ہے، اس لیے کہ وہ رومیون کے زیر اثر تھے، اور رومی اپنے مقبوضات مین اسلام قبول کرنے والون کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے تھے، فروہ بن عمرو کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، ان ہی بدسلوکیون اور مظالم کے ڈر سے ان حضرات نے اپنے اسلام کو چھپانا مناسب سمجھا، اور دعوت ترک دی، ان مین سے دو بزرگ اسی غربت و اجنبیت کی حالت مین جان بحق ہو گئے، اور ایک صاحب

عہد فاروقی تک زندہ رہے، اور جنگ یرموک کے دن حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار لشکر اسلام کی خدمت مین آئے، اور اپنے اسلام کی آپ کو اطلاع دی، حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کا بڑا اعزاز و اکرام کیا، اور یہ سلوک ان کے ساتھ آخر تک قائم رکھا۔[۱]

بنو تغلب بنو تغلب کے چند افراد کا تذکرہ کتاب مین موجود ہے، مسند احمد اور طبقات ابن سعد مین حرب بن ہلال کی روایت سے یہ واقعہ درج ہو کہ ایک تغلبی بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین آئے، آپ نے انھین شرائع اسلام سکھائے، اس کے بعد انھون نے اسلام قبول کرنے والون پر جزیہ لگانے کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ جزیہ یہود و نصاریٰ پر عائد ہوتا ہے، ان مین سے مسلمان ہوجانے والون پر نہیں،[۲]

ان بزرگ کے مذہب کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی، مگر بنو تغلب کے متعلق آچکا ہو کہ یہ قبیلہ نصرانی تھا،

دوسرے یہ کہ اسلام لانے کے بعد انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اہل وطن مومنین اہل کتاب پر جزیہ لگانے کے متعلق استفسار کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ جو اہل کتاب اسلام قبول کرلین، ان پر بھی جزیہ لگتا ہے، مگر آپ نے اسکی نفی فرمادی،

[۱] زرقانی ص ۳، ابن سعد ج ۱ ص ص ۲۷

[۲] ابن سعد ج ۶ ص ۳۹، مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۰

سلسلۂ سیر الصحابہؓ

خلفائے راشدین - خلفائے راشدینؓ کے فضائل اور مذہبی و سیاسی کارناموں کی تفصیل

قیمت :- صہ/

مہاجرین جلد اوّل - بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ و اکابر صحابہؓ کے سوانح و حالات،

قیمت :- بے/

مہاجرین دوم - فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہونے والے صحابہؓ کے حالات۔

قیمت :- (زیر طبع)

سیر انصار اوّل - انصار کرام کے حالات و فضائل و کمالات - قیمت :- ستے/

سیر انصار دوم - بقیہ انصار کرام کے حالات زندگی اور مذہبی و اخلاقی کارنامے۔

قیمت :- ستے/

سیر الصحابہ جلد ششم - حضرت حسنینؓ، امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات و فضائل و مجاہدات

قیمت للعہ/

سیر الصحابہ ہفتم - ان صحابہ کے حالات جو فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔

(زیر طبع)

سیر الصحابیات - ازواج مطہرات و بنات طاہرات کے حالات

قیمت :- عہ/

اسوۂ صحابہ اوّل - حضرات صحابہ کے عقائد و عبادات و اخلاق و معاشرت کی تفصیل - قیمت :- للعہ/

اسوۂ صحابہ دوم - صحابۂ کرام کے سیاسی و انتظامی اور علمی کارنامون کی تفصیل۔

قیمت :- للعہ/

"منیجر"

(طابع و ناشر صدیق احمد)